ماہنامہ
خوفناک ڈائجسٹ
WWW.PAKSOCIETY.COM
جولائی 2014
قاتل دھاگہ نمبر
RS:70
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

CPL No.219

ماہنامہ

خوفناک ڈائجسٹ
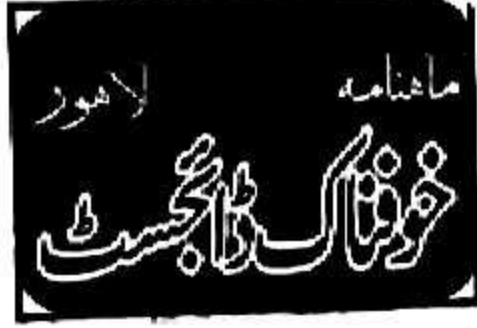
لاہور

ماہ جولائی 2014

قاتل دھاگہ نمبر

قیمت 70 روپے

جلد نمبر 18 شمارہ نمبر 2

ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ لاہور

پوسٹ بکس نمبر 3202، غالب مارکیٹ گلبرگ لاہور

خوفناک ڈائجسٹ ماہ جولائی 2014 کے شمارے قاتل دھاگہ نمبر کی جھلکیاں

اسلامی صفحہ

درود پاک کی برکات

بلخ میں ایک امیر کبیر سوداگر رہتا تھا اس کے دو لڑکے تھے اس خوش نصیب کے پاس دنیاوی دولت کے علاوہ ایک نعمت عظمت یہ تھی کہ اس کے پاس سرکار دو عالم ﷺ کے تین بال مبارک تھے جب وہ خوش بخت فوت ہوا تو اس کے دونوں بیٹوں نے باپ کی جائیداد آپس میں تقسیم کرلی اور جب موئے مبارک کی باری آئی تو بڑے لڑکے نے ایک بال مبارک خود لے لیا اور ایک چھوٹے کو دے دیا تیسرے بال مبارک کے بارے میں بڑے نے کہا کہ اسے آدھا آدھا کرلیں چھوٹے نے کہا اللہ کی قسم میں ایسا نہیں ہونے دوں گا کون ہے جو رسول ﷺ کے بال مبارک کو توڑے بڑے نے جب اپنے چھوٹے بھائی کی عقیدت اور ایمانی تقاضا دیکھا تو بولا اگر تجھے اس بال کے ساتھ اتنی ہی محبت ہے تو یوں کر یہ تینوں بال تو رکھ لے اور باپ کی جائیداد کا اپنا حصہ بھی مجھے دے دے چھوٹے نے یہ سن کر کہا واہ رے قسمت مجھے اور کیا چاہئے ایمان والا ہی اس نعمت عظمیٰ کی قدر جانتا ہے دنیادار کمینہ کیا جانے چنانچہ بڑے نے دنیا کی دولت لے لی اور چھوٹے نے تینوں موئے مبارک لے لیے اور انہیں بڑے ادب واحترام سے رکھ لیا جب شوق غالب ہوتا تو زیارت کرلیتا اور درود پاک پڑھتا اور اس ذات جل جلال کی بے نیازی دیکھو کہ اس کے بڑے بھائی کا مال چند دنوں میں ہی ختم ہو گیا اور وہ کنگال ہو گیا بقول شاعر

دنیا پچھے دین ونجایا تے دنی نہ چلی ساتھ ۔۔۔ پیر کو باڑ اماریا مور کھا اپنے ہاتھ

اللہ تعالیٰ نے چھوٹے کے مال میں برکت ڈال دی اور وہ خوش حال ہو گیا پھر جب حبیب خدا ﷺ کا جانثار وفات پا گیا تو کسی نے خواب میں دیکھا رحمت دو عالم حضرت محمد ﷺ کی زیارت کی اور اسے بھی ساتھ دیکھا سیدنا دو عالم ﷺ نے فرمایا اے میرے امتی تو لوگوں میں اعلان کردے جس کسی کو کوئی حاجت کوئی مشکل پیش ہو تو وہ اس قبر پر حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے سوال کرے اس نے بیدار ہو کر اعلان کر دیا تو اس عاشق رسول ﷺ کی قبر مبارک کو ایسی مقبولیت نصیب ہوئی کہ لوگ دھڑا دھڑ اس قبر پر حاضر ہونے لگے اور پھر یہاں تک نوبت آگئی اگر کوئی سوار ہو کر وہاں سے گزرے تو برائے ادب سواری سے نیچے اتر جاتا اور پیدل چلتا اور نزہتہ المجالس میں ہے کہ بڑے بھائی کا مال ختم ہو گیا اور وہ بالکل فقیر ہو گیا اس نے خواب میں نبی کریم ﷺ کو دیکھا اور اپنی حالت کی شکایت کی نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے بدنصیب تو بال مبارک پر دنیا کو ترجیح دی اور تیرے بھائی نے وہ موئے مبارک لے لیا اور جب وہ بال مبارک کو دیکھتا تو مجھ پہ درود پڑھتا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو دونوں جہانوں میں نیک اور سعید کر دیا تب وہ بیدار ہوا تو چھوٹے بھائی کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے خادموں میں شامل ہو گیا۔ (نزہتہ المجالس ۔)

کشور کرن چتوکی

ماں کی یاد میں

-----علی شان لاہور

ماں ماں ماں کیا مٹھاس ہے ان الفاظوں میں قسم خدا کی دل کو بہت سکون ملتا ہے ماں دونوں ہونٹ جُڑ جاتے ہیں پیاری ماں کا نام لینے سے اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی بھی رشتہ عزیز نہیں ہے ماں بھی ماں اگر باپ چھوڑ جائے تو ماں ہی باپ بن کر اولاد کو ہر وہ خوشی دیتی ہے جو ماں باپ دونوں سے ملتی تھی اور ماں ہی باپ ماں ہی دوست ماں ہی گھر کی رونق ماں ہی وہ خانہ کعبہ جس ایک بار پیار سے دیکھ لیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہاری حج ادا ہوگئی اور ماں ہی دنیا کی وہ ہمراز جو اپنی اولاد کے ہر عیب چھپا لیتی ہے ماں ہی ہمدرد جو اپنے بچے کو کبھی بھی درد میں دیکھ کر سکون نہیں لیتی جب تک اس کا لال ٹھیک نہ ہو جائے ماں ہی ہر رشتہ ہے ماں کسی بھی رشتے کا احساس نہیں ہونے دیتی ماں آج میں لوگوں کو وہ باتیں بتانے جا رہا ہوں جو آج تک میرے دل میں ہی رہیں تھیں راز کی باتیں ہیں ماں جب بھی میں گھر سے باہر نکلتا ہوں تو مجھے گرمی ستاتی ہے سردی لگ جاتی ہے لیکن یہ بات میں نے آزمائی ہے کہ جب آپ کا دیدار پیار سے کر کے جاتا ہوں تو مجھے کچھ بھی نہیں ہوتا ماں میں آپ کو خوش کر کے جاتا ہوں تو کیا آپ میرے جانے کے بعد میرے لئے دعائیں کرتیں ہیں اسی لیے تو مجھے گرمی سردی کا احساس نہیں ہوتا کیوں کہ آپ کی دعائیں میرے سر پہ ہمیشہ سایہ بن کر رہتی ہیں اور دوسری بات ماں آپ کو تو پتہ ہے میں آپ کے پاؤں کی طرف بیٹھ کر کھانا کھاتا ہوں جانتی ہیں کیوں میں نے آپ سے دور بیٹھ کر جب بھی کھایا ہے مجھے ذرا مزہ نہیں آتا ماں آپ سے باتیں کرتے کرتے کھاتا رہتا ہوں روح کو جسم کو اک سکون سا ملتا جاتا ہے ہاں کل میں اپنے دوست کے گھر گیا وہ کافی عرصے بعد آیا تھا جب وہ اپنے گھر کا دروازہ گزرا تو اس کی چیخیں نکل گئیں کیوں کہ پہلے اس کی ماں اس کے آنے کی خبر سن کر گھر کو صاف کر کے اس کے لیے طرح طرح کے کھانے بنا کر دروازے میں کھڑی ہو کر اس کا انتظار کرتیں تھیں مگر آج جب وہ گھر گیا تو دیواروں سے اپنا سر ٹکرا ٹکرا کر بہت رویا ماں کو ہر کمرے میں جا کر آوازیں دیں ہر کونے میں ڈھونڈا مگر اس کی ماں کی آواز نے اسے ایک بار بھی نہیں پیار سے کہا بسم اللہ میرا لال آ گیا نہ کسی نے اس کا ماتھا چوما نہ کسی نے اسے دونوں ہاتھوں سے اس کے سر پہ پیار ہی دیا ماں جب میں نے یہ منظر دیکھا تو مجھ سے رہا نہیں گیا میں نے اسے چپ نہیں کروایا میں تو بھاگا کہ ہائے میری امی ماں مجھے ایسا لگا کہ دنیا اندھیری ہو گئی ہے دنیا بے رونق ہو گئی ہے زندگی بجھ رہی ہے سانسیں اٹک رہی ہیں میں مجھے نہیں پتہ میں گرتا سنبھلتا کیسے گھر تک آیا تھا آپ سو رہی تھیں مگر نجانے میں کوئی گستاخی کر لیتا آپ کو جگانے کی مگر آپ گہری نیند میں تھیں میری آوازوں سے نہ اٹھیں تو میں نے چپکے چپکے آپ کے پاؤں چومے میں نے اپنے لب بہت ہی آہستہ آپ کے پاؤں کو لگائے کہ میری امی جان کی نیند خراب نہ ہو جائے پھر جب تک آپ جاگیں نہیں میں وہی پر بیٹھا آپ کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا جب آپ جاگ گئیں تو میں نے آپ کی گود میں سر رکھ کر آپ کے ہاتھ چومے ماں مجھے پتا نہیں کیوں کچھ ہی دیر میں آپ کی کمی مار دیتی ہے ماں کبھی بھی مجھے اپنی آنکھوں سے دور نہ کرنا آپ کی جدائی میری موت ہے ماں آئی لو یو کتنی پیاری ہیں آپ۔علی شان۔

پرچھائی

تحریر: شکیل احمد۔ قائد آباد کراچی

میں تمہیں سحر کیوں یاد کرتا ہوں میں خود بھی نہیں جانتا پر میرا تم سے جو رشتہ ہے وہ محبت خلوص اور چاہت کا ہے جو میں کبھی بھلا نہیں سکوں گا اور تمہاری تلاش میں در بدر بھٹکتا رہا ہوں میں تمہیں شروع سے بتاتا ہوں ہم دونوں اسی گاؤں میں رہتے تھے اور آپس میں کزن تھے ہمیں پتہ بھی نہیں چلا کہ ہم ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار ہو گئے مجھے ہر جگہ صرف تم نظر آتی اور تم بھی مجھے بہت چاہتی تھی ہماری خوش قسمتی تھی کہ ہم دونوں جلد ہی شادی کے بندھن میں بندھ گئے اور اس گھر میں رہنے لگے ہم دونوں ہی ایک دوسرے کو پا کر بہت ہی خوش تھے ہماری زندگی محبت سے گزرنے لگی پھر ایک دن میں نے آ کر تم سے مری کی سیر پر جانے کو کہا پر تم نہ مانی میں نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ تمہیں گاؤں سے باہر سیر و تفریح پر لے کر جاؤں گا ہمارا گاؤں چھوٹا سا ہے پر بہت ہی خوبصورت ہے ہم اکثر یہاں کچھ فاصلے پر ایک جھیل ہے وہاں دیر تک بیٹھے رہتے تھے سارے گاؤں والے ہماری محبت پر رشک کرتے تھے آخر میری ضد کے آگے تم راضی ہو گئی اور ہم یہاں چلے آئے۔ وہ دن بہت حسین تھے ایک تم اور ایک میں ہر جگہ ہر منظر تمہارے ہونے سے مجھے حسین لگتا تھا تم بہت خوش تھی اور میں تمہیں دیکھ دیکھ کر جیتا تھا تمہاری محبت پر مجھے ہمیشہ ناز رہتا تھا اسی طرح ہم وہاں مختلف مقامات پر سیر کرنے لگے ایک دن ہم مری پر چیئر لفٹ پر بیٹھ گئے وہاں بھی تم نے منع کیا پر میری ضد پر تم مان گئی پھر وہ منحوس گھڑی بھی آ گئی ہم چیئر لفٹ پر بیٹھے تھے اور چاروں طرف دیکھ رہے تھے اور محبت بھری باتیں کر رہے تھے کہ اچانک تمہارا حفاظتی ہینڈل ٹوٹ گیا اور تم نیچے گر گئی میں اس اچانک حادثہ کے لیے تیار نہ تھا مجھے کچھ سمجھ نہ آ رہی تھی کہ آخر میں نے چلتی لفٹ سے چھلانگ لگا دی تم پانی میں آ رہی تھی اور پانی میں ہی غائب ہو گئی مجھے ہوش آیا تو میں نے تمہیں بہت ڈھونڈا میں مر چکا تھا پر میری روح وہیں تھی جہاں تم گری تھی میں نے ہر جگہ تمہیں تلاش کیا پر تم نہ ملی میں واپس نہ گیا بلکہ تمہیں ہی تلاش کرتا رہا۔ پھر میں ایک عامل کے ہاتھ لگ گیا جس نے مجھے قید کر لیا

ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی۔

سحر کافی دیر سے اپنے آپ کو آئینے میں غور سے دیکھ رہی تھی اسے اپنا آپ آج کچھ زیادہ ہی حسین لگ رہا تھا وہ اپنے چہرے کے خد و خال بہت دلچسپی سے دیکھ رہی تھی کبھی اس کی نظر اپنی آنکھوں پر ٹھہر جاتی تو کبھی ہونٹوں پر سب سے زیادہ اسے اپنے چہرے پر ناک اچھی لگ رہی تھی اور لگتی بھی کیسے نہیں اس کی ناک چھوٹی سی تھی اور سائیڈ میں ایک تل سا پڑا تھا وہ بار بار اپنی ناک کو چھوتی اور شرما کر اپنی آنکھیں بند کر لیتی جیسے اسے کوئی دیکھ رہا ہو پھر وہ اپنے ہاتھ پر پہنی انگوٹھی کو اپنے لبوں سے لگاتی تو اس کا چہرہ سرخ ہو جاتا ایک عجیب سا احساس تھا جو سحر کو دیوانہ کر رہا تھا وہ بہت خوش تھی آج کیونکہ اس کی منگنی علی سے ہوئی تھی اور جلد وہ علی کی دلہن بن کر ہمیشہ کے لیے اس کی ہو جائے گی وہ علی سے بے پناہ پیار کرتی

آج وہ خود کو دنیا کی سب سے حسین لڑکی سمجھ رہی تھی وہ سوچ رہی تھی کہ کوئی لڑکی کتنی بھی خوبصورت ہو پر علی تو دل و جان سے صرف اسے چاہتا ہے جب علی کا پیار اس کا ہے تو اس سے زیادہ خوبصورت کوئی ہو ہی نہیں سکتا سحر ان خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی کہ اچانک اس کا سیل بجنے لگا وہ بھاگ کر سیل کے پاس آئی تو اس کا دل زور سے دھڑکنے لگا اسے پورا یقین تھا کہ کال علی کی ہی ہوگی آخر آنکھیں بند کر کے اس نے سیل اٹھایا تو علی کی کال تھی سحر آہستگی سے بولی۔ ہیلو۔ تو دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

بڑی گستاخ ہے تیری یاد اسے تمیز سکھا دو
دستک بھی نہیں دیتی اور دل میں اتر جاتی ہے

سحر یہ سن کر خاموش ہی رہی تو پھر علی بولا۔ جان کچھ بولو گی نہیں۔

میں کیا کہوں میرا دل بہت تیز دھڑک رہا ہے اور زبان میرا ساتھ ہی نہیں دے رہی اور آپ کو پانے کا احساس مجھے بے چین کر رہا ہے میرے پاس نہ ہی وہ الفاظ ہیں جو میں آپ کے لیے ادا کر سکوں۔

لگتا ہے تمہاری حالت میری جیسی ہی ہے میں کافی دیر سے تمہیں یاد کر رہا تھا بار بار موبائل نکالتا کہ تم سے بات کروں پر کچھ سوچ کر پھر دوبارہ جیب میں رکھ لیتا کیا تم خوش ہو۔

میری خوشی کا تو آپ شاید اندازہ بھی نہ لگا سکیں بس میں اتنا بتا دوں آپ کو کہ میں خود کو دنیا کی سب سے خوبصورت اور خوش قسمت لڑکی سمجھتی ہوں کہ آپ صرف میرے ہو اور مجھے دل و جان سے چاہتے ہو پھر مجھ سے زیادہ اچھا تو کوئی ہو نہیں سکتا۔ آپ کا پیار ملنے پر میں بے پناہ خوش ہوں میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں بہت زیادہ مجھے آپ کے علاوہ کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔

سحر کی باتیں سن کر علی نے کہا۔ سحر میں دل کی گہرائیوں سے تم سے پیار کرتا ہوں اور یہ دن مجھ پر سالوں کے برابر گزر رہے ہیں مجھے اس دن کا بے چینی سے انتظار ہے جب تم ہمیشہ کے لیے میرے پاس میرے گھر پر آ جاؤ گی اسی طرح سحر اور علی دنیا جہاں سے بے خبر اپنے آنے والے دنوں کے سپنے دیکھنے لگے۔

اندھیرا چاروں طرف پھیلا ہوا تھا ہر طرف بڑے بڑے درخت تھے جن کی شاخیں خوفناک انداز میں بانہیں پھیلائے ہوئے کھڑی تھیں درختوں پر پتے نام کے برابر بھی نہ تھے سارے پتے پورے جنگل میں خشک ہوئے پھیلے ہوئے تھے سحر اس ویران جنگل میں بھاگ رہی تھی اس کے پاؤں پتوں پر پڑتے ہی ایک خوفناک آواز نکالتے تھے وہ مسلسل تیزی سے بھاگ رہی تھی سحر کے بال بکھرے ہوئے تھے اور چہرے پر خوف تھا وہ بار بار پلٹ کر پیچھے دیکھتی اور اپنی رفتار اور بڑھا دیتی کافی دیر بھاگنے کے بعد اسے سامنے کچھ سیڑھیاں نظر آئیں جو نیچے کی طرف جا رہی تھیں۔ وہ ان سیڑھیوں سے نیچے اتر گئی اب وہ جہاں کھڑی تھی وہاں زمین کچھ گیلی تھی پر خشک پتے وہاں بھی ڈھیر کی صورت پڑے تھے سحر نے مڑ کر سیڑھیوں پر نظر دوڑائی تو اسے وہاں وہی بلا کھڑی نظر آئی جس سے وہ بھاگ رہی تھی اس بلا کا جسم بالوں سے بھرا ہوا تھا اور شکل کسی شیر کی طرح تھی منہ سے چار دانت باہر لٹک ہوئے تھے اس کے ہاتھ بہت بڑے اور ناخن کسی چاقو کی مانند تھے سحر اسے دیکھ کر دوبارہ بھاگی پھر کچھ لمحوں میں ہی وہ نیچے گر پڑی اس کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی جو اس ویران جنگل میں گونجنے لگی سحر نیچے پڑی تھی اس کے سامنے ایک لکڑی میں انسانی سر پھنسا ہوا تھا جس کی آنکھوں میں سے روشنی نکل رہی تھی سحر نے ڈر کے مارے آنکھیں بند

کر دیں اس کے آنسو آنکھوں سے مسلسل بہہ رہے تھے اور منہ سے چیخیں نکل رہی تھیں پھر سحر کو کوئی زمین میں کھینچنے لگا وہ ڈر کے مارے اور ہاتھوں کو ادھر ادھر مارنے لگی پر اس کی ٹانگیں زمین میں دھنستی جا رہی تھیں آخر وہ کمر تک زمین میں دفن ہو گئی پھر ایک ہاتھ جو خون میں لت پت تھا زمین کو چیرتا ہوا باہر نکلا سحر اپنے منہ کے سامنے اچانک اس ہاتھ کو دیکھ کر اور زور سے چلانے لگی اس ہاتھ نے سحر کی گردن پکڑ لی اور اسے زور سے نیچے زمین پر کھینچنے لگا درد اور اذیت کے مارے سحر کے حلق سے چیخ نکلی۔

سحر نے چاروں طرف دیکھا تو وہ اپنے کمرے میں تھی اس نے پاس پڑے ہوئے جگ سے پانی نکال کر پیا اور سوچنے لگی کہ شکر ہے یہ خواب تھا پھر وہ ساری رات اس خواب کے خوف میں گزار دی وقت تیزی سے گزرنے لگا علی نے سحر کے لیے ایک فلیٹ خرید لیا تھا جو چھوٹا تھا پر ان دونوں کے لیے کافی تھا علی کی والدہ فوت ہو چکی تھی اور والد گاؤں میں رہتے تھے علی ایک کمپنی میں اچھے عہدے پر فائز تھا اس لیے اس کی زندگی مطمئن گزر رہی تھی وہ سحر کے انتظار میں دن گزار رہا تھا۔ آخر کار اس کا صبر ختم ہوا اور سحر کے گھر میں دلہن بن کر آ گئی ان کی شادی سادگی سے ہوئی تھی علی کو زیادہ شور شرابہ پسند نہ تھا چنانچہ شادی چند رشتے داروں کی موجودگی میں سادگی سے ہوئی اب سحر دلہن بن کر کمرے میں بیٹھی تھی وہ آج بہت خوش تھی وہ کمرے کی ہر چیز کو غور سے دیکھ رہی تھی سیج کے پھولوں کا ہاتھ لگائی تو اسے ایک عجیب سا احساس مدہوش کر جاتا علی کا انتظار بھی اسے بہت اچھا لگ رہا تھا پھر دروازے پر دستک سن کر وہ سمٹ کر بیٹھ گئی علی اس کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ اور اس کا گھونگھٹ اٹھایا اور بولا ماشاء اللہ کہیں تمہیں میری نظر نہ لگ جائے تم بہت ہی خوبصورت لگ رہی ہو۔ میں آج بہت خوش ہوں میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں میرے اس زندگی میں تمہاری کتنی اہمیت ہے شاید ہی تم جان پاؤ میری زندگی میری سانسیں میری روح غرض میری ہر خوشی تم ہی سے ہے میں ہمیشہ تم سے اسی طرح پیار کرتا رہوں گا علی سحر کی آنکھوں میں دیکھتے یہ کہہ جا رہا تھا۔ پھر اس نے سحر کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا اور اسے چاہت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ تو سحر بولی۔

علی میں بھی تمہیں پا کر بہت خوش ہوں میری پہلی اور آخری محبت صرف تم ہو اور میری روح تک یہ سوچ کر مہک جاتی ہے کہ تم صرف میرے ہو تمہیں پا کر میری زندگی اب مکمل ہوئی ہے مجھے تمہارے سوا اور کچھ نہیں چاہیے پھر علی نے سحر کا ناک پکڑتے ہوئے کہا تمہاری یہ چھوٹی سی ناک بہت خوبصورت ہے اور اس میں میری جان قید ہے پھر سحر نے شرما کر اپنا سر علی کے کندھے پر رکھ دیا۔

سمندر کے عین بیچ ایک جزیرہ تھا جہاں کچھ درخت تھے اور چاروں طرف پانی ہی پانی تھا۔ سمندر کی لہریں اس جزیرے سے زور و شور سے ٹکراتیں بڑے بڑے پتھر پڑے تھے ایک طرف ایک بوڑھا عامل آنکھیں بند کیے ہوئے کچھ پڑھنے میں مصروف تھا جس کے جسم پر صرف چند پتے ڈھکے ہوئے تھے وہ مسلسل کوئی منتر پڑھ رہا تھا پھر اس کے چہرے پر ایک اچانک خوشی کی لہر دوڑ گئی اس نے آنکھیں کھولتے ہوئے کہا۔

اے میری غلام روح اب تجھ میں بے پناہ شکتیاں آ گئی ہیں اب کوئی تیرا مقابلہ نہیں کر سکتا میں بیس سالوں سے تجھ پر یہ عمل کر رہا تھا پر اب میں کامیاب ہو گیا ہوں ان بیس سالوں میں صرف جانوروں کا خون پی پی کر میں عاجز آ گیا ہوں پر اب میں یہاں سے نکل جاؤں گا اور تمہاری مدد سے ہر شے پر اپنا قبضہ جماؤں گا تم تیار ہو ناں اب میرا ساتھ صرف تم دو گے اور میں عیش کروں گا ہاہاہا۔ ہاہاہا۔ وہ

زور سے ہنسنے لگا۔

اس کے سامنے روح کھڑی تھی جو بولی میں ہر طرح سے آپ کے ساتھ ہوں اور آپ کی ہر بات میرے لیے حکم ہے جو میں مانوں گا۔ تو بوڑھا عامل ہنستے ہوئے بولا۔

ٹھیک ہے میں نے بڑی مشکل سے تمہیں پایا تھا مجھے تمہاری جیسی روح کی برسوں سے تلاش تھی پر اب تمہارے ذریعے میں سب کچھ حاصل کرلوں گا پھر اس بوڑھے عامل نے ایک چاقو اٹھایا اور پاس پڑے ایک کینڈر کی گردن کاٹ دی خون فوارے کی صورت میں بہنے لگا بوڑھا اس کے منہ سے غرانے کی آوازیں نکلنے لگیں چاقو قریب ہی پڑا تھا اس روح نے چاقو اٹھایا اور بڈھے عامل کی گردن پر مارا اور عامل کی گردن تن سے جدا ہوگئی اس کا دھڑ زمین پر پھڑ کنے لگا اور پھر ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا ہوگیا۔ روح نے بوڑھے عامل کو مرتے دیکھا تو مسکراتے ہوئے وہاں سے غائب ہوگئی۔

سحر اپنے کمرے میں آئینے کے سامنے کھڑی بالوں میں کنگھی کررہی تھی وہ بہت خوش تھی علی کے ساتھ رہتے ہوئے پورا ایک مہینہ ہوگیا تھا علی اس کا بہت خیال رکھتا تھا اور اس کی ہر فرمائش پوری کرتا تھا وہ علی کے ساتھ بہت ہی خوش تھی وہ آئینے میں اپنے بالوں کو دیکھ کر کنگھی کررہی تھی کہ اسے آئینے میں کچھ دھندلی پرچھائی نظر آئی سحر فوراً پلٹی پر وہاں کچھ نہ تھا پھر کچھ سوچتے ہوئے اس نے ذہن کو جھٹکا اور بال باندھ کر کچن کی طرف جانے لگی۔ آج علی کسی ضروری کام کی وجہ سے جلدی چلا گیا تھا سحر علی کو ناشتہ کرواکر دوبارہ سوگئی اور اب وہ فریش ہونے کے بعد کچن میں آئی اور چائے بنانے لگی ابھی سحر نے پانی رکھا ہی تھا کہ اسے اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا وہ گھبرا کر دوبارہ پیچھے دیکھنے لگی پر کوئی نہ تھا وہاں آخر سحر خوف زدہ ہوگئی اس نے سارے گھر کو چیک کیا پر کوئی نہ تھا سب سے پہلے کی طرح ٹھیک تھا پر بار بار کسی کا احساس سحر کو خوفزدہ کر گیا۔ پھر اس نے ڈرتے ڈرتے وہ دن گزارا وہ بے صبری سے علی کا انتظار کرنے لگی دروازے کی بیل بجنے پر سحر خوشی سے دروازے کی طرف بڑھی اور دروازہ کھول دیا علی نے اندر آتے ہی کہا۔

اسلام علیکم تو سحر مسکراتے ہوئے بولی۔

وعلیکم اسلام۔ علی صحن میں رکھے صوفے پر بیٹھ گیا سحر کچن سے پانی کا گلاس لے کر آئی علی نے پانی پیا اور فریش ہونے چلا گیا۔ جب تک وہ واپس آتا سحر چائے تیار کرچکی تھی۔

علی آج میں سارا دن بہت پریشان تھی مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ کوئی پرچھائی میرے ساتھ تھی پر میرے دیکھنے پر کچھ بھی نظر نہ آتا تھا پورا دن اسی ڈر اور خوف میں گزر گیا۔ وہ ہنس دیا اور بولا۔

جناب یہ تمہارا وہم ہے بس یہاں بھلا کون آسکتا ہے اکیلے رہنے کی وجہ سے تمہیں وہم ہورہا ہے اور کچھ نہیں تم اپنے آپ کو مصروف رکھا کرو پھر سحر نے سوچا کہ علی ٹھیک کہتا ہے یہاں کون آسکتا ہے یہ اس کا وہم ہی ہوگا۔ اس لیے سحر نے اس بارے میں مزید کوئی بات نہیں کی اور خاموشی اختیار کرلی۔

علی نے صبح کام پر جاتے ہوئے سحر سے کہا کہ شام کو کھانا نہ بنانا ہم باہر جائیں گے اسلیے پھر سحر گھر کے کام کرنے لگی۔ دوپہر کو وہ آرام کرنے کے لیے اپنے کمرے میں لیٹی ہوئی تھی کہ کمرے میں ایک طرف ہلکا ہلکا دھواں ایک طرف اٹھا ہوا اور پھر سحر کو ایک آواز سنائی دی۔

کرن میں تلاش میں در بدر بھٹک رہا ہوں پر تم کہاں غائب ہوگئی تھی کچھ پتہ نہیں چلا۔ سحر یہ آواز سن کر پریشان ہوگئی اور بولی۔

کون ہو تم۔ مجھے نظر کیوں نہیں آرہے ہو۔

دھوئیں سے پھر سے آواز سنائی دی۔ کرن میں تمہارے سامنے آجاؤں گا پر تم ڈرنا مت اور یہ بات میرا آنا کسی کو مت بتانا تو سحر چیختے ہوئے بولی۔

تم میرے سامنے آؤ۔

پھر وہ دھواں غائب ہونے لگا کچھ ہی دیر بعد وہاں ایک جیتا جاگتا انسان کھڑا تھا سحر غور سے یہ منظر دیکھ رہی تھی پھر اپنے کمرے میں اچانک یوں کسی کی موجودگی پر وہ ڈر کر سمٹ کر بیٹھ گئی۔

مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں میں تمہاری تلاش میں تھا۔

سحر کے منہ سے کوئی بھی لفظ نہیں نکل رہا تھا۔ وہ بہت ہی مشکل سے بولی۔

کون ہو تم میں تم کو نہیں جانتی ہوں۔

میں نے کہا کہ مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں پلیز مجھ سے مت ڈرو میں تمہیں کوئی بھی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ میرا اعتبار کرنا۔ میں ایک روح ہوں۔

ک۔ کک۔ کیا۔ روح۔ سحر ایک دم کھڑی ہوگئی تو وہ بولا۔

ہاں روح لیکن تم مجھ سے ڈرو مت۔ میں کئی سالوں سے تمہاری تلاش میں تھا۔ کل اچانک میرا گزر یہاں سے ہوا تو تم مجھے دکھائی دی تم یقین نہیں کروگی۔ کہ میں کل سے کتنا خوش ہوں تم مجھے مل گئی کرن میں نے تمہاری تلاش میں کتنی تکلیفیں جھیلی ہیں تمہیں اس بات کا اندازہ نہیں ہے۔

میں کرن نہیں ہوں سحر ہوں۔ سحر نے بمشکل کہا

نہیں تم سحر نہیں ہو کرن ہو میری کرن۔ تمہیں یاد نہیں کہ میں تمہارا نذیر ہوں اور ہماری شادی ہوئی تھی ہم کتنے خوش تھے تم مجھ سے بہت پیار کرتی تھی اور میں تمہیں دیکھ دیکھ کر ہی جیتا تھا تم میری زندگی تھی کرن تمہاری بدولت ہی میری زندگی میں روشنی خوشیاں آئی تھیں اور تم خود بھی تو کہتی تھی کہ تم صرف مجھے چاہتی ہو

پھر۔ سحر بولی۔

نہیں مجھے کچھ بھی یاد نہیں ہے میں صرف علی کو چاہتی ہوں وہ میری سانس ہے میری زندگی ہے میرا قرار ہے سکون ہے سب صرف علی ہے میں اس کے بغیر کسی اور کو نہیں چاہتی ہوں اور نہ ہی کسی سے پیار کرتی ہوں میری پہلی اور آخری محبت صرف علی ہے وہ ہے تو میری ہے میری ساری خوشیاں صرف علی کے دم سے ہے اور میں کرن نہیں سحر ہوں سحر علی بس۔

نہیں کرن ایسا نہ کہو مجھ سے زیادہ تمہیں کوئی نہیں چاہ سکتا میری محبت کا تم اندازہ نہیں کرسکتی میری زندگی صرف تمہاری محبت میں گزری ہے اور تم شاید یہ بھی بھول گئی کہ میں کیسے تم سے جدا ہوا تھا۔

مجھے نہیں پتہ اور نہ ہی میں یہ جانتی ہوں اور نہ تم کو جانتی ہوں بس مجھے اتنا معلوم ہے کہ میں صرف علی سے پیار کرتی ہوں اور وہ صرف مجھ سے۔ سحر اب بنا خوف کے بولے جا رہی تھی۔

اچھا تم مجھے نہیں جانتی ہو اور نہ ہی مجھ سے پیار کرتی ہو چلو میں دیکھتا ہوں اگر تمہیں مجھ سے زیادہ چاہنے والا ملا ہے اور تم اس کے ساتھ خوش ہو تو میں خوشی خوشی اپنی دنیا میں لوٹ جاؤں گا لیکن مجھے جب تک یقین نہیں ہو جائے گا کہ تم خوش ہو یا نہیں تو میں کہیں نہیں جاؤں گا تم علی سے فی الحال اس بارے میں کوئی بات نہ کرنا میں خود ہی چلا جاؤں گا۔ اگر تمہیں کوئی مجھ سے زیادہ چاہے تو پھر کمرے میں سے نذیر کی روح غائب ہوگئی سحر نذیر کو دیکھ رہی تھی جو دھواں بن کر غائب ہو گیا تھا۔

وہ کافی دیر تک پریشان بیٹھی یہ سوچ رہی تھی کہ وہ علی کو بتائے کہ نہ بتائے۔ آخر کافی سوچ بچار کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ فی الحال علی کو یہ نہ بتایا جائے۔ اگر وہ اسے نقصان پہنچانا چاہتا تو آج بھی پہنچا سکتا تھا اس لیے سحر اب خاموشی سے علی کا انتظار کرنے لگی۔ شام ہوتے ہی علی گھر لوٹ آیا اور دونوں تیار ہو کر باہر

چلے گئے آج علی کا موڈ بہت اچھا تھا جبکہ سحر کچھ خاموش خاموش تھی تو علی بولا۔

سحر کیا بات ہے کیا تم کو باہر آنے کی خوشی نہیں ہوئی ہے۔ تو سحر مسکرا دی۔

مجھے تمہاری باتیں سننا اچھا لگ رہا تھا اس لیے بس سنتی جا رہی تھی تمہیں دیکھ کر تو میں سب کچھ بھول جاتی ہوں اس لیے تم کہتے جاؤ میں سنتی جاتی ہوں۔

میری جان میری سحر۔ تم میری زندگی ہو اور تم جیسے حسین اور با اخلاق ہمسفر کو پا کر میری زندگی سنور گئی ہے جب تم میرے ساتھ ہوتی ہو تو مجھے بھی ہر شے اچھی لگتی ہے اگر تم نہ ہوتی تو میں کبھی اتنا خوش نہ ہوتا۔ مجھے خود پر ناز ہے۔

ہی میری بھی محبت صرف تم ہو تمہارے ساتھ ہونے سے مجھے ایک عجیب سا پرلطف احساس گھیرے رکھتا ہے۔ دل کرتا ہے ہر پل تمہیں سامنے بیٹھ کر دیکھتی رہوں اور یہ زندگی یہ لمحے اور وقت یہیں ٹھہر جائیں اور میں تمہارے پاس بیٹھی رہوں۔

وقت اپنی رفتار سے گزرتا چلا گیا۔ علی اور سحر ایک دوسرے کے ساتھ بہت خوش تھے ان کی زندگی پرسکون گزر رہی تھی نذیر کی روح بھی اکثر سحر کے پاس آتی تھی جس سے اب سحر بالکل خوف زدہ نہ ہوتی تھی اس طرح دو مہینے گزر گئے۔ ایک دن سحر علی کا انتظار کر رہی تھی اسے آج آنے میں کچھ زیادہ ہی دیر ہو گئی تھی وہ پریشانی کے عالم میں گھر میں ٹہل رہی تھی علی کا سیل بھی بند تھا آخر سحر باہر نکلی وہ فلیٹ میں تیسری منزل پر رہتی تھی جبکہ یہ پانچ منزلہ عمارت تھی وہ سیڑھیوں سے نیچے جانے لگی کچھ سیڑھیاں اترتے ہی اسے نیچے سے علی کی آواز سنائی دی جو کسی سے بات کر رہا تھا وہ وہی کھڑی ہو گئی۔ اور اس کی باتیں سننے لگی جو کسی لڑکی سے بات کر رہا تھا۔

فضا مجھے آج کا دن ہمیشہ یاد رہے گا جو وقت میں نے تمہارے ساتھ گزارا ہے وہ بہت حسین اور پرلطف تھا اب میں تمہیں پانے کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں تو وہ لڑکی جس کا نام فضا تھا کہنے لگی۔

تم صرف ایک ہی صورت میں مجھے حاصل کر سکتے ہو۔

پلیز مجھے بتاؤ وہ کیا طریقہ ہے یا صورت ہے جس سے تم میری زندگی میں آ جاؤ میں اب تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔

یہ بات میں بعد میں بتاؤں گی اب تم گھر جاؤ میں چلتی ہوں یہ کہہ کر وہ لڑکی چلی گئی اور علی اوپر گھر کی طرف آنے لگا۔ سحر جو کہ سب کچھ سن چکی تھی علی کو آتے دیکھ کر اپنے گھر لوٹ گئی۔ علی اوپر کمرے میں چلا گیا۔ سحر نے کھانا لگایا جو وہ کھانے لگا وہ اس کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

تم نہیں کھاؤ گی کیا۔

نہیں آج مجھے بھوک نہیں ہے۔ میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ وہ تو دل ہی دل میں رو رہی تھی کہ علی اس کے ساتھ ایسا بھی کر سکتا ہے وہ کھانا کھانے کے بعد کمرے میں سونے کے لیے چلا گیا۔ یکدم وہاں دھواں پھیلنے لگا۔ نذیر کچھ فاصلہ پر کھڑا تھا۔ سحر بس روئے جا رہی تھی۔

میں نے تم سے کہا تھا ناں کہ مجھ سے زیادہ تمہیں کوئی بھی چاہنے والا نہیں ہے۔ اب بتاؤ۔

مجھے کچھ بھی نہیں کہنا تم چلے جاؤ یہاں سے میرا دل گہرائی میں گرتا جا رہا ہے۔ میں اندر سے بہت ٹوٹ چکی ہوں میرا تو سب کچھ علی ہی تھا۔ اس کے اس طرح بدل جانے سے میرا وجود کرچی کرچی ہو کر بکھر گیا ہے۔ میں اس کے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔

کرن رو ؤمت میں تم کو روتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔ اگر تم کہو تو میں اس لڑکی کو مار دوں یا علی کو سبق سکھاؤں نہیں نہیں تم ایسا کچھ بھی نہیں کرو گے

ٹھیک ہے میں چپ رہتا ہوں لیکن یہ مت سمجھنا کہ میں تم سے دور ہوں میں ہر لمحہ ایک پرچھائی کی طرح تمہارے ساتھ ہوں۔ اتنا کہہ کر وہ غائب ہو گیا۔ اور سحر بھی جا کر لیٹ گئی علی سو چکا تھا۔ رات کا نجانے کون سا پہر تھا کہ علی کا فون بج اٹھا علی اٹھا ایک نظر سحر کی طرف دیکھا اور پھر کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے باہر جاتے ہی سحر بھی اٹھ کر دروازے کے ساتھ جا لگی۔ اور علی کی باتیں سننے لگی۔

میری جان کیسی ہو۔۔

میں ٹھیک ہوں۔ کیا تم میری شرط مانو گے۔

ہاں مانوں گا کیونکہ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا ہر شرط ماننے کو تیار ہوں بس تم میری ہو جاؤ۔

ٹھیک ہے اگر یہ بات ہے تو پھر سنو مجھے پانے کے لیے تم کو اپنی بیوی کا قتل کرنا ہو گا۔

کیا کیا۔ وہ چونکا۔

ہاں علی اگر تم مجھے اپنا چاہتے ہو تو تم کو یہ کام کرنا ہو گا۔ اگر تم یہ کام نہیں کر سکتے تو پھر مجھے ہمیشہ کے لیے بھول جاؤ۔

نہیں فضا میں تمہارے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں مجھے تم سے عشق ہے اور تمہیں حاصل کرنے کے لیے میں سحر کو مارنے کے لیے بھی تیار ہوں۔

ٹھیک ہے پھر ہم صبح اسی جگہ ملیں گے جہاں اکثر ملتے ہیں اب تم آرام کرو۔ فضا نے یہ کہہ کر فون بند کر دیا۔ سحر جلدی سے اپنی جگہ پر سو گئی۔

صبح سحر بہت ہی پریشان تھی اس کے آنسو رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ اس کا علی کسی لڑکی کی وجہ سے اسے مارنے کا سوچ بھی سکتا ہے یکدم وہاں نذیرا آ گیا۔

کرن مجھ سے اب تمہاری یہ حالت نہیں دیکھی جاتی۔ اب میری برداشت ختم ہو گئی ہے میں تم سے بے پناہ پیار کرتا تھا اور کرتا ہوں پر تمہیں علی کے ساتھ خوش دیکھ کر میں خاموش ہو گیا تھا کہ چلو تم اتنی خوش ہو پر اب میں ان دونوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ جن کی وجہ سے تمہاری خوبصورت آنکھوں میں آنسو بہہ رہے ہیں۔

نہیں نذیرے نہیں تم ایسا کچھ بھی نہیں کرو گے۔

لیکن میں تم کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔

دیکھو نذیرے میں علی سے بہت پیار کرتی ہوں علی نے ٹھیک ہی فیصلہ کیا ہے مجھے مارنے کا میرے مرنے کے بعد وہ کسی اور کا ہو بھی جائے تو مجھے کچھ احساس نہیں ہو گا۔ مجھے اس کی خوشی چاہیے بس۔

ٹھیک ہے کرن میں ایک بار پھر چپ ہو جاتا ہوں اتنا کہہ کر وہ غائب ہو گیا۔

علی پارک میں بیٹھا فضا کا انتظار کر رہا تھا اس نے فضا کے انتظار میں کئی سگریٹ پھونک ڈالے تھے تب وہ آئی اور آتے ہی بولی۔ لو جی ہم آ گئے۔

وہ مسکرایا اور بولا۔ تم نے اتنی دیر کر دی ہے آنے میں ایک ایک پل مجھے صدیوں کے برابر لگ رہا تھا مجھ سے اتنا انتظار نہیں ہوتا میں ہر کام جلدی جلدی کرتا ہوں اور تمہارا انتظار مجھ پر قیامت ڈھا رہا تھا فضا علی کو یوں مسلسل بولتے ہوئے دیکھ کر مسکرانے لگی اور بولی۔

انتظار اور صبر کا اپنا ہی مزا ہوتا ہے خیر اب ہم اپنے پلین کی بات کریں تم نے کیا سوچا ہے پھر۔

میں نے سب سوچ لیا ہے کل ہی سحر کو لے کر بحری جہاز پر سیر و تفریح کے بہانے جاؤں گا پھر میں سحر کو سمندر میں دھکا دے دوں گا یا کسی اور مقام پر اسے ماردوں گا اسے ہم دونوں کے درمیان سے ہمیشہ کے لیے دور کر دوں گا پھر تم ہمیشہ کے لیے میری زندگی میری رانی بن کر رہو گی۔

علی ایک بات کہوں اگر تم برا نہ مانو تو۔

فرمائیں جناب ہم ہر وقت ہمہ تن گوش ہیں۔

میں کل دن کو تمہارے گھر گئی تھی سحر کو دیکھنے کے

لیے وہ زیادہ خوبصورت تو نہیں لیکن بہت اچھی ہے خاص طور پر اس کا اخلاق بہت ہی اچھا لگا تھا اس کی آنکھوں میں اس کے دل میں اس کی باتوں میں مجھے تمہاری محبت ہی دکھائی دی تھی۔ وہ تم سے بہت زیادہ محبت کرتی ہے۔ کیا تم میری وجہ سے اس کو مار ڈالو گے اگر کل کو کوئی تم کو مجھ سے بھی زیادہ خوبصورت لڑکی مل گئی تو کیا تم مجھ کو بھی مار ڈالو گے۔

فضا تم نے ایسا سوچا بھی کیوں تم نہیں جانتی جب سے میں نے تم کو دیکھا ہے مجھے تم سے عشق ہو گیا ہے۔ تمہاری آنکھوں کے جادو نے مجھے جکڑ سا لیا ہے۔ تم جیسا حسین اس دنیا میں کوئی ہو نہیں سکتا۔ پلیز ایسی باتیں کر کے مجھے مایوس مت کرو میں تمہیں کبھی دھوکہ نہیں دوں گا۔ میں تمہارے بغیر جی نہیں پاؤں گا فضا اس کی باتیں سن کر خوش ہو رہی تھی۔ پھر کچھ دیر بعد وہ دونوں گھروں کو چلے گئے۔

سحر میں نے ایک پروگرام بنایا ہے سیر کا یہ دیکھو ٹکٹ میں کل ہی تمہارے ساتھ بحری جہاز کے سفر پہ جائیں گے۔ اور خوب انجوائے کریں گے۔

واقعی علی۔ وہ خوشی سے بولی۔

ہاں واقعی۔ بس تم جانے کی تیاری کرو۔

ٹھیک ہے جناب میں ابھی سے تیاری کر لیتی ہوں اتنا کہہ کر وہ تیاری کرنے لگی جبکہ علی جا کر اپنے کمرے میں سو گیا۔ دوسرے دن ہی وہ دونوں جہاز پر سوار ہو گئے۔ اور جہاز سمندری لہروں میں چلنے لگا۔ یہ بہت ہی بڑا بحری جہاز تھا۔ جس پر کئی لوگ سوار تھے اور سب ہی جوڑیوں کی صورت میں تھے یہ جہاز سمندر اور سمندر کے ساتھ جنگل اور جزیروں کی سیر کرواتا تھا سب کچھ سمندری لہروں سے لطف لے رہے تھے جہاز کے چاروں طرف گرل لگی ہوئی تھیں جن سے ٹانگیں نیچے لٹکا کر کئی جوڑے بیٹھے ہوئے تھے سمندری جہاز لہروں کو چیرتا ہوا رواں دواں تھا۔ سحر کھوئی کھوئی سی تھی جیسے کچھ ہونے والا ہو۔ علی اس کی طرف ہی دیکھ رہا تھا تب وہ بولا۔

سحر کیا بات ہے بہت خاموش ہو۔

نہیں علی میں تو یہ دیکھ رہی ہوں کہ تم کتنا پیار کرتے ہو مجھ سے کہ مجھے گھمانے کے لیے یہاں سہانے سفر پہ لے آئے ہو۔ میں تمہیں بہت چاہتی ہوں اور تم میرے ہو بس۔ تم میری زندگی ہو اور تم سے جدا ہوتے ہی میں خود ہی مر جاؤں گی۔ وہ بہت ہی غور سے اس کی باتیں سنتا جا رہا تھا۔ لیکن سحر یہ نہیں جانتی کہ اس کے دل میں کیا کیا لاوا ابل رہا ہے وہ اس کو کیوں یہاں لایا ہے۔

بحری جہاز اپنی پوری رفتار سے سمندر میں دوڑ رہا تھا سب لوگ سفر سے لطف اٹھا رہے تھے ایک دوسرے سے باتیں کرنے میں محو تھے کہ اچانک جہاز کو جھٹکے لگنے لگے لوگوں میں ایک خوف ہراس پھیل گیا افراتفری پھیل گئی اور پھر ایک چٹان سے جہاز ٹکرا گیا چٹان سے ٹکراتے ہی جہاز ڈوبنے لگا کہ کچھ لوگوں نے چھلانگیں لگا دیں اور چٹان پر اترنے لگے ان اترنے والوں میں سحر اور علی بھی علی نے سحر کا ہاتھ مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔ اس کے دل میں کئی بار یہ بات آئی تھی کہ وہ سحر کا ہاتھ چھوڑ دے لیکن نجانے وہ ایسا کیوں نہیں کر رہا تھا جہاز مکمل طور پر ڈوب گیا تھا جو لوگ وہاں جانیں بچانے کے لیے اترے تھے ان کی تعداد اتنی زیادہ نہ تھی اس چٹان کے پیچھے بہت ہی خوفناک جنگل موجود تھا جس میں لوگ جانے لگے یہاں درخت پتوں سے بے نیاز تھے اور ان کی ٹہنیاں بہت بھیانک انداز میں بکھری ہوئی تھیں درختوں کے خشک پتے پورے جنگل میں پھیلے ہوئے تھے جن پر قدم پڑتے ہی جنگل میں خوفناک آوازیں گونجنے لگتیں۔ سب لوگ دن میں ہی اس جنگل سے خوف کھا رہے تھے اور یہاں سے وہ نکل جانا چاہتے تھے بھوک سے سب نڈھال ہو گئے تھے چلتے چلتے وہ لوگ

تھک گئے تھے کہ دور سے انہیں کوئی شے آتی ہوئی دیکھائی دی جو ان کے قریب آئی جا رہی تھی جب وہ شے ان کے قریب آئی تو خوف سے سب کی چیخیں نکل گئیں وہ تعداد میں چار تھے ان کے جسم تو انسان کے تھے پر شکل کسی شیر کی طرح تھی ان کے ہاتھ بہت بڑے اور ناخن کسی خنجر کی مانند تھے ان کے جسم پر بڑے بڑے بال تھے اور منہ سے چار دانت باہر لٹک رہے تھے ان بلاؤں نے چھلانگ لگا کر چار بندوں کو دبوچ لیا اور اپنے خوفناک دانت ان بندوں کی گردن میں پیوست کر دیئے اور ان کا خون پینے لگے پھر ان بلاؤں نے اپنے ناخنوں کی مدد سے ان بندوں کی لاشوں کو چیر پھاڑ دیا باقی لوگ اس بھیانک منظر سے بت بنے ہوئے کھڑے تھے پورا جنگل ان بندوں کی چیخوں سے گونج رہا تھا ایک بلا نے سحر کو بھی دبوچ لیا علی اچانک اس وار کے لیے تیار نہ تھا پر سحر پر حملے سے وہ سحر کی طرف بھاگا اور بلا کے چنگل سے سحر کو آزاد کرانے لگا بلا نے ایک ہاتھ علی کو مارا تو علی دور جا گرا اس کی قمر درخت کے تنے سے ٹکرائی سحر زور سے چیخ رہی تھی اسے اپنی موت یقینی نظر آ رہی تھی بلا سحر پر جھکی ہوئی تھی اچانک وہاں نذیر کی روح آ گئی اس نے چاروں بلاؤں کی طرف انگلی سے اشارہ کیا تو اس کی انگلی سے سرخ شعاعیں نکلیں جو بلاؤں پہ پڑی اور انہیں آگ لگ گئی سارا جنگل بلاؤں کی چیخوں سے گونجنے لگا سحر بلاؤں کو جلتا ہوا چھوڑ کر علی کی طرف دوڑی جو درخت کے پاس پڑا تھا سحر علی کے قریب پہنچ گئی اور بولی۔

علی تم ٹھیک تو ہو ناں۔

ہاں میں ٹھیک ہوں لیکن ان بلاؤں کو کس نے مارا ہے۔ اس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

یہ میں بھی نہیں جانتی چلو ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے اس نے علی کو اٹھایا اور اس کے ساتھ جو لوگ وہاں موجود تھے وہ بھی ان کے ساتھ چلنے لگے۔

ایک لمبی مسافت کے بعد ان لوگوں کو سبز درخت دکھائی دیئے جو پھلوں سے لدے ہوئے تھے وہ لوگ وہ پھل توڑ توڑ کر کھانے لگے سحر کو کچھ فاصلے پر نذیر نظر آیا۔ جس کے ہاتھوں میں ناریل تھے وہ سحر کو اشارہ کر رہا تھا وہ ناریل ایک جگہ رکھ کر غائب ہو گیا سحر اور علی دونوں نے جا کر وہ ناریل اٹھا لیے اور ان کو توڑ کر کھانے لگے ان کا پانی پینے لگے۔ نجانے ان پھلوں میں کیا تھا کہ جن لوگوں نے پھل کھائے تھے ان کے جسم پگھلنے لگے ان کی چیخوں کی آوازیں جنگل میں گونجنے لگیں اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ پانی بن گئے۔ لوگ ان سب کو مرتا ہوا پگھلتا ہوا دیکھ کر ڈر گئے اور علی اور سحر بھی ڈر گئے تھے اور آگے چلنے لگے کچھ دور جانے کے بعد ان لوگوں کو ایک جگہ آبادی دکھائی دی سب ہی اس طرف چل دیئے علی اور سحر کو ایک مکان مل گیا یہ چھوٹا سا مکان تھا لیکن بہت ہی خوبصورت تھا دو کمروں پر مشتمل اس مکان میں چارپائی بچھی ہوئی تھی جن پر چادریں بھی موجود تھیں اور اس کی حالت ایسی تھی کہ جیسے کئی سالوں سے اس مکان میں کوئی آیا نہ ہو علی درد کی وجہ سے جلد ہی سو گیا جبکہ سحر کو نیند نہ آئی۔ اس نے مکان کی صفائی شروع کر دی وہ ہر چیز کو غور سے دیکھ رہی تھی ایک طرف اس کو لالٹین دکھائی دی جس کو اس نے جلا دیا۔ وہ لالٹین ہاتھوں میں دوسرے کمرے میں گئی وہ ہر چیز کو دیکھ رہی تھی کہ وہاں نذیر آ گیا۔

کرن تم جانتی ہو یہ گھر کس کا ہے۔

نہیں تو۔

یہ ہمارا گھر ہے یہاں تم اور میں رہتے تھے میری زندگی کے خوشگوار دن یہاں گزرے تھے اور وہ بھی تمہاری محبت کے سائے میں پھر وہ سب ہو گیا جس کا کبھی ہم نے سوچا بھی نہ تھا نذیر یہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔ تو سحر جو نذیر کی باتیں غور سے سن رہی تھی بولی نذیر میں نے آج تک تم سے یہ پوچھا کہ تم مجھے کرن

کیوں کہتے ہو اور تمہاری موت کیسے ہوئی اور کرن کہاں گئی جس سے تم اتنی محبت کرتے ہو کہ تم مرنے کے بعد بھی اسے تلاش کر رہے ہو آج مجھے اپنے اور کرن کے بارے میں بتاؤ میں تمہارے بارے میں سب کچھ جاننا چاہتی ہوں۔

میں تمہیں سحر کہوں یا کرن میں خود بھی نہیں جانتا پر میرا تم سے جو رشتہ ہے وہ محبت خلوص اور چاہت کا ہے جو میں کبھی بھلا نہیں سکوں گا اور تمہاری تلاش میں در بدر بھٹکتا رہا ہوں میں تمہیں شروع سے بتاتا ہوں ہم دونوں اسی گاؤں میں رہتے تھے اور آپس میں کزن تھے ہمیں پتہ بھی نہیں چلا کہ ہم ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار ہو گئے مجھے ہر جگہ صرف تم نظر آتی اور تم بھی مجھے بہت چاہتی تھی ہماری خوش قسمتی تھی کہ ہم دونوں جلد ہی شادی کے بندھن میں بندھ گئے اور اس گھر میں رہنے لگے ہم دونوں ہی ایک دوسرے کو پا کر بہت ہی خوش تھے ہماری زندگی محبت سے گزر رہی تھی پھر ایک دن میں نے آ کر تم سے مری کی سیر پہ جانے کو کہا پر تم نہ مانی میں نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ تمہیں گاؤں سے باہر سیر و تفریح پر لے کر جاؤں گا ہمارا گاؤں چھوٹا سا ہے پر بہت ہی خوبصورت ہے ہم اکثر یہاں کچھ فاصلہ پر ایک جنگل ہے وہاں دیر تک بیٹھے رہتے تھے سارے گاؤں والے ہماری محبت پر رشک کرتے تھے آخر میری ضد کے آگے تم راضی ہو گئی اور ہم یہاں چلے آئے۔ وہ دن بہت حسین تھے ایک تم اور ایک میں ہر جگہ ہر منظر تمہارے ہونے سے مجھے حسین لگتا تھا تم بہت خوش تھی اور میں تمہیں دیکھ دیکھ کر جیتا تھا تمہاری محبت پر مجھے ہمیشہ ناز رہتا تھا اسی طرح ہم وہاں مختلف مقامات پر سیر کرنے لگے ایک دن ہم مری پر چیئر لفٹ پر بیٹھ گئے وہاں بھی تم نے منع کیا پر میری ضد پر تم مان گئی پھر وہ منحوس گھڑی بھی آ گئی ہم چیئر لفٹ پر بیٹھے تھے اور چاروں طرف دیکھ رہے تھے اور محبت بھری باتیں کر رہے تھے کہ اچانک تمہارا حفاظتی ہینڈل ٹوٹ گیا اور تم نیچے گر گئی میں اس اچانک حادثہ کے لیے تیار نہ تھا مجھے کچھ سمجھ نہ آ رہی تھی کہ آخر میں نے چلتی لفٹ سے چھلانگ لگا دی تم پانی میں آ رہی تھی اور پانی میں ہی غائب ہو گئی مجھے ہوش آیا تو میں نے تمہیں بہت ڈھونڈا میں مر چکا تھا پر میری روح وہی تھی جہاں تم گری تھی میں نے ہر جگہ تمہیں تلاش کیا پر تم نہ ملی میں واپس نہ گیا بلکہ تمہیں ہی تلاش کرتا رہا۔ پھر میں ایک عامل کے ہاتھ لگ گیا جس نے مجھے قید کر لیا اور مجھ پر کئی منتر پڑھ کر پھونکنے لگا میں ہر وقت وہاں ہی تمہاری یاد میں گم رہتا میرا بس نہیں چل رہا تھا وہاں سے نکل کر تمہیں ڈھونڈوں آخر کئی سالوں بعد مجھ میں بہت سی طاقتیں آ گئی وہ عامل بہت خوش تھا میں نے اسے مکمل تسلی دی کہ میں اس کے ساتھ ہوں روزانہ اس کے لیے جنگل سے گیدڑ اور دوسرے جانوروں کو لاتا اور وہ ان جانوروں کو مار کر ان کا خون پیتا تھا ایک دن وہ خون پی رہا تھا کہ میں نے اسے ختم کر دیا اور تمہاری تلاش میں دوبارہ سے شروع کر دی۔ آخر کار ایک دن تم مجھے اپنے گھر پہ شیشے کے سامنے نظر آ گئی میں اس دن بہت خوش تھا میں اس وقت تمہارے سامنے آنا چاہتا تھا پر مجھے یاد آیا کہ میں تو روح ہوں اور اچانک سامنے دیکھ کر تم ڈر جاؤ گی میں نے پورا دن تمہارا ساتھ گزارا تمہیں زندہ دیکھ کر میں بہت خوش تھا اور تم علی کو چاہتی تھی اور وہ تمہیں یہ جان کر مجھے بہت تکلیف ہوئی پر میں خاموش رہا کیونکہ میں تو ایک روح تھا اور روحوں کے ساتھ زندگی بسر نہیں کی جاتی اس لیے میں تمہیں خوش دیکھ کر خوش ہو گیا پر خود کو روک نہ پایا اور تمہارے سامنے آ گیا پھر میں نے فیصلہ کیا کہ جب تک ہر طرح سے مطمئن نہ ہو جاؤں میری پرچھائی تمہارے ساتھ رہے گی اور پھر اب تک میں تمہارے ساتھ ہوں نذیر کی کہانی سن کر سحر رنجیدہ ہو گئی اور بولی۔

پر کرن کہاں گئی۔ اور یہ مکان اور گاؤں خالی

کیوں ہے۔نذیر بولا۔

میں خود ابھی یہاں لوٹا ہوں اس بارے میں نہیں جانتا کہ ہمارا گاؤں کیسے ویران ہو گیا۔سحر نذیر کو غور سے دیکھ رہی تھی آج اس نے پہلی بار نذیر کو نظر اٹھا کر دیکھا تھا نذیر بہت ہی خوبصورت تھا اس کا قد درمیانہ تھا پر رنگ بہت ہی سفید تھا اور اس کے چہرے پر سب سے خاص چیز اس کا ڈمپل تھا جو اسے اور زیادہ حسین بنا رہا تھا سحر اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

نذیر کرن بہت خوش قسمت تھی جسے تم جیسا حسین اور اتنی محبت کرنے والا انسان ملا تھا تمہاری محبت بہت عظیم ہے اور تم خود بھی بہت عظیم ہو جو مرنے کے بعد بھی اپنی محبت کا بھرم نبھا رہے ہو کاش میرا علی بھی تمہاری طرح ہوتا وہ بھی تمہاری طرح مجھے پیار کرتا پر اس نے تو ایک لڑکی کی وجہ سے مجھے مارنے کا فیصلہ کر لیا تھا تمہاری جیسی محبت دنیا میں کوئی کسی سے نہیں کر سکتا پر افسوس کہ تم اب زندہ نہیں ہو سحر کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تو نذیر بولا۔

نہیں تم رو ؤ مت سب ٹھیک ہو جائیگا۔تم صبر کرو میں ہر لمحہ تمہارے ساتھ ہوں ورمیری پرچھائی تمہیں تمہاری منزل تک پہنچا کر ہی دم لے گی اتنا کہہ کر نذیر کی روح غائب ہو گئی۔

دوسرے دن سب نے وہاں سے جانے کا مشورہ کیا پر وہاں پر ہر طرف جنگل تھا جن سے وہ سب خوف زدہ تھے ایک طرف ایک کچا روڈ تھا وہ اس پر چلتے ہوئے ایک جھیل کنارے جا پہنچے۔

کیا سوچ رہے ہو۔سحر نے علی سے پوچھا۔

کچھ نہیں اپنی غلطیوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔خیر تم بتاؤ کہ یہ جگہ کیسی ہے۔

یہ گاؤں بہت ہی خوبصورت ہے پر میں اس بات پر حیران ہوں کہ یہاں کے لوگ کہاں گئے ہیں

یہ تو مجھے بھی نہیں پتہ کہ کہاں گئے اتنے خوبصورت گاؤں کو چھوڑ کر۔پھر وہ دونوں کافی دیر تک باتیں کرتے رہے اور شام کو دوبارہ اپنے مکان میں آ گئے علی کچھ دیر بعد سو گیا جبکہ سحر پھر وہاں سے دوسرے کمرے میں جانے لگی نذیر کی روح پہلے سے وہاں موجود تھی۔

سحر آج میں تمہیں کسی سے ملانے لایا ہوں۔

کس سے۔سحر نے پوچھا۔

نذیر کے پیچھے سے ایک لڑکی نکلی سحر اس لڑکی کو دیکھتی ہی رہ گئی وہ ہو بہو اس جیسی تھی۔یہ میری کرن ہے تم نے پوچھا تھا کہ یہ گاؤں خالی کیوں ہے اور یہاں کے لوگ کہاں گئے تو کرن نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے۔تم اس کی زبان سے سن لو۔

سحر جب میں چیئر لفٹ سے گری تو میں پانی میں گری تھی اور وہاں نہانے والے لوگوں نے مجھے نکال دیا پر ان کے مطابق علی جہاں گرا تھا اس کا سر پتھر سے ٹکرایا تھا اور پانی اسے بہا کر لے گیا تھا میں نے کافی دیر نذیر کا انتظار کیا پر وہ نہ ملا نہ آیا آخر میں کہاں جاتی اس لیے میں گاؤں لوٹ آئی یہاں پہنچ کر پتہ چلا کہ ہمارے گاؤں میں قیامت برپا ہو گئی تھی یہ گاؤں بہت امن پسند تھا پر ایک دن یہاں گاؤں کے بڑے زمیندار کے گھر چوری ہو گئی جس ایک یوسف نامی شخص نے عارف پر الزام لگا دیا لوگوں نے عارف کو پتھر سے باندھ دیا اور پتھروں سے اسے مارنے لگے وہ لہولہان ہو گیا۔اور انکے پتھروں سے وہ مر گیا لوگ اسے جنگل میں پھینک کر چلے گئے عارف ایک روح بن گیا۔اس نے سارے گاؤں والوں کو مار دیا۔میں جب یہاں آئی تو پورا گاؤں خالی دیکھ کر رونے لگی پر ایک بابا جو عارف کی بدروح سے بچ گیا تھا اس نے مجھے سہارا دیا اور میں اس کے ساتھ رہنے لگی میں ہر وقت نذیر کا انتظار کرتی اپنے گھر یہاں کبھی نہ آتی یہاں آ کر مجھے نذیر کی یاد اور ستاتی اور اسی لیے بابا کے گھر رہنے لگی ایک دن میں گھر پر اکیلی تھی بابا باہر گئے ہوئے تھے اچانک دروازہ زور زور سے پیٹا گیا میں نے جلدی

سے دروازہ کھولا باہر ایک طرف بابا گرا پڑا تھا اور عارف کی روح جس کا جسم خون سے بھرا ہوا تھا اور جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا اس نے بابا کو اپنے ناخنوں سے نوچ ڈالا۔ پھر وہ میری طرف بڑھا میں بھاگ نکلی میں اس جنگل میں چھپ رہی تھی کبھی کہیں کبھی کہیں میرے پیچھے عارف کی روح لگی ہوئی تھی مجھے ایک طرف سیڑھیاں نظر آئیں میں ان سیڑھیوں سے نیچے اترنے لگی وہاں زمین کچھ گیلی تھی اور ایک طرف ہڈیوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا عارف کا ڈھانچہ بھی میرے پیچھے تھا پھر میں زمین پر گر گئی میرے سامنے ایک انسانی سر پڑا تھا جو گوشت سے بے نیاز تھا اور اس کی خوفناک آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں پھر میری ٹانگیں کسی نے زمین میں کھینچی اور میں کمر تک زمین میں دفن ہو گئی۔ میرے منہ سے چیخیں نکل رہی تھیں پھر ایک ہاتھ جو خون سے بھرا ہوا تھا میرے منہ کے پاس سے زمین کو چیرتا ہوا باہر نکلا اور میری گردن دبوچ لی میرے جسم میں بہت درد ہو رہا تھا اس ہاتھ کی گرفت میری گردن پر پڑتے ہی مجھے زمین کی گہرائیوں میں لے گئی میں مر چکی تھی پر میری روح یہاں ہر وقت نذیر کا انتظار کرتی رہ گئی۔ مجھے یقین تھا کہ میرا نذیر ایک دن ضرور آئیگا سو آج وہ میرے پاس آ گیا۔ اتنا کہہ کر کرن چپ ہو گئی تو سحر بولی۔

مجھے تمہاری کہانی سن کر بہت ہی دکھ ہوا ہے لیکن خدا نے تم دونوں کو ملا دیا۔

ہاں لیکن اب ہم تم دونوں کو بھی ملائیں گے علی کے دل میں تمہارے لیے وہی پیار ڈالیں گے جو کبھی ہوتا تھا یہ سن کر سحر بہت ہی خوش ہوئی اتنے میں باہر سے چیخوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں علی بھی اٹھ گیا تھا پھر سب باہر آئے باہر لاشیں پڑی تھیں علی اور سحر کے ساتھ جو لوگ آئے تھے وہ سب خون میں بھیگے ہوئے مردہ پڑے تھے علی نے سحر کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا اور کہا۔

سحر یہ جگہ خطرے سے خالی نہیں ہے ہمیں یہاں سے نکلنا ہوگا۔ پوری رات اور دن وہ سوچوں میں ڈوبے رہے۔ علی بولا

ہم یہاں سے نکلیں تو کیسے نکلیں۔

سحر بولی میں ابھی آتی ہوں۔

نہیں تم مجھے چھوڑ کر کہیں بھی نہیں جاؤ گی

نہیں علی مجھے کچھ نہیں ہوگا میں بس دو منٹ میں آئی یہ کہہ کر سحر کمرے سے باہر نکل گئی ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ علی کو سحر کی چیخ سنائی دی وہ دوڑ کر باہر آیا وہاں ایک بدروح سحر کے جسم کو نوچ رہی تھی اور سحر بری طرح چیخ رہی تھی علی کچھ فاصلے پر کھڑا تھا اس کے پہنچنے تک سحر مر چکی تھی اور بدروح غائب ہو گئی تھی علی سحر کی لاش سے لپٹ گیا۔ اور رونے لگا۔ وہ کہہ رہا تھا سحر میں تمہارا قاتل ہوں یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے میں نہ تمہیں یہاں لاتا نہ تم مجھ سے جدا ہوتی سحر میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ پلیز سحر اٹھ جاؤ علی نے خود کو مارنے کا فیصلہ کر لیا اور وہاں پڑا ہوا ایک خنجر اٹھا لیا۔ ابھی وہ مارنے ہی والا تھا کہ سحر دور سے دوڑتی ہوئی اس کے پاس آئی اور بولی علی ایسا مت کرنا میں زندہ ہوں علی جو اپنے حواس کھو چکا تھا سحر کو دیکھنے لگا وہ لاش غائب ہو چکی تھی سحر ایک مکان سے نکل کر آئی تھی علی بھاگ کر سحر کے پاس گیا اور اسے زندہ سلامت دیکھ کر خوش ہو گیا اور کہنے لگا سحر مجھے معاف کر دو میں بھٹک گیا تھا پر میں جان گیا ہوں کہ تم میری زندگی ہو۔

آؤ علی میں تم کو کسی سے ملاتی ہوں۔ پھر سب کچھ بتاؤں گی۔ اتنا کہہ کر وہ اس کو ایک کمرے میں لے گئی جہاں نذیر اور کرن موجود تھے علی سحر کو دیکھتے ہی بولا۔

یہ کون ہیں۔

علی یہ نذیر ہے جو ایک روح ہے اور اس کے ساتھ اس کی کرن ہے یہ دونوں مر چکے ہیں جو منظر

ابھی تم نے دیکھا ہے یہ حقیقت ہونے والا تھا پر نذیر نے ایک بار پھر مجھے بچالیا ہے اور اس بدروح کو ختم کردیا ہے۔ علی میں تمہارے اور فضا کے بارے میں سب جانتی ہوں کہ تم مجھے مارنا چاہتے تھے میں نے ایک بار تمہیں گھر پہ بتایا تھا کہ مجھے ایک پرچھائی دکھائی دیتی ہے تم نے یقین نہیں کیا تھا یہ وہی پرچھائی ہے جس نے ہر دم میری مدد کی تم جنگل میں ان بلاؤں کے اچانک جلنے پر حیران تھے وہ بھی نذیر نے کیا تھا سب تو یہ ہے کہ تمہاری بے وفائی کے بعد نذیر نے مجھے ہر لمحہ سہارا دیا۔ لیکن میں تم سے پوچھتی ہوں کہ تم نے ایک لڑکی کے پیچھے لگ کر مجھے مارنے کا اتنا بڑا فیصلہ کیوں کیا۔ سحر اپنا صبر کھو چکی تھی وہ بری طرح سے رو رہی تھی علی جو قریب ہی شرمندہ کھڑا تھا سحر کے قریب آیا اور بولا۔

سحر میں بھٹک گیا تھا پر میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب کبھی تمہیں خود سے دور نہ کروں گا میں نے جب جب تمہیں خود سے جدا ہوتے ہوئے دیکھا میری سانس بند ہونے لگی میں جان گیا ہوں تم میری زندگی ہو میری سانس ہو اور سانس کے بغیر بھی کوئی زندہ رہ سکتا ہے پلیز مجھے معاف کردو۔ سحر اس کی باتیں سن کر اس کا دکھ دیکھ کر اس نے فوراً اس کو معاف کردیا کیونکہ وہ اس کو مزید دکھی نہیں دیکھ سکتی تھی۔ پھر سحر نے علی کو نذیر اور کرن کی تمام داستان سنائی وہ حیران ہو رہا تھا کہ کرن ہو بہو سحر کی طرح تھی۔

آؤ میں تم لوگوں کو یہاں سے نکالوں تم کو تمہاری دنیا میں پہنچا دوں نذیر نے کہا۔ تم لوگ اپنی آنکھوں کو بند کرلو۔ ان دونوں نے اپنی آنکھوں کو بند کرلیا۔ جب آنکھیں کھولیں تو وہ اپنے شہر میں تھے۔ ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی نذیر اور کرن ان کے سامنے کھڑے تھے اب ہمیں چلنا ہے مجھے میری کرن مل گئی ہے اور اب میرا دنیا میں کوئی کام نہیں ہے اتنا کہہ کر ان دونوں کی روحیں آسمان کی طرف جانے لگی اور یہ

دونوں ان کو جاتا ہوا دیکھتے رہ گئے۔ پھر ایک گاڑی میں جا بیٹھے اور اس گاڑی نے ان کو ان کے گھر کے سامنے جا اتارا۔ سحر صحن میں بیٹھ گئی اور علی بھی اس کے پاس بیٹھ گیا اور بولا۔

سحر تم نے مجھے معاف کردیا ناں دیکھو اب میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ ایسا کبھی بھی نہیں سوچوں گا میں بہت شرمندہ ہوں ایک بات جان چکا ہوں کہ تم میری زندگی ہو اور تمہارے جیسے مجھے اور کوئی نہیں مل سکتا۔ اور نہ ہی مجھے اب کسی اور کی ضرورت ہے اس کی بات سن کر سحر بولی۔

علی میں نے دل سے تمہیں معاف کردیا ہے تمہیں دکھی پریشان میں دیکھ بھی نہیں سکتی ہوں تم سے اتنا پیار کرتی ہوں کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے ہو اب دوبارہ ایسا سوچنا بھی مت مجھے خود سے دور کرنے کے بارے میں ورنہ میں مر جاؤں گی۔

علی نے کانوں کو ہاتھ لگا لیے اور سحر مسکرانے لگی پھر علی نے اپنا سر سحر کی گود میں رکھ دیا اور سحر اس کے بالوں میں پیار سے ہاتھ پھیرنے لگی اور ساتھ ہی یہ غزل گنگنانے لگی۔

صدیوں سے ترستے ہیں تیری آغوش میں سونے کیلئے
اب اگر آؤ تو نیندوں سے نہ جگانا ہم کو
جی بھر کے سوئیں گے تیرے پہلو میں ہم
تم اپنے ہاتھوں کی لمس سے بہلانا ہم کو
ہم نے برسوں سے کئے ہیں چراغ ہو سو
تم ان چراغوں کی طرح اب نہ جلانا ہم کو
تیری قربت کے لیے ترپتی ہے روح تک میری
تم اپنے پیار کے سائے میں چھپانا ہم کو
میسر نہ ہو تیرا قرب ہمیں اے ہمدم
پھر جاتے ہوئے اپنے ہاتھوں سے مٹی میں ملانا ہم کو

قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے نوازیئے گا۔

بھید

۔۔خالد شاہان لوہار۔صادق آباد۔۔قسط نمبر۵

دوسرے دن تنبی کی تازہ دم فوج نے جنوں اور بھوتوں کی طرح ممفس شہر پر حملہ کر دیا۔ وہ قد آدم ڈھالوں کی آڑ میں سیڑھیاں لے کر آگے بڑھے اور شہر کی دیوار کے نیچے پہنچ گئے۔ فرعون کی فوج نے ان پر تیر برسائے اور کھولتا ہوا تیل انڈیلنا شروع کر دیا۔ بے شمار فوجی جل کر بھسم ہو گئے۔ مگر ان کی جگہ تازہ دم سپاہی آ گئے آخر تنبی کی فوج کے کچھ سپاہی دیوار کے اوپر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے انہوں نے فصیل کے کئی مورچوں پر قبضہ کر لیا۔ فوجیوں کو ہلاک کر دیا۔ اس فتح نے تنبی کی فوج میں نئی زندگی کی ایک لہر پھونک دی۔ وہ پہاڑ بن کر شہر کے بڑے دروازے سے ٹکرا گئے۔ ہاتھیوں نے اس زور سے ٹکریں ماریں کہ شہر پناہ کے دروازے اکھڑ گئے۔ اور گر پڑے تنبی کی فوج فتح کے نعرے لگاتی ہوئی شہر میں داخل ہوئی۔ انہوں نے مصر کا دارالحکومت فتح کر لیا۔ فرعون کی فوج نے بھاگنا شروع کر دیا۔ تنبی کی فوج نے شہر میں لوٹ مار اور قتل عام شروع کر دیا۔ انہوں نے مکانوں کو آگ لگا دی۔ حویلیوں کو لوٹ کر نذر آتش کر دیا۔ تنبی اپنے خاص گھوڑے پر سوار دستے کے ساتھ فرعون کے محل کی طرف بڑھنے لگا۔ فرعون نے اپنے سپاہیوں کے ساتھ محل کے بڑے دروازے پر آخری مقابلہ کیا مگر اب وہ جنگ ہار چکا تھا سپاہی اس کا ساتھ چھوڑ کر فرار ہو رہے تھے تنبی نے لڑتے لڑتے آگے بڑھ کر فرعون پر تلوار کا ایک بھرپور وار کیا اور اس کی گردن قلم کر کے سر نیزے پر چڑھا کر بلند کر دیا فرعون کی ملکہ کو حراست میں لے لیا اور شہزادیوں کو محل کی چار دیواری میں قید کر دیا اس کے بعد اس نے فرعون کا سونے کا تاج سر پر رکھا اور ہیرے موتیوں والے انتہائی قیمتی تخت پر بیٹھ کر اعلان کیا آج سے فرعونوں کا غرور خاک میں مل گیا ہے ممفس کے لوگ آزاد ہیں قتل عام بند کر دیا جائے کسی مکان کو لوٹ کر آگ نہ لگائی جائے لوگوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنے مذہب کے مطابق عبادت کریں کسان کھیتوں کا کام کریں انہیں ہر طرح کا آرام دیا جائے گا ان پر ناجائز ٹیکس ہٹا دیئے جائیں گے فرعون یہاں کا خدا بن بیٹھا تھا۔ مگر میں خدا نہیں ہوں میں آپ کا بادشاہ تنبی ہوں۔ ایک خوفناک کہانی

چلتے چلتے وہ جنگل سے باہر نکل آیا اب اس کے سامنے کسی گاؤں کی بستی کا ایک چھوٹا سا بازار تھا جہاں ننگ دھڑنگ حبشی بچے مٹی سے کھیل رہے تھے دکانوں میں سیاہ فام حبشی بیٹھے تھے کالی کالی حبشی عورتیں چیزیں خرید رہی تھیں شاہان بازار میں سے گزر رہا تھا اس نے محسوس کیا کہ لوگ اس کے مصری لباس کو عجیب و غریب نگاہوں سے دیکھ رہے تھے دو چار بچے اس کے نیلے رنگ کے کرتے کو دیکھ کر اس کے پیچھے تالیاں بجانے لگے شاہان کچھ گھبرا سا گیا۔ اور ایک دکان کے سامنے کھڑا ہو گیا اس دکان پر تیر کمان بک رہے تھے شاہان نے دیکھا کہ یہ تیر کمان کسی سنہری دھات کے تھے جبکہ مصر میں جہاں سے وہ آ رہا تھا سیاہ دھات کے تیر کمان استعمال ہوتے تھے وہ اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ حبشی دکاندار نے اپنی زبان میں کچھ پوچھا۔ شاہان وہ زبان نہیں جان سکا تھا۔ اس نے اشاروں سے تیر کی قیمت پوچھی دکاندار نے ہاتھ سے کچھ اشارہ کیا۔
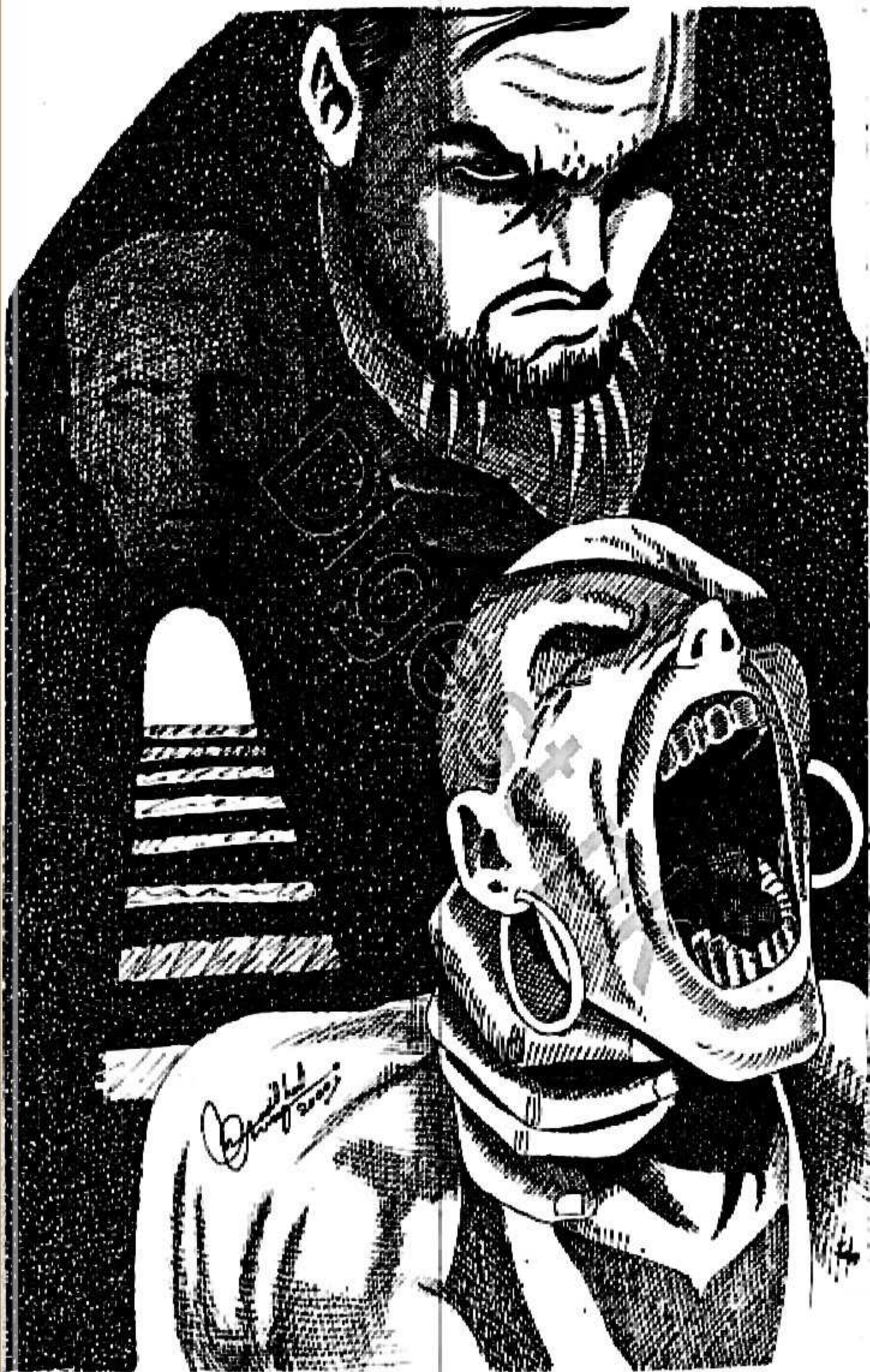
شاہان نے جیب سے سونے کے چند سکے نکال کر اس کے آگے رکھ دیے تاکہ اسے جتنے سکوں کی ضرورت ہو وہ لے لے۔ دکاندار سکوں کو دیکھ کر حیران ہو گیا اس نے فوراً آواز دے کر ساتھ کے دکاندار کو اکٹھا کر لیا۔ سبھی سونے کے سکوں کو دیکھ کر حیران ہونے لگے۔ آخر ایک بوڑھا حبشی آگے بڑھا اور اس نے ٹوٹی پھوٹی پرانی قبطی زبان میں شاہان سے پوچھا یہ سکے تم نے مصر کے کون سے اہرام سے کھودے ہیں شاہان نے کہا کہ وہ تو ابھی دو روز پہلے مصر سے سکے جیب میں ڈال کر چلا ہے اس نے کسی اہرام سے کھودے نہیں ہیں بلکہ اپنے گھر سے لایا ہے بوڑھا آدمی سکتے میں آ گیا اس نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے یہ سونے کے سکے تو آج سے ایک ہزار برس پہلے مصر کے فرعون آلون کے زمانے میں چلا کرتے تھے شاہان پر گویا بجلی سی گری تو کیا وہ ایک ہزار سال آگے نکل آیا ہے کیا اس کے چاچا فرعون آلون اور والدہ ملکہ نفران کو مرے ایک ہزار سال بیت گیا ہے۔ وہ اسی حیرانی میں تھا کہ حبشی بولا۔

اے نوجوان مصری۔ تم کہاں سے آرہے ہو۔ مصر کے شہر تھیبس سے وہاں میرا گھر ہے مگر مصر کا شہر تھیبس کو تباہ ہوئے تو ایک ہزار سال بیت گیا ہے۔ اسکے تو محض کھنڈرات باقی ہیں اب تو مصر کا دارالسلطنت ممفس شہر ہے شاہان کو چکر آ گیا۔ وہ ایک پتھر پر بیٹھ گیا دکاندار اسے تعجب سے دیکھ رہے تھے۔

بوڑھے حبشی نے کہا تم مصر کے شہر سے کب روانہ ہوئے تھے۔

میں پرسوں بادبانی جہاز پر بیٹھ کر وہاں سے چلا تھا۔

تمہارا جہاز کہاں ہے۔

سمندر کے کنارے کھڑا ہے۔

بوڑھے حبشی نے کچھ ساتھیوں کو ساتھ لیا اور سمندر کے کنارے جا پہنچا لیکن وہاں دور دور کوئی بھی جہاز کھڑا دکھائی نہ دیا۔

میں تو ابھی ابھی جہاز کو سمندر کے کنارے چھوڑ کر آیا ہوں بوڑھے حبشی نے محسوس کیا کہ نوجوان مصری کا دماغ ٹھکانے نہیں رہا۔ اسنے شاہان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

بیٹے تم یہاں بیٹھ کر تربوز کا ٹھنڈا پانی پیو شاید تمہارے دماغ میں گرمی چڑھ گئی ہے۔

لیکن لیکن میں آپ سے بالکل سچ کہہ رہا ہوں میں پرسوں مصر کے شہر سے بادبانی جہاز میں بیٹھ کر چلا تھا وہاں میرے چاچا آلون کو سپہ سالار نے قتل کر دیا تھا اور سارے دکاندار قہقہہ لگا کر ہنس پڑے بوڑھے حبشی نے کہا اے نوجوان تمہارے پاگل ہونے میں اب کوئی شبہ نہیں رہا کیونکہ آلون اور اس کی ملکہ نفران کو قتل ہوئے ایک ہزار سال بیت چکے ہیں۔ ان کی قبریں بھی اہرام کے اندر پرانی ہو گئی ہیں جس سپہ سالار ارمان نے انہیں قتل کر کے تخت پر قبضہ کیا تھا اس کی ہڈیاں بھی قبر میں گل سڑ گئی ہیں۔ شاہان نے حیرت سے ان کو دیکھا اور کہا۔

تو اب مصر پر کس کی حکومت ہے۔

سمبل کے پڑپوتے کی جو ایک کمزور حکمران ہے اور اشوری حملہ آوروں کی زد میں رہتا ہے۔ مصر کی حکومت کمزور ہو کر زوال کی طرف جا رہی ہے شاہان کو یقین ہو گیا تھا کہ آواز کی بات سچ ہو گئی ہے اور بادبانی جہاز میں سفر کرتے کرتے وہ ایک ہزار سال آگے نکل آیا ہے۔ سب لوگ مر کھپ گئے ہیں مگر وہ زندہ ہے اور زندہ رہے گا یہ بات وہ کسی کو بتانا نہیں چاہتا تھا اتنے میں بازار میں شور سا مچا اور لوگ ادھر ادھر ہٹ گئے۔ ایک گھوڑا سوار وہاں آ کر رک گیا۔

یہاں کیا ہو رہا ہے۔ اس نے پوچھا۔
اے معزز سردار یہ نوجوان کہتا ہے کہ یہ فرعون آلون کے مصر سے آرہا ہے۔ حالانکہ فرعون آلون کو مرے ہوئے ایک ہزار سال بیت چکے ہیں اس کے پاس فرعون آلون کے دور کے سونے کے سکے بھی ہیں جو آج کل کہیں بھی نہیں چلتے ہیں حبشی سوار گھوڑے سے اتر پڑا اسنے پہلے شاہان کو سر سے لے کر پاؤں تک گھورا اور پھر کہا اس کا لباس بھی ایک ہزار سال پرانے مصر کا ہے تمہارا نام کیا ہے نوجوان۔
شاہان۔
تم کون ہو۔
میں مصر کا شہزادہ ہوں آلون میرا چاچا ہے۔ اور ملکہ نفران میری والدہ ہے سب لوگ قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔ سردار نے ہاتھ اٹھا کر کہا خاموش چاروں طرف خاموشی چھا گئی۔ سردار نے کہا۔ سونے کے سکے مجھے دکھاؤ۔ شاہان نے سونے کے سکے سردار کو دیئے سردار سکوں کو ہتھیلی پر لے کر غور سے دیکھنے لگا سکے بالکل نئے چمکیلے تھے اور ایسا لگتا تھا کہ ابھی ابھی شاہی خزانے سے نکالے گئے ہوں۔ کھدائی میں نکلے ہوئے سکے سیاہ پڑ چکے تھے سردار بھی چکر میں آ گیا۔ اس نے پوچھا۔
تم مصر سے کس طرح یہاں پہنچے۔
اپنے بادبانی جہاز پر۔
تمہارا جہاز کہاں کھڑا ہے۔
میں جہاز کو ساحل سمندر پر چھوڑ کر آیا تھا لیکن لوگ کہتے ہیں کہ وہاں سمندر کنارے کوئی بھی جہاز نہیں ہے۔
میں خود حیران ہوں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔
بوڑھے حبشی نے کہا معزز سردار سمندر خالی ہے وہاں کوئی جہاز نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس نوجوان کے دماغ میں گرمی چڑھ گئی ہے۔
سردار نے شاہان کی نبض دیکھی اور کہا۔ تمہیں بخار معلوم ہوتا ہے
شاہان نے کہا۔ میں خود حکیم ہوں۔ اور مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ میں تندرست ہوں۔
پھر تم پاگلوں جیسی باتیں کیوں کر رہے ہو۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم ایک ہزار سال پیچھے سے زندہ سلامت چلے آ رہے ہو۔
یہ حقیقت ہے معزز سردار میں نے جہاز میں ایک ہی دن میں ایک ہزار سال عبور کر لیے ہیں۔ لوگوں نے پھر قہقہے لگائے اور شاہان کا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ سردار نے لوگوں کو چپ کراتے ہوئے کہا۔
میرے ساتھ آؤ جوان تمہیں آرام کی ضرورت ہے اس بستی میں تمہیں میری حویلی کے سوا اور کہیں آرام نہیں ملے گا حبشی سردار شاہان کو ساتھ لے کر اپنی حویلی میں آ گیا سردار کی حویلی اس بستی کے کنارے پر تھی اس کے ارد گرد زیتون اور کھجوروں کے درختوں کا بڑا گھنا اور بڑا خوبصورت باغ تھا جہاں سیاہ پتھر کے تخت بچھے ہوئے تھے سردار شاہان کو اپنے کمرے میں لے گیا جہاں دیواروں پر تلواریں اور نیزے سجے تھے فرش پر حسین اور قیمتی ایرانی قالین اور عربی ریشم کی چادریں بچھی ہوئی تھیں سردار نے پوچھا کیا کھاؤ پیو گے۔
مجھے بھوک نہیں ہے اور پیاس بھی نہیں ہے۔ سردار ہنس پڑا اس نے تالی بجائی۔ ایک حبشی خادمہ چاندی کے طشت میں تازہ کٹا ہوا رس دار تربوز اور کھجوریں لے کر اندر آئی اور ان کے درمیان رکھ دیا اور واپس چلی گئی سردار

نے کہا۔ اب مجھے بتاؤ کہ تم کون ہو اور کہاں سے آرہے ہو اور یہ ایک ہزار سال پرانے سونے کے سکے تم نے کہاں سے حاصل کیے ہیں شاہان نے شروع سے لے کر آخر تک کہانی سچ سچ سنا دی سوائے اس کے کہ وہ نئے دور کی دنیا سے آیا ہے کیونکہ یہ بات یہاں آتے ہی وہ بھول چکا تھا یہاں اس کے ذہن سے بھلا دی گئی تھی بہر حال سردار اس کی بات سن کر گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ اسے شاہان کی باتوں سے صاف علوم ہو رہا تھا کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہا ہے مگر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ ایک ہزار سال سے زندہ ہے اور اسے موت نہیں آئی اس کے باوجود شاہان کی باتوں پر یقین نہیں کر سکتا تھا کیونکہ کوئی بھی انسان اس دنیا میں رہتے ہوئے ایک ہزار سال زندہ نہیں رہ سکتا سردار نے کہا شاہان تم آرام کرو شاید نیند پوری کر لینے کے بعد تمہارے دماغ پر اچھا اثر پڑے۔ اب شاہان نے پوچھا۔

اس ملک کا نام کیا ہے۔ جہاں اس وقت موجود ہوں۔

تم اس وقت ملک افریقہ میں ہو اور یہاں تنی بال کی حکومت ہے میں صوبے کے گورنر کا بھانجا ہوں اور اس بستی کا سردار ہوں مصر میں فرعونوں کی حکومت ختم ہو چکی ہے اور اس وقت وہاں خانہ جنگی ہو رہی ہے ہمبل کے پڑپوتے فرعون کو لوگ قتل کرنے کی فکر میں ہیں ہمارا بادشاہ تنی مصر پر حملہ کرنے والا ہے پھر مصر پر ہماری حکومت ہو گی شاہان نے کہا۔

مجھے یقین نہیں آرہا۔

سردار ہنس پڑا تم ہمارے لباس اور اپنے لباس کو دیکھو اور اپنی زبان ہماری زبان کو دیکھو اپنے سونے کے سکوں اور ہمارے چمڑے کے سکوں کو دیکھو اپنی پرانی بھدی تلوار اور ہماری تلوار اور تانبے کی دھات کے تیر کمان دیکھو کیا تمہیں ان سب میں ایک ہزار سال کا فرق دکھائی نہیں دے رہا۔

شاید تم ٹھیک کہتے ہو سردار۔

اچھا اب تم آرام کرو صبح باتیں ہوں گی۔ سردار چلا گیا۔ شاہان اکیلا بستر پر لیٹ کر غور کرنے لگا۔ کہ خدا جانے اب حالات کیا رخ اختیار کرتے ہیں وہ ہمیشہ کے لیے زندہ کر دیا گیا ہے اب یہ معلوم نہیں کہ اسے تاریک کے کس کس دور سے کون کون سی مصیبتیں برداشت کرتے ہوئے گزرنا ہوگا۔ جس بات کا اسے یقین تھا کوئی اس پر اعتبار نہیں کرے گا اس لیے اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اسی ملک کے لوگوں کا بھیس بدل کر رہے گا اور اب کسی سے نہیں کہ گا کہ وہ ایک ہزار سال سے زندہ آرہا ہے۔ حبشی سردار ساری رات غور کرتا رہا۔ اسے معلوم تھا کہ افریقہ کا بادشاہ تنی مصر پر حملہ کر کے اسے فتح کرنا چاہتا ہے اگر سردار اس سلسلے میں تنی کی مدد کرے تو وہ فوج میں ایک اعلیٰ مقام حاصل کر سکتا ہے اسکے لیے ضروری تھا کہ شاہان کو استعمال کیا جائے اور اسے مصر کے تازہ ترین حالات معلوم کرنے کے لیے اس سے جاسوسی کرائی جائے سردار نے فیصلہ کر لیا کہ وہ شاہان کو ساتھ لے کر بادشاہ تنی کے دربار میں جائے صبح اٹھ کر اس نے شاہان کے ساتھ ناشتہ کرا اور کہا۔

شاہان میں چاہتا ہوں کہ تم ہمارے ملک میں آئے ہو تو تمہاری ملاقات بادشاہ تنی سے کرائی جائے وہ تم سے مل کر یقیناً بہت خوش ہوگا کیا تم ہمارے بادشاہ تنی سے ملنا چاہو گے۔ شاہان نے سوچا کہ اب اسے اپنے آپ کو تاریخ کے حوالے کر دینا چاہیے جو ہوگا دیکھا جائے گا ویسے بھی اس کی خواہش تھی کہ ایک معمولی مسافر کی طرح ایک سردار کی حویلی میں پڑا رہنے سے بہتر ہے کہ دربار میں کوئی اعلیٰ مقام حاصل کیا آخر وہ مصر کا شہزادہ ہے وہ اس ماحول میں ہرگز نہیں رہ سکتا سردار نے اس کے دل کی بات کہی تھی وہ تو چاہتا تھا کہ بادشاہ تک رسائی حاصل

کرے سردار نے خوش ہو کر کہا۔ بس ٹھیک ہے ہم کل ہی دارالحکومت ایلام کی طرف روانہ ہو جائیں گے دوسرے دن سردار اپنے محافظوں اور شاہان کو ساتھ لے کر ایلام کی طرف روانہ ہو گیا ایلام افریقہ کی اس بستی سے تین دن کی مسافت پر تھا اعلیٰ نسل کے تازہ دم عربی گھوڑوں پر سوار سردار اور شاہان نے یہ سفر دو دن اور دو پہر میں طے کر لیا۔ تیسرے دن انہیں دوسرے ایلام شہر کی فصیل نظر آنے لگی ایلام کا شہر بہت بڑا تھا اس کے اردگرد ایک بڑی مضبوط چوڑی فصیل تھی جس کے چار دروازے تھے فصیل کے اردگرد پانی سے بھری ہوئی ایک گہری کھائی چلی گئی تھی فصیل کے برجوں پر ہر وقت پہرے دار موجود رہتے تھے ایلام کے اندر بادشاہ ہنی کا شاہی محل تھا شہر کے بڑے دروازے سے داخل ہوتے ہی پہریداروں نے انہیں روک لیا۔ سردار نے اپنی شاہی انگوٹھی دکھائی پہریداروں نے ادب سے سر جھکا دیا اور بگل بجا کر سردار کا خیر مقدم کیا شاہان بڑی شان سے سردار کے ہمراہ شہر میں داخل ہو گیا شہر میں ہر طرف چہل پہل تھی لوگ زرق برق لباس میں ملبوس تھے اور خوش حالی دکھائی دے رہی تھی دکانوں کے اندر مشک اور قیمتی جواہرات چاندی کے برتنوں اور ہر قسم کا سامان بھرا ہوا تھا کارواں سراؤں کے باہر سپاہی اور مزدور لکڑی کے تختوں پر بیٹھے پھلوں کا رس پی رہے تھے ایک بازی گر چوک کے بیچ میں رسی تانے اس میں رقص کر رہا تھا اور لوگ تالیاں بجا رہے تھے مندر میں ڈھول بجے جا رہے تھے۔ سردار ایک شاندار حویلی کی ڈیوڑھی میں آ گیا یہاں دیواروں پر بیش قیمت قالین ہرن اور شیر کی کھالیں لٹک رہی تھیں زمین پر کم خواب کا فرش بچھا ہوا تھا چاندی کی تپائیوں پر رنگین صراحیوں میں انگوروں کا رس بھرا ہوا تھا جگہ جگہ دیوار گیروں میں چاندی کے شمعدان رکھے تھے جس میں زیتون کا تیل پڑا ہوا تھا اس رات سردار نے شاہان کے اعزاز میں دعوت دی اور شہر کے معززین کو بھی بلایا۔ سردار نے ان سب سے شاہان کا تعارف کرتے ہوئے کہا یہ میرا دوست اور ایک بہادر شامی سردار ہے وہ شاہان کو مصر کا باشندہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ ایلام میں لوگ مصریوں کو اپنا دشمن خیال کرتے تھے اور ان سب کو معلوم تھا کہ بادشاہ ہنی مصر پر چڑھائی کی تیاریاں کر رہا ہے۔ دعوت میں کئی بھنے ہرن مور خرگوش اور نیل گائے ذبح کئے گئے دسترخوان پر ہر قسم کا بھونا ہوا گوشت طرح طرح کے پھل خشک باداموں کے آنے کی روٹی اور انگوروں کا رس موجود تھا دعوت جاری تھی ہر طرف ایک شور وغل مچا ہوا تھا کہ سردار شاہان کو ساتھ لے کر حویلی کے باغ میں آ گیا سنگ مرمر کے حوض میں سرخ مچھلیاں تیر رہی تھیں اور فوارے چل رہے تھے سردار نے کہا۔

شاہان بادشاہ سے کل ملاقات ہو گی میں نے ہنی بال بادشاہ کو پیغام بھجوا دیا ہے اور سنو میں تمہیں بادشاہ سے شام کے ایک سردار کا بہادر بیٹا کہہ کر ملاؤں گا یاد رکھو بادشاہ کو یہ کسی صورت میں معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ تم مصری ہو ہاں یہ ضرور کہوں گا کہ تم مصر کے شاہی دربار میں کچھ عرصہ گزار چکے ہو۔

شاہان بولا۔ سردار جیسا تم کہتے ہو ایسا ہی ہو گا اگر تمہاری یہی مرضی ہے کہ میں بادشاہ پر یہ ظاہر نہ ہو کہ میں مصر کا شہزادہ ہوں تو ایسا نہیں ہو گا۔

اس میں تمہاری بھلائی ہے شاہان۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں ہنی کے دربار میں اعلیٰ مقام دلواؤں کیا تمہاری یہ خواہش نہیں کہ تم شاہی لباس میں بادشاہ کے دربار میں بیٹھو۔

ضرور میں تو یہی چاہتا ہوں بلکہ میری شروع ہی سے یہی خواہش رہی ہے کہ دربار میں رہوں۔

تو پھر میں جس طرح کہتا ہوں اسی طرح عمل کرنا پھر تم بہت جلد دربار میں وہ مقام حاصل کر لو گے کہ بڑے بڑے درباری تم پر رشک کریں گے۔

فکر نہ کرو سردار۔ میں تمہاری ہر ہدایت کے مطابق آگے چلوں گا تم جو کچھ کہو گے اسی پر عمل کروں گا شاباش شاہان مجھے تم سے یہی امید تھی اور پھر تمہاری بھلائی بھی اسی میں ہے کل ہم دربار میں چلیں گے بے شک۔

دوسرے دن سردار نے شاہان کو بڑا قیمتی اور شاندار لباس پہنایا۔ خود بھی شاہی خلعت زیب تن کیا اور سجے سجائے گھوڑوں پر سوار ہوکر شاہی محل کی جانب چل پڑا شاہی محل شہر کے درمیان میں ایک اونچے ٹیلے پر واقع تھا سنگ مرمر کی سیڑھیوں والا راستہ محل کے بڑے دروازے تک جاتا تھا دروازے پر دربان نے انہیں روکا۔ سردار نے اپنی شاہی انگوٹھی دکھائی تو دروازہ کھل گیا۔ اب وہ محل کی چاردیواری میں داخل ہو چکے تھے یہ محل مصر کے بادشاہوں کے محل سے بالکل مختلف تھا محل کے ستون تکونے تھے اور محرابیں بھی تکون کی شکل میں تھیں سارے کا سارا محل سرخ پتھر کا بنا ہوا تھا اور اس پر کسی قلعے کا گمان ہوتا تھا سردار شاہان کو ساتھ لے کر دربار کے بڑے ہال میں آ گیا یہاں درباریوں نے سردار سے ملاقات کی سردار نے تمام درباریوں کا شاہان کا یہ کہہ کر تعارف کروایا کہ وہ شام کے ایک سردار کا بیٹا ہے اور بادشاہ سلامت کی قدم بوسی کا شرف حاصل کرنے آیا ہے یقیناً یہ شاہی نوجوان ہمارے عظیم ترین شہنشاہ سے مل کر بہت خوش ہو گا شاہان نے کہا۔

کیوں نہیں مجھے شہنشاہ کی محبت ہی یہاں تک کھینچ لائی ہے۔

سردار بہت خوش ہوا کہ شاہان نے ٹھیک اس کی ہدایت پر عمل کیا ہے اتنے میں سارا محل طبل اور تاشوں کی تیز آوازوں سے گونج اٹھا۔ اس کے ساتھ ہی سارے درباری اپنی اپنی جگہوں پر ادب سے سر جھکائے کھڑے ہو گئے سارے دربار میں گہرا سناٹا چھا گیا جہاں ایک پل پہلے اتنا شور تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی وہاں اب ایسی خاموشی چھا گئی تھی کہ اگر ایک تنکا بھی گرے تو اس کی آواز آ جائے۔ معلوم ہوا کہ بادشاہ سلامت تنتی تشریف لا رہے ہیں لمبے تڑنگے فوجی سپاہیوں کا دستہ ہتھیاروں سے لیس دربار میں داخل ہو کر تخت کے پیچھے کھڑا ہو گیا اس کے ساتھ ہی افریقہ کا جابر اور سنگ دل بادشاہ تنتی دربار میں داخل ہوا وہ فوجی لباس میں تھا تلوار اس کے پہلوں میں لٹک رہی تھی اس کے سر پر سونے کا تاج تھا بازوؤں میں سونے کی زنجیریں چڑھی ہوئی تھیں اس کی شکل بڑی ڈراؤنی تھی گھنی سیاہ داڑھی مونچھوں میں چہرہ تانبے کی طرح چمک رہا تھا۔ آنکھیں سرخ چیتے کی مانند تھیں وہ آگے بڑھ کر سنگ سرخ کی سیڑھیاں چڑھتا ہوا تخت پر بیٹھ گیا۔ اس تخت پر دنیا جہان کے قیمتی ہیرے جواہرات جڑے ہوئے تھے اس کا ہاتھ کا اشارہ کیا اور ایک بوڑھے درباری نے آگے بڑھ کر کہا۔

حضور کا سایہ رعایا پر سلامت رہے تمام درباریوں نے سر جھکا کر کہا پھر وزیر دربار نے آگے بڑھ کر سر جھکایا اور بادشاہ کے قدموں پر مقدس تیل کا نشان بنا دیا۔ پھر وہ اسی طرح الٹے قدموں پر واپس آ کر ایک طرف چپ چاپ سر جھکائے کھڑا ہو گیا۔ وزیر دربار چمڑے کی دستاویز کھول کر پڑھنے لگا تھا کہ تنتی نے بلند آواز میں کہا ہمارے بھانجے سردار ایمات کو پیش کیا جائے سردار درباریوں کی قطار میں سے باہر نکل آیا اس نے تخت کے پاس جا کر دو بار جھک کر تنتی کو سلام کیا۔ اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ بادشاہ تنتی نے پوچھا

ایمات وہ شاہی نوجوان کہاں ہے۔ جس کو تم ہم سے ملانے کے لیے لائے ہو۔

خدمت اقدس میں حاضر ہے عالی جاہ۔

اسے پیش کرو۔

جو حکم عالی جاہ اس کے ساتھ ہی سردار نے اشارہ کیا شاہان شاندار شاہی لباس میں ملبوس آگے بڑھا اور بادشاہ کو تین بار سلام کیا اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ دربار میں ایک سکتہ طاری تھا شاہان ان کے مطابق

بادشاہ کو سلام نہیں کیا تھا۔ وزیر جنگ نے آگے بڑھ کر شاہان کی گردن کو جھکانا چاہا مگر ہٹی نے ہاتھ اٹھا کر کہا اسے مجبور نہ کیا جائے۔ دربار میں سناٹا طاری ہو گیا ہٹی نے پوچھا۔

اے نوجوان تم کہاں سے آئے ہو۔

شاہان نے سردار کے رٹے رٹائے فقرے دہرائے۔ ہٹی تخت سے اتر کر شاہان کے قریب آیا شاہان نے دیکھا کہ ہٹی ایک ہٹا کٹا تنومند آدمی ہے۔ ہٹی نے شاہان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ شاہان کی رگوں میں بھی شاہی خون گردش کر رہا تھا اگر وہ بھی شاہی خاندان سے نہ ہوتا تو شاید ہٹی کی خوفناک نظروں کو برداشت نہ کر سکتا تھا مگر شہزادہ ہونے کی وجہ سے وہ دربار میں ایک سنگ دل اور جابر بادشاہ کے سامنے بڑے وقار اور جرات کے ساتھ کھڑا تھا ہٹی نوجوان شاہان کی جرات اور پروقار شخصیت سے بہت متاثر ہوا کہنے لگا تمہاری نیلی آنکھیں بتا رہی ہیں کہ تم شام کے مصری سرحد کے قریب رہنے والے ہو۔ یہ سوال بڑا خطرناک تھا سردار نے اس پر غور ہی نہیں کیا تھا وہ پریشان ہو گیا۔ کہ نجانے شاہان اس کا کیا جواب دے مگر شاہان بادشاہوں کے مزاج اور دربار کی سیاست کو اچھی طرح جانتا تھا اس نے فرعون کا عظیم الشان شاذشوں والا دربار دیکھا تھا ہٹی کا دربار اسے ڈرا نہیں سکتا تھا اس نے جھٹ سے کہا۔ جہاں پناہ آپ کا اندازہ بالکل درست ہے میرے دادا شام کے مصری سرحد کے رہنے والے ہیں ہٹی نے اچانک غصہ میں آ کر کہا۔

مگر تم مصری نہیں ہو ٹھیک ہے ناں۔

شاہان جھٹ سے بولا میں مصری نہیں ہوں عالی جاہ مصریوں نے میرے آباؤ اجداد کو قتل کر کے ان کی جاگیر پر قبضہ کر لیا تھا میں تو مصریوں کو اپنا دشمن سمجھتا ہوں۔

ہٹی نے خوش ہو کر کہا۔ شاباش شاباش۔ ہمیں ایسے نوجوان کی ضرورت تھی میرے بھانجے نے تمہاری بہت تعریف کی تھی تم دربار کے بعد مجھ سے ملنا شاہان نے سر جھکا کر کہا جو حکم عالی جاہ۔

دربار برخاست ہو گیا ہٹی چلا گیا درباریوں نے شاہان اور سردار کو گھیر لیا اور شاہان کی جرات کی داد دینے لگے شام کو سردار ہٹی کے خاص محل میں آ گیا ہٹی کمرے کے وسط میں کھڑا زمین پر بنا ہوا جنگ کا نقشہ دیکھ رہا تھا اس نے اپنے بھانجے کو اندر آتے دیکھا اور پھر بڑے غور سے نقشے کو دیکھنے کے بعد سردار کی طرف پلٹ کر بولا۔

کیا یہ شاہی سردار کا بیٹا مصر کے درباریوں سے واقف ہے۔

جہاں پناہ یہ نوجوان اپنے باپ کے ساتھ کئی برس فرعون کے دربار میں رہا ہے۔

ہٹی نے زمین پر زور پر پاؤں مارتے ہوئے کہا۔ پھر تم کیوں نہیں مصر روانہ کرتے اسے کیا تمہیں اس پر بھروسہ نہیں ہے۔

سردار نے کہا۔ پورا پورا بھروسہ ہے جہاں پناہ۔

ہٹی بولا ہوں اگر اس نے غداری کی تو میں مصر پہنچ کر اس کا سر قلم کر دوں گا۔

وہ ایسا نہیں کرے گا۔ عالم پناہ اسے آپ سے عقیدت ہے سردار نے یقین دلایا۔

ٹھیک ہے اسے کل زر و جواہرات دے کر مصر روانہ کر دو اور کہو کہ مصری فوج کی پوری پوری تعداد کے بارے میں پوری معلومات حاصل کر کے جلد میرے پاس آئے

جو حکم عالم پناہ۔ سردار نے جھک کر کہا اور واپس اپنی حویلی کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں وہ یہی سوچتا آ رہا تھا کہ اگر شاہان نے پوری کی پوری جاسوسی کی تو ہٹی کی فتح یقینی ہو گی اور اسے ضرور کوئی بڑا عہدہ انعام میں

مل جائے گا۔ سردار اسی عہدے کے لالچ میں شاہان کو مصر میں جاسوسی کرنے کے لیے بھیج رہا ہے شاہان اس لیے مصر جانے پر راضی ہو گیا تھا کہ وہ اپنی ماں کی قبر پر دعا پڑھنے کے علاوہ یہ بھی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا واقعی ایک ہزار برس گزر چکے ہیں اور تھیبس کا شہر تباہ ہو کر کھنڈر بن چکا ہے۔

رات کو سردار اپنے ساتھ شاہان کو ایک قہوہ خانے میں لے گیا۔ یہ قہوہ خانہ شہر ایلام کے مشرقی دروازے کے پہلو میں تھا یہاں لوگ لکڑی کی چوکیوں کے اردگرد بیٹھے قہوہ پیتے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہیں کوئی سپاہی جنگ میں اپنی بہادری کی کہانی سنا رہا تھا کہیں کوئی بیوپاری دوسرے تاجر سے کاروبار کی بات کر رہا تھا کہیں کوئی ملاح سمندر کے عجیب وغریب واقعات سنا رہا تھا۔ قہوہ خانے کے اندر ہلکا ہلکا شور مچ رہا تھا سردار کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر قہوے خانے کا مالک لپک کر آگے بڑھا اور اس نے جھک کر سلام کیا۔

اگر حضور پسند فرمائیں تو میں سیاہ انگوروں کی بیل کے نیچے تخت بچھادوں۔

سردار نے کہا۔ ہاں وہاں مناسب رہے گا یہاں شور ہے ہم کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔

جو حکم حضور۔

قہوہ خانے کے مالک نے اسی وقت قہوہ خانے کے عقب میں سیاہ انگوروں کے باغ میں مشعل جلا کر سنگ سرکا تخت بچھادیا اور اوپر فرطوم کا سفید کھیس ڈال دیا شاہان اور سردار وہاں بیٹھ گئے قہوہ آ گیا۔ اور وہ قہوہ پیتے ہوئے باتیں کرنے لگے شاہان نے قہوہ کی تعریف کی اور کہا۔

ایلام میں قہوہ بہت ہی لذیذ ہوتا ہے۔

سردار بولا۔ جنوبی افریقہ اپنے لذیذ اور خالص قہوہ کے لیے مشہور ہے اس کے بعد وہ تینی کے درباری باتیں کرنے لگے شاہان تینی کی مردانہ وجاہت اور سپاہیانہ شخصیت سے بہت متاثر ہوا تھا سردار نے مناسب موقع دیکھ کر بات شروع کرتے ہوئے کہا۔

شاہان تم مصر جا کر وہاں بعض ضروری معلومات حاصل کر کے لاؤ تینی مصر پر آخری اور فیصلہ کن حملہ کرنا چاہتا ہے لیکن اس سے پہلے وہ مصری فوج کی تعداد کے بارے میں مکمل تفصیل چاہتا ہے۔ شاہان کو معلوم تھا کہ سردار اس سے یہی بات کہے گا اور وہ مصر جا کر یہ معلومات فراہم کرنے کے لیے ذہنی طور پر راضی بھی تھا کہ مصر کے فرعون نے اس کی والدہ اور چاچا کو قتل کر کے اس خاندان کی بنیاد ڈالی تھی جو آج وہاں حکمران تھا شاہان چاہتا تھا کہ اس کاندان کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائے تاکہ وہ اپنی والدہ کے قتل کا انتقام لے سکے پھر بھی وہ سردار پر یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ وہ جاسوسی کرنے پر صرف اس کی خاطر راضی ہو رہا تھا اس نے کہا۔

معزز سردار۔ جاسوسی اچھا کام نہیں لیکن میں تمہاری خاطر کام بھی کر لوں گا لیکن میری ایک شرط ہے۔

میں تمہاری ہر شرط ماننے کو تیار ہوں۔

شرط یہ ہے کہ اگر میری معلومات اگر درست ہوئی تو میں تینی کے دربار میں ایک عہدہ طلب کرنے میں حق بجانب ہوں۔

میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں دربار میں عہدہ دلواؤں گا۔

تو پھر میرے مصر پہنچنے کا بندوبست کیا جائے۔

سردار بہت خوش ہوا کہ شاہان نے بہت جلد اس کی بات مان لی تھی وگرنہ اسے خیال تھا شاہان تو مصر کے شاہی خاندان سے اپنی والدہ کے قتل کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔ سردار نے اسی روز شاہان کے مصر کی طرف کوچ کرنے کا

بندوبست کر دیا شاہان کے ساتھ اس نے چھ سواروں کا ایک دستہ جن کا فرض یہ تھا کہ وہ شاہان کو اپنی حفاظت میں مصر کے سرحد پر چھوڑ کر واپس آ جائیں منہ اندھیرے یہ چھوٹا سا قافلہ مصر کی جانب روانہ ہو گیا۔ ایلام شہر سے مصر کی سرحد سات دن رات کی مسافت پر تھی۔ دن کے وقت یہ لوگ سفر کرتے اور رات کو کوئی مناسب جگہ دیکھ کر پڑاؤ کر لیتے۔ چھٹے روز شام کے وقت یہ لوگ صحرا میں سفر کر رہے تھے کہ اچانک آسمان پر دھند سی چھا گئی ہوا بند ہو گئی اور حبس سا ہو گیا۔ سپاہیوں نے فوراً ایک جگہ ریت میں خیمے لگا دیئے شاہان نے سفر جاری رکھنے کے لیے کہا تو سپاہی نے کہا۔

سردار بڑا زبردست آندھی کا طوفان آ رہا ہے۔ اگر ہم نے خیموں میں پناہ نہ لی تو ہم ریت کے تودوں میں دب کر رہ جائیں گے اور ایسا ہی ہوا ابھی وہ مشکل خیمے کے اندر گھس کر لیٹے بھی نہ تھے کہ خیمے کے باہر آندھی چلنا شروع ہو گئی۔ یہ آندھی اس قدر تیز تھی کہ خیمے کے باہر ہزاروں شیر دھاڑتے محسوس ہو رہے تھے ساری رات آندھی چلتی رہی سپاہی خیموں کو ہاتھوں اور پاؤں سے تھامے رہے ہر لمحہ یہی فکر تھا کہ ابھی خیمہ اڑ جائے تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد سپاہی تیز آندھی میں باہر نکل کر خیمے کے اوپر پڑی ہوئی ریت صاف کرتے اگر وہ ایسا نہ کرتے تو یقیناً ریت کے نیلے تلے دبک کر رہ جاتے رات کے پچھلے پہر طوفان ختم گیا آسمان ایک دم صاف ہو گیا انہوں نے خیموں سے باہر نکل کر دیکھا صحرا کا نقشہ ہی بدلا ہوا تھا جہاں پہلے نیلے تھے وہاں صحرا تھا اور جہاں پہلے صحرا تھا وہاں اب ریت کے بڑے بڑے نیلے کھڑے ہو گئے تھے انہوں نے خیمے اکھاڑ کر گھوڑوں پر رکھے اور ستاروں کی رہنمائی میں سفر شروع کر دیا۔ صبح کو سورج نکل آیا اور رات کی شبنم میں بھیگی ٹھنڈی ریت ایک پہر دن گزرنے کے بعد انگاروں کی طرح گرم ہونا شروع ہو گئی مگر انہوں نے پاؤں کے گرد چمڑا لپیٹ رکھا تھا اور سروں پر دھوپ سے بچنے کے لے عمامے باندھے رکھے تھے۔ دوپہر کے وقت انہوں نے ایک نخلستان میں پڑاؤ کیا یہ نخلستان صحرا کے بیچ میں تھا جنت کا ٹکڑا معلوم ہو رہا تھا کھجوروں کے جھنڈ کی ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں میں چشمہ بہہ رہا تھا اس چشمے کا پانی بڑا ٹھنڈا اور میٹھا تھا انہوں نے خود بھی جی بھر کر پیا اور گھوڑوں کو بھی نہلا کر پانی پلایا۔ تیسرے دن جب دھوپ ڈھلنے لگی تو وہ ایک بار پھر تازہ دم ہو گئے اور اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ ساری رات وہ صحرا میں ستاروں کی ہلکی ہلکی روشنی میں سفر کرتے رہے ستارے آسمان پر بڑے بڑے ہیرے موتیوں کی طرح چمک رہے تھے سپاہی ستاروں کی رہنمائی میں چلنے کے عادی تھے چنانچہ جب رات ڈھل گئی اور آسمان پر صبح کی ہلکی ہلکی روشنی پھیلنے لگی تو انہیں دور ملک مصر کے اہرام دکھائی دیئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ مصر کی سرحد میں داخل ہونے والے تھے سرحد کے پاس آ کر سپاہیوں نے شاہان کو خدا حافظ کہا اور واپس ایلام کی سمت مڑ گئے۔

شاہان ملک مصر کی سرحد پر اکیلا ہی کھڑا تھا یہ وہ ملک تھا جہاں کی آب و ہوا میں وہ پل کر جوان ہوا تھا۔ اور جس کے ایک فرعون نے اس کی والدہ کو زہر دے کر ہلاک کر دیا تھا اس کا دل انتقام کی آگ میں جلنے لگا اسے یوں محسوس ہوا۔ کہ اگر اس نے ارمان فرعون کے خاندان سے انتقام نہ لیا تو اس کی ماں اور نیک دل چاچا کی روح تڑپتی رہے گی مصر کی سرحد میں وہ ایک ہزار سال کے بعد داخل ہو رہا تھا اس اثنا میں جانے کتنے ہی فرعون مسر کے تخت پر بیٹھ کر مر کھپ گئے تھے اس وقت مصر کے تخت پر سمبل کا پڑپوتا تھا وہ ایک کمزور اور عیش پسند فرعون تھا اپنے آرام کی خاطر وہ لوگوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح قتل کروا دیتا تھا۔ ہر طرف خانہ جنگی کا سماں تھا مصر کی سلطنت دم توڑ رہی تھی سرحدوں پر چاروں طرف سے چھوٹے چھوٹے ملک حملہ کرتے اور لوٹ مار کر کے واپس بھاگ جاتے ملک میں ہر طرف ایک افرا تفری مچی ہوئی تھی جس وقت شاہان مصر کی سرحد میں داخل ہوا تو اسے چند ایک

مصری فوجیوں نے روک لیا۔

کون ہو تم اور کہاں سے آرہے ہو۔ شاہان اس وقت ایک شہر شہر پھر کر بیماروں کا علاج کرنے والے حکیم کے بھیس میں تھا اس نے کہا میرا نام شاہان حکیم ہے۔ میں فلسطین کے صوبے سے آرہا ہوں میں دکھی اور بیمار انسانوں کا علاج کرتا ہوں سپاہی نے کہا۔

تم ٹھیک وقت پر ہی آئے ہو۔ ہمارا ایک سپاہی کل سے سخت بیمار ہے اس کا علاج کرو اگر تم نے اسے تندرست کر دیا تو تمہیں سرحد عبور کرنے کی اجازت مل جائے گی۔ ورگرنہ تمہیں اسی جگہ قتل کر دیا جائے گا شاہان دل میں گھبرا گیا۔ کہ وہ یہ کس مصیبت میں پھنس گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اسے اپنی دوائیوں اور خدائے واحد پر بھروسہ تھا اس نے کہا۔

مجھے مریض کے پاس لے چلو۔

آؤ میرے ساتھ۔ پہریدار نے کہا اور شاہان کو لے کر ایک چوکی کی طرف کوٹھڑی میں داخل ہو گیا۔ کوٹھڑی کے اندر ایک مصری سپاہی کھجور کی چٹائی پر پڑا ہوا تھا۔ وہ نیم بے ہوش تھا۔ بخار سے اس کا جسم پھک رہا تھا شاہان نے اس کی نبض دیکھی پھر اس کیا آنکھوں کو کھول کر دیکھا اپنی صندوقچی میں سے جڑی بوٹیوں کا عرق نکال کر مٹی کے پیالے میں ڈالا اور بے ہوش سپاہی کے حلق میں انڈیل دیا اس کے بعد اس نے ٹھنڈی ریت کا لیپ اس کے ماتھے پر کرنا شروع کر دیا۔ ریت گرم ہو جاتی تو وہ اسے اتار کر اسی جگہ تازہ ریت کا لیپ کر دیتا۔ چند لمحوں میں مریض کا بخار ٹوٹ گیا۔ اور اس نے آنکھیں کھول دیں سپاہی پہریدار بہت خوش ہوئے اور انہوں نے شاہان کو سرحد عبور کرنے کی اجازت دے دی شاہان نے رب عظیم کا شکر ادا کیا کہ اس کی جان عذاب سے چھوٹ گئی۔

مصر کی سرحد سے ایک کچا راستہ جو کہ پتھروں سے اٹا ہوا تھا اہرام کی طرف جاتا تھا شاہان گھوڑے پر سوار ہو کر اس راستے پر سے گزرتا ہوا اہرام کے کھنڈروں کے پاس پہنچ گیا۔ اسے یاد آرہا تھا کہ آج سے ایک ہزار برس پہلے جب وہ ان اہرام میں آیا کرتا تھا تو ابھی اس کی بنیادیں کھودی جا رہی تھی مگر ایک ہزار برس گزر جانے کیبعد آج اس اہرام کے پتھروں کے ٹکڑے اڑ گئے تھے اور جگہ جگہ خشک جھاڑیاں اگ رہی تھی وہ زمانے کی بے رحم تبدیلیوں پر غور کرتا ہوا آگے گزر گیا۔

سرحد عبور کرتے ہی اسے معلوم ہو گیا تھا کہ فرعون کو قتل کر کے فوج کے سپہ سالار مہا نے تخت پر قبضہ کر لیا ہے اس وقت مصر پر فوج کی حکومت تھی راستے میں شاہان کو کئی ایک فوجی دستے ملے جو گشت کر رہے تھے شاہان اسے سلام کرتا ہوا آگے گزر گیا۔ سب سے پہلے جو بستی اسے ملی وہ ایک چھوٹا سا قصبہ تھا اس قصبے کے کچے مکانوں پر ویرانی چھائی ہوئی تھی شاہانکو پیاس محسوس ہو رہی تھی اس نے ایک مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے کسی نے جواب نہ دیا کئی بار دروازے پر ہاتھ مارنے کے بعد ایک بوڑھے آدمی نے دروازہ کھولا۔ وہ ڈرا ہوا تھا اور اس کی آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی اس نے سہم کر پوچھا۔

کون ہو تم اب ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے جو کچھ تھا مہا کے سپاہی لوٹ کر لے گئے ہیں شاہان نے بوڑھے کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ وہ صرف تھوڑا سا پانی پینا چاہتا ہے کیونکہ اسے پیاس لگی ہے بوڑھے نے ادھر ادھر دیکھا اور کہا۔

اندر آجاؤ شاہان ڈیوڑھی میں ایک چٹائی پر بیٹھ گیا۔ بوڑھے آدمی نے اسے اور اس کے گھوڑے کو پانی پلایا اس نے بتایا کہ مہا نے فرعون کو قتل کر دیا ہے اور لوگوں پر بڑا ظلم کر رہا ہے اسکے سپاہی ہر طرف لوٹ مار کر رہے ہیں

لوگوں کو بے دریغ قتل کر رہے ہیں شاہان نے پوچھا۔

کیا تمہیں معلوم ہے کہ فوجی چھاؤنی کہاں ہے۔

میں پرسوں شہر گیا تھا میں نے دیکھا تھا کہ فوجیوں کی کوٹھڑیاں شہر کے باہر دریائے نیل کے کنارے سپیلکے اہرام کے پاس بنی ہوئی تھیں۔

شاہان نے پوچھا۔ بابا کیا سپا کے پاس بہت زیادہ فوج ہے۔

اگر زیادہ فوج نہ ہوتی تو وہ تخت پر کیسے قبضہ کرتا اس نے بے پناہ فوج بھرتی کر رکھی ہے۔

کیا اس کی فوج میں سنگ باری کرنے والی منجنیقیں بھی ہیں۔

اس کا مجھے علم نہیں۔ مگر تم یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہے ہو

شاہان نے بات ٹالتے ہوئے کہا۔ میں صرف اپنی معلومات میں اضافہ کے لیے پوچھ رہا ہوں اس کے بعد شاہان نے بوڑھے مصری کا شکریہ ادا کیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر آگے روانہ ہو گیا بوڑھے مصری سے اسے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ مصر کے دارالسلطنت کا نام اب ممفس ہے پرانا دارالحکومت تھیبس کھنڈر بن چکا ہے۔ نیا دارالحکومت وہاں سے ایک دن اور ایک رات کے سفر پر واقع ہے شاہان ساری رات سفر کرتا رہا دن چڑھا تو وہ ایک نخلستان کے قریب سے گزر رہا تھا یہاں اس نے چشمے کا ٹھنڈا پانی پیا۔ اور انگور توڑ کر کھائے گھوڑے کو بھی گھاس پر چرنے کے لیے چھوڑ دیا کچھ دیر آرام کرنے کے بعد وہ ممفس کی طرف چل پڑا سورج غروب ہو رہا تھا کہ اسے مصر کے سب سے بڑے شہر اور دارالحکومت ممفس کی فصیل کے آثار نظر آئے شہر کے دروازے پر اس نے پہریداروں نے روک لیا تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو کہاں جانا ہے یہاں بھی شاہان نے یہی کہا کہ وہ فلسطین کے ایک صوبے سے آ رہا ہے وہ حکیم ہے چل پھر کر بیماروں کا علاج کرتا ہے اور ممفس میں اپنے ایک دوست حکیم سے ملنے آیا ہے۔ اس نے پہریداروں میں مشک اور نافہ تقسیم کیا اور یوں اسے شہر میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی وہ مصر کے نئے دارالحکومت ممفس میں داخل ہو گیا اس شہر کو آباد ہوئے ایک ہزار سال گزر گئے تھے ایک ہزار برس پہلے شاہان کے زمانے میں اس شہر کا کہیں نام و نشان نہ تھا یہ شہر بھی دریائے نیل کے کنارے ہی آباد تھا مگر یہ اوپر کی طرف تھا یہاں سیلاب کا خطرہ نہیں تھا شاہان رات ہونے سے پہلے ایک کارواں سرائے میں پہنچ گیا یہاں پہلے ہی سے ایک قافلہ اترا تھا اور ہر طرف بڑی چہل پہل تھی مگر شاہان نے محسوس کیا کہ لوگوں کے چہرے پر ایک پریشانی اور وحشت سی ہے کوئی بھی شخص اسے مطمئن نظر نہ آیا نوکر کو کچھ سکے دے کر اس نے گھوڑے کے چارے پانی کا بندوبست کرنے کا کہا اور خود تھوڑا بہت کھانا کھا کر سرائے کے صحن میں لکڑی کی ایک چوکی پر بیٹھ گیا۔ اور قہوہ پینے لگا سرائے کا مالک بھی اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا۔

میری بیوی کئی سال سے بیمار ہے اگر تم اس کا علاج کر دو تو میں ساری عمر تمہارا احسان مند ہونگا۔ میں اس کا علاج کر دوں گا تمہاری بیوی ضرور اچھی ہو جائے گی۔ شاہان نے سرائے کے مالک کی بیوی کا علاج شروع کر دیا۔ ایک ہفتے کے اندر اندر بیمار عورت تندرست ہو گئی سرائے کے مالک نے خوش ہو کر کہا۔

تم اس کے عوض مجھ سے جو مانگو گے تمہیں دوں گا۔

شاہان نے کہا مجھے اور کچھ نہیں چاہیے صرف اپنے سرائے کے ایک کمرے میں کچھ عرصہ رہنے کی اجازت دے دو میں اس کے عوض تمہیں پوری اجرت دوں گا۔

نہیں۔ میں تمہارا حق تمہیں ضرور دوں گا۔ شاہان بہت خوش ہوا کہ اس کی رہائش کا مسئلہ بغیر کسی شور شرابے

کے بڑی آسانی سے حل ہو گیا۔ اس نے بازار سے کچھ ضروری سامان خریدا اور سرائے کے ایک کمرے میں ڈیرہ لگا لیا۔ اب اس نے سب سے پہلا یہ کام کیا کہ پرانے دارالحکومت تھیبس کا پتہ دریافت کیا اور ایک روز اس کی جانب چل پڑا یہیں اس نے اماں کے گھر پرورش پائی تھی اس جگہ وہ اپنے بے وفا دوست ارمان کے ساتھ کھیلا کرتا تھا اسی ارمان نے فرعون بننے کے بعد اس کی والدہ ملکہ کو زہر دے کر ہلاک کر دیا تھا اسی شہر کے باہر اہرام میں اس کی ماں کی قبر تھی شاہان اپنی ماں کی قبر پر دعائیں پڑھنا سب سے پہلا اپنا فرض سمجھتا تھا پرانے شہر کے کھنڈر نئے شہر میمفس سے کافی فاصلہ پر تھے اپنے وطن کے کھنڈروں میں پہنچ کر شاہان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے وہاں سوائے ویران کھنڈروں کے اور کچھ بھی نہیں تھا نہ اس کا وہ گھر تھا جہاں وہ پلا تھا نہ وہ آنگن تھا جہاں کھیل کود کر وہ جوان ہوا تھا۔ اس کے بیوفا دوست ارمان کا گھر بھی تباہ برباد ہو گیا تھا اس کے باپ فرعون کا محل ریت اور پتھر کے ڈھیر میں تبدیل ہو چکا تھا کہیں کہیں ایک آدھ ستون کھڑا تھا جو بس گرنے ہی والا تھا بزرگ گرشک کی جھونپڑی کے باقی رہنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا دریائے نیل بھی اپنی جگہ سے ہٹ کر کچھ ہی پرے ہو کر چلنا شروع کر دیا تھا پرانے اہرام کے پتھروں کے کنارے اڑ گئے تھے اور جگہ جگہ خشک جھاڑیاں آگ آئی تھیں شاہان کو اب یقین ہو گیا تھا کہ وہ ایک ہزار سال بعد وہاں آیا ہے۔ حالانکہ ایک ماہ پہلے وہ اپنے شہر اور محل کو ہنستا بستا چھوڑ کر گیا تھا مگر ایک ہزار برس گزر گئے وہ بڑی مشکل سے تلاش کرتا ہوا پرانے اہرام کے غار میں پہنچا اس غار کا دروازہ بڑے سے پتھر سے بند کر دیا تھا اندر جانے کا کوئی راستہ نہ تھا شاہان کو یقین تھا۔ کہ اس کی والدہ ملکہ کی قبر اسی غار میں ہے۔ وہ اپنی ماں کی غار میں دعا پڑھنا چاہتا تھا۔ اہرام کے غار میں جانے کا کوئی راستہ نہ تھا شاہان اپنی والدہ کی قبر پر دعا پڑھے بغیر واپس نہیں جانا چاہتا تھا وہ ایک ہزار برس کے بعد اپنی والدہ کی قبر پر دعا پڑھنے آیا تھا اس نے اہرام اور اس کے غار کو بھی پہچان لیا تھا اسے اس غار میں سے اپنی پیاری ماں کی مامتا کی خوشبو آ رہی تھی مگر سوال یہ تھا کہ وہ اندر کیسے جائے غار کے آگے گرا ہوا بڑا سا پتھر تھا وہ ہزار برس گزر جانے کے بعد وہ پتھر اہرام کا حصہ بن گیا تھا۔ شاہان نے ادھر ادھر سے راستہ تلاش کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ مگر وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ اچانک اسے غار کے اندر پتھر کے کونے سے ایک سوراخ نظر آیا اس نے ہاتھ ڈال کر محسوس کیا کہ اندر مٹی بھر بھری ہے اب وہ وہاں سے مٹی ہٹانے لگا کافی دیر تک بعد میں اس نے غار میں اتنا سوراخ کر لیا۔ کہ وہ رینگ کر غار کے اندر داخل ہو سکے۔ اسے یہ بھی خیال تھا کہ ہزار سال گزر جانے کے بعد جانے اندر کیسے کیسے کیڑے مکوڑے پیدا ہوں گے اس نے پتھر رگڑ کر مشعل جلائی اور خدائے واحد کا نام لے کر رینگتا ہوا غار کے اندر داخل ہو گیا۔ اندر گھپ اندھیرا تھا جیسے جیسے مشعل کی روشنی دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی غار کی چھت سے جالے لٹک رہے تھے فضا میں نمی اور گھٹن تھی مگر ماں کی محبت ان سب بلاؤں پر حاوی ہو چکی تھی اس لیے شاہان غار کے اندر مشعل ہاتھ میں لیے آگے بڑھتا رہا اتنی صدیاں گزر جانے کے بعد اس کی ماں کی قبر کو اس نے پہچان لیا تھا قبر کا پتھر ویسا ہی تھا صرف اس پر چھت سے گری ہوئی مٹی اور ریت جگہ جگہ پڑی تھی شاہان بے اختیار ماں کی قبر سے لپٹ گیا۔ اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ رونے کے بعد جب اس کے دل کا غبار ڈھل گیا تو اس نے ہاتھ اٹھا کر آنکھیں بند کیں اور دعا پڑھنے لگا۔ دعا پڑھنے کے بعد وہ اپنے چاچا کی قبر پر گیا۔ اور وہاں بھی دعا پڑھی۔ وہ ماں کی قبر پر بیٹھ گیا اور اپنی گزری ہوئی اور آنے والی زندگی کے بارے میں غور کرنے لگا وہ ایک ہزار سال سے زندہ تھا موت اسے آ نہیں سکتی تھی اب خدا جانے اسے کتنے ہزار سال اور زندہ رہنا تھا کسی وقت اس خیال سے خوف بھی تھا کہ وہ تاریخ کے ساتھ ساتھ سفر کر رہا ہے وہ ان حکومتوں کو عروج پر جاتے اور پھر برباد ہو کر مٹتے

دیکھ رہا تھا۔ مگر کسی وقت وہ اداس بھی ہو جاتا تھا کہ کہیں وہ اتنی لمبی عمر سے اکتا نہ جائے اگر وہ اکتا گیا تو پھر کیا ہوگا کیونکہ مر تو وہ سکے گا نہیں شاہان نے بیٹھے بیٹھے محسوس کیا کہ اسے کہیں سے پانی کے گرنے کی آواز آرہی تھی وہ مشعل ہاتھ میں لے کر اس طرف چل پڑا جدھر سے پانی کے گرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی یہ آواز ایسی تھی جیسے ہیں قریب ہی پتھروں میں کوئی چشمہ بہہ رہا ہو شاہان آگے بڑھ گیا غار اب بائیں جانب کو گھوم گئیں تھی اور چشمہ بہنے کی آواز زیادہ قریب سے سنائی دے رہی تھی تھوڑی دور چلنے کے بعد شاہان ایک چشمے پر پہنچ گیا یہاں پر پانی اہرام کے پہاڑ کی چھت میں سے ایک پتلی سی دھار کی شکل میں پتھروں میں گر رہا تھا جہاں جمع ہو کر وہ چشمے کی صورت میں بہہ کر غار کے اندر ہی اندر کسی نامعلوم مقام کی طرف جا رہا تھا۔ شاہان نے مشعل ایک طرف رکھ کر چشمے میں ہاتھ ڈالا پانی بے حد ٹھنڈا تھا اس نے پانی کا ایک گھونٹ پیا ہی تھا کہ غار میں زلزلہ آ گیا شاہان خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹا اور دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا زلزلے کی وجہ سے غار کی دیواریں کانپ رہی تھیں اور غار کی چھت میں سے کچھ پتھر نکل کر چشمے کے پانی میں گرے شاہان نے خطرہ محسوس کیا کہ کہیں غار کی چھت نہ بیٹھ جائے وہ مشعل ہاتھ میں لے کر واپس بھاگنے ہی والا تھا کہ زلزلہ رک گیا۔ پھر اسے ایک آواز سنائی دی۔

شاہان کیا تم میری آواز کو پہچانتے ہو۔

شاہان نے فوراً اس آواز کو پہچان لیا۔ یہ اس کے ہمدرد بزرگ گرشنک کی آواز تھی۔ میرے بزرگ گرشنک یہ آپ ہی کی آواز ہے میں نے آپ کی آواز پہچان لی ہے۔

میرے بیٹے تم نے میری آواز کو ٹھیک پہچانا میں گرشنک کی روح ہوں سنو تم اپنی والدہ کے بارے میں فکر کرنا چھوڑ دو تمہاری والدہ کی روح جنت میں آرام کر رہی ہے۔

کیا میں اپنی والدہ کی روح سے مل سکتا ہوں۔

نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔

شاہان نے بے تابی سے کہا رب عظیم کا واسطہ ہے گرشنک مجھے بھی میری والدہ کے پاس پہنچا دو۔ میں اب زندہ نہیں رہنا چاہتا۔

ایسا ناممکن ہے شاہان تم اب زندہ رہو گے ایک خاص مقصد کے لیے زندہ رہو گے یہ تمہاری تقدیر کا فیصلہ ہے تم اگر چاہو تو مر نہ سکو گے۔

یہ تو ایک عذاب ہے گرشنک۔

جسے تم عذاب کہہ رہے ہو وہ تمہاری خوش قسمتی ہے شاہان کہ تم تاریخ کا سارا کھیل اپنی آنکھوں سے دیکھ سکو تہذیبوں کو ابھرتے اور مٹتے دیکھو بہاروں کو آتے اور پھولوں کو ہر موسم میں کھلتے دیکھو تم پرندوں اور چشموں کے نغموں کو سنتے رہو گے پھر بھلا تم گھاٹے میں کیسے ہو۔ تم تو بڑے فائدے میں ہو تم نے تو آب حیات پی لیا ہے ایک قسم کا بس جس راز کے لیے آ رہے ہو وہ اپنا مقصد پورا کر لو اور جس مقصد کے لیے تمہیں چنا گیا ہے وہ ایسے ہی کیا گیا

پھر گرشنک وہ مقصد کیا ہے۔

وہ تمہیں پتہ چلتا جائے گا خود بخود شاہان اور ہاں تمہارے دشمن نندراج یعنی کالی چرن بدروح ترشنی اور اسکا بھیجا ہوا آسیب اس کی طرف سے غافل نہ رہنا۔

یہ کون ہے اور کیوں میرے دشمن ہے۔

یہ وقت آنے پر شاہان تمہیں خود پتہ چل جائے گا۔

اچھا گرشک کیا تم مجھے یہ نہیں بتا سکتے کہ مہانے کتنی فوج بنا رکھی ہے اور اس کے پاس کتنا اسلحہ ہے۔

شاہان بیٹے یہ دنیا والوں کی چیزیں ہے اور دنیا والے ہی ان کو بتاتے ہیں ہم کو ان کے معاملات میں داخل دینے کی اجازت نہیں ہے میں جانتا ہوں کہ تمہیں بیٹی نے اس لیے ہی بھیجا ہے پر تم اس کام کو خود ہی کرو گے میں اس سلسلہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا اچھا الوداع۔

گرشک ۔۔ گرشک ۔۔ شاہان بزرگ گرشک کی روح کو پکارتا ہی رہ گیا اور اس کی روح کی آواز الوداع کہتی ہوئی دور ہوتے ہوئے گائب ہوگئی اب غار میں سوائے چشمے کے بہنے کی آواز کے اور کوئی آواز نہیں تھی۔ شاہان کے لیے اب وہاں کھڑے رہنا بے کار تھا اس نے مشعل اٹھائی اور واپس چل پڑا اماں کی قبر کے پاس سے گزرتے ہوئے اس نے ایک بار پھر دعا بڑھی اور اسکی آنکھوں میں آنسو آ گئے پھر وہ مشعل کو بجھا کر غار سے باہر نکل آیا غار کے اندر اندھیرا تھا مگر باہر تھیبس کے ویران کھنڈروں میں سورج چمک رہا تھا اور صحرا کی ریت گرم ہو رہی تھی شاہان کا گھوڑا کھجوروں کے نیچے گھاس چر رہا تھا تھوڑی دیر بعد وہ گھوڑے پر سوار ہو کر واپس کارواں سرائے کی طرف روانہ ہوگیا۔ واپس آ کر وہ سوچنے لگا کہ مصری فوجوں کے بارے میں مکمل معلومات کہاں سے مہیا کرے یہ کام کافی مشکل تھا اس نے کسی سے اس کا ذکر نہ کیا تھا سرائے کے مالک کو اس نے یہی بتایا تھا کہ وہ بیماروں کا علاج کر کے اپنی روزی کمانے آیا ہے چنانچہ سرائے میں ہی مریضوں نے اس کے پاس آنا شروع کر دیا تھا۔ تھوڑے ہی دن میں اس کی شہرت سارے شہر میں پھیل گئی ایک روز وہ اپنی بیٹھک میں اکیلا تھا جڑی بوٹیوں کو رگڑ رگڑ کر دوائی بنا رہا تھا کہ باہر ایک گھوڑا سوار سپاہی آ کر رکا اس نے شاہان سے آ کر کہا کہ فوج کا ایک کمانڈر شدید سر درد میں مبتلا ہے اس نے شاہان کو اپنے محل میں بلایا ہے شاہان تو اسی گھڑی کا انتظار کر رہا تھا فورا سپاہی کے ساتھ چل پڑا۔ سپاہی شاہان کو فوج کے کمانڈر کے چھوٹے سے محل میں لے گیا کمانڈر شدید درد میں مبتلا تھا بستر پر لیٹا تڑپ رہا تھا شاہان نے کمانڈر کی حالت دیکھ کر فورا ایک دوائی پلائی۔ اسے کچھ افاقہ ہوگیا۔ اس نے شاہان کی طرف دیکھ کر کہا۔

یہ کیسی دوائی ہے جس نے فورا میرا سر درد ختم کر دیا ہے۔

شاہان نے کہا یہ درد عارضی طور پر دور ہوا ہے۔ پورا علاج کرنے کے لیے سر کو ایک جگہ سے کھول کر دیکھنا ہوگا کمانڈر نے چونک کر کہا۔

کیا تم کھوپڑی کے فن سے واقف ہو۔

کیوں نہیں جناب میرے باپ دادا یہی کرتے آئے ہیں۔

اور اگر میں مر گیا تو۔

ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ کہ میں نے کسی کی کھوپڑی کو کھول کر ٹھیک کیا ہو اور وہ مر گیا ہو

یاد رکھو میں مر گیا تو میرے سپاہی تمہاری گردن قلم کر دیں گے۔ کیا یہ شرط تمہیں منظور ہے۔

ہاں منظور ہے۔

ٹھیک ہے پھر تیاری کرو۔

شاہان نے کھوپڑی کھولنے کی تیاری شروع کر دی اوزاروں کو گرم پانی میں ڈال دیئے۔ کمانڈر کا سارا سر مونڈ ڈالا پھر ایک دوائی پلا کر بے ہوش کر دیا جب وہ پوری طرح بے ہوش ہوگیا تو شاہان نے رب عظیم کا نام لے کر تیز دھار والے چاقو سے کھوپڑی کے ایک طرف چورس نشان لگایا۔ اور گہرا شگاف ڈال کر وہاں سے کھوپڑی میں

سوراخ کردیا۔اس کے بعد اس نے باریک تار اندر ڈال کر مغز میں یک طرف جمع شدہ غدود کے ٹکڑے کو باہر نکال دیا اب اس نے جلدی سے کھوپڑی کے ٹکڑے کو اسی جگہ پر جما کر وہاں سونے کے تاروں سے ٹانکے لگا کر کھال اس کے اوپر منڈھ دی کھال سے زخم پر دوائی لگا کر اس نے پٹی باندھ کر سر کو بستر پر لٹا دیا اور سب کو ہدایت کی کہ ان کو ہوش آنے پر سر ہلانے کی اجازت نہ دی جائے اس دوران میں شاہان کمانڈر کی بیوی کے پاس جا کر اسے حوصلہ دینے لگا اس کی بیوی بڑی پریشان تھی شاہان نے اسے حوصلہ دیا اور کہا کہ اب اس کے خاوند کو زندگی بھر سر میں درد نہیں ہوگا۔تیسرے پہر کمانڈر کو ہوش آ گیا اس نے آنکھیں کھول کر اپنی بیوی کو دیکھا اور اس کا ہاتھ تھام لیا۔کمانڈر کے چہرے پر تندرستی کے آثار تھے ایک ہفتے کے اندر اندر زخم ٹھیک ہو گیا اور کمانڈر بھلا چنگا ہو گیا۔وہ شاہان کے علاج سے اس قدر خوش تھا کہ اس نے شاہان کو اپنا بھائی بنا لیا۔اور کہا۔تم جب اور جس وقت چاہو بلا روک ٹوک میرے محل میں آ جا سکتے ہو تمہیں کوئی نہیں روکے گا شاہان۔یہی چاہتا تھا اب اس نے کمانڈر کے محل میں آنا جانا شروع کر دیا۔اسے معلوم ہوا کہ یہی وہ کمانڈر ہے جس کے ماتحت منجنیقیں چلانے والی فوج کا دستہ ہے شاہان نے ایک مہینے کے اندر ہی اندر کمانڈر پر اپنا اعتبار جما لیا۔اپنی باتوں سے اس نے اس پر یہ ظاہر کیا کہ اسے سوائے بیماروں کے علاج کے اور کسی شے سے دلچسپی نہیں ہے۔پھر بھی کبھی کبھی دل میں شوق پیدا ہوتا کہ وہ شے اپنی آنکھوں سے دیکھوں جو دشمن کے قلعے اور فوج پر بھاری پتھر اور آگ پھینکتی ہے۔

تمہارا مطلب ہے کہ تم ہماری بے مثال منجنیقیں دیکھنا چاہتے ہو شاہان۔

اگر آپ کی مرضی ہو تو دکھا دیں۔اگر آپ نہیں چاہتے تو بے شک نہ دکھائیں میں ناراض نہیں ہونگا۔کمانڈر نے شاہان کی پیٹھ پر ٹھونک کر کہا۔

تم میری جان بچا کر اور مجھے درد سے نجات دلا کر مجھ پر ایک بہت بڑا احسان کیا ہے تم جو بھی خواہش کرو گے اسے پورا کرنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں کل اسی وقت میرے ساتھ چلنا میں تم کو مصری فوج کا سب سے خطرناک ہتھیار منجنیقیں دکھاؤں گا۔

میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں گا۔شاہان نے کہا۔

دوسرے دن شاہان بڑی تیاری کے ساتھ کمانڈر کے محل میں پہنچ گیا وہ اسی دن کا انتظار کر رہا تھا وہ دل ہی دل میں بے حد خوش تھا جو اسے سوائے کمانڈر کے اور کوئی بھی نہیں بتا سکتا تھا محل میں کمانڈر اس کی راہ دیکھ رہا تھا وہ شاہان کو اپنے شاندار فوجی رتھ میں بیٹھا کر اہرام مصر کے علاقے کی طرف روانہ ہو گیا اہرام مصر کے عقب میں ایک بہت بڑے پہاڑ کو کھود کر اس کے اندر ایک بے حد لمبا چوڑا کمرہ بنایا گیا تھا یہ کمرہ اونچا اور وسیع تھا یہاں فرعون کی فوج کا سب سے خطرناک ہتھیار پڑا تھا جس سے تنی بادشاہ بھی گھبراتا تھا شاہان اس کشادہ ہال کمرے میں داخل ہوا کمانڈر نے ہاتھ کے اشارہ سے کہا دیکھو یہ ہے ہماری فوج کی طاقت ور منجنیقیں جو بڑے سے بڑے دشمن کی فوج کو تہس نہس کر سکتی ہیں۔شاہان یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔اس قدر لمبا چوڑا ہال کمرہ بے شمار منجنیقوں سے بھرا ہوا تھا یہ گویا اس زمانے کی توپ تھی اور دشمن کے لیے تباہی کا پیام لاتی تھی شاہان ایک توپ کو بڑے غور سے دیکھنے لگا۔

مجھے بڑی خوشی ہو رہی ہے کہ آپ جیسے بہادر جرنیلوں نے مصری فوج کو ایسے خطرناک ہتھیار سے لیس رکھا رب عظیم کی قسم دشمن ہماری طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔کمانڈر نے قہقہہ لگا کر کہا۔

ہم دشمن کی اینٹ سے اینٹ بجا سکتے ہیں۔

بے شک۔۔۔بے شک۔۔

شاہان نے مصر آنے کا مقصد پورا کر لیا تھا اب وہ اس سلطنت سے انتقام لے سکتا تھا جس کے بادشاہ نے اس کے خاندان کو برباد کیا تھا کمانڈر کے ساتھ شاہان اس کے محل میں آ گیا وہ پہر کا کھانا اس نے محل میں ہی کھایا شام کو وہ کمانڈر سے اجازت لے کر واپس کارواں سرائے میں آ گیا اب وہ جلد سے جلد وہاں سے نکل جانا چاہتا تھا مگر وہ یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ کسی کو اس پر شک پڑے اس نے یہ مشہور کر دیا کہ وہ جڑی بوٹیوں کی تلاش میں بابل کے جنگلوں میں جانا چاہتا ہے کسی کو بھلا شاہان کی اس خواہش پر کیا شبہ ہو سکتا تھا وہ حکیم تھا۔ اور اسے ہمیشہ جڑی بوٹیوں کی تلاش رہتی تھی چنانچہ ایک روز اس نے کمانڈر سے اجازت طلب کی کمانڈر نے کہا۔

مجھے امید ہے کہ تم بہت جلد جڑی بوٹیاں تلاش کر کے واپس میمفس آ جاؤ گے۔

میں ایک ہفتے کے اندر اندر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔

تمہارا آنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ میں بادشاہ سے کہہ کر تمہیں شاہی طبیب کے عہدے پر فائز کرانا چاہتا ہوں۔

یہ آپ کی نوازش ہوگی جناب ورنہ میں کس لائق۔

نہیں نہیں۔ شاہان تم اپنے وقت کے ایک ماہر طبیب ہو شاہی دربار کی کرسی تمہارا حق ہے اور میں یہ حق تمہیں ضرور لے کر دوں گا۔

اگر آپ کی یہی خواہش ہے تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے بھلا میں ہر وقت خدمت کے لیے حاضر ہوں۔

میں تمہاری واپسی کا بے تابی سے انتظار کروں گا۔

میں آپ کو زیادہ انتظار کی زحمت نہیں دوں گا۔

اسی رات پچھلے پہر شاہان مصر سے روانہ ہو گیا۔ کمانڈر کی فوج کا ایک خاص دستہ رتھ میں سوار تھا جسے چھ تنو مند عربی گھوڑے چلا رہے تھے ان کی رفتار رتھوں کی وجہ سے انہوں نے تین روز کی مسافت صرف ڈیڑھ دن میں طے کر لی دوسرے دن شام کو وہ مصر کی سرحد پر کھڑا تھا اس نے دواؤں کا جھولا اپنے کندھے پر ڈالا اور سفید گھوڑے پر سوار ہوا اور سپاہیوں سے ہاتھ ملا کر واپس ایلام کی طرف چل دیا اس کا دل خوشی سے اچھل رہا تھا کہ وہ جلد سے جلد ایلام پہنچ کر سردار اور ہنی بادشاہ کو خود فرعون کی فوج اور جنگی چالوں کے بارے میں بتانا چاہتا تھا جوں جوں افریقہ کی سرحد قریب آ رہی تھی شاہان کا دل خوشی سے دھڑکنے لگا تھا رات کے پچھلے پہر شاہان ایلام پہنچ گیا سردار ابھی تک دربار میں تھا شاید مصر پر حملے کے بارے میں کوئی خاص اجلاس ہو رہا تھا شاہان نے وقت ضائع کرنا مناسب نہ سمجھا اور گھوڑے پر سوار ہو کر سیدھا ہنی کے شاہی محل کی جانب روانہ ہو گیا۔ ہنی اپنے جرنیلوں اور سردار کے ساتھ اپنے خاص کمرے میں جنگ کے بارے میں خفیہ اجلاس کر رہا تھا شاہان نے حبشی غلاموں کے ہاتھوں اندر پیغام پہنچایا تو ہنی نے اسے فوراً اندر بلایا سردار نے دروازے پر اس کا خیر مقدم کیا شاہان تم ٹھیک وقت پر آئے ہو جہاں پناہ کئی بار تمہارے بارے میں پوچھ چکے ہیں شاہان نے ہنی کو سلام کیا ہنی نے اسے اپنے قریب بٹھایا اور کہا اگرچہ ہم نے تمہارا بہت انتظار کیا مگر ہمیں امید ہے کہ تم مصر سے کامیاب لوٹو گے شاہان نے بڑے ادب سے کہا۔

جہاں پناہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں فرعونوں کے دیس میں جاؤں اور کامیاب نہ لوٹوں۔

تو کیا تم ساری معلومات لے آئے ہو۔

کیوں نہیں جہاں پناہ۔شاہان نے چمڑے کا ایک نقشہ میز پر رکھتے ہوئے کہا یہ نقشہ اس میمفس میں کارووان سرائے کے کمرے میں بیٹھ کر بنایا تھا۔تنی اور سردار جرنیل بڑے غور سے نقشے کو دیکھنے لگے۔شاہان نے ایک جگہ اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

یہ پرانے فرعونوں کے اہرام ہیں ان اہراموں کے عقب میں ایک پہاڑی ہے اس پہاڑی کے اندر ایک لمبا چوڑا ہال کمرہ ہے جس میں سینکڑوں کی تعداد میں منجنیقیں ہیں تنی خوشی سے نقشے کو دیکھ کر بولا۔

کیا فرعون مہا کی ساری منجنیقیں اس پہاڑی کے اندر جمع ہیں۔

شاہان کہنے لگا۔جہاں پناہ میں اپنی آنکھوں سے انہیں دیکھ کر آرہا ہوں پھر اس نے کمانڈر کا علاج کیا اور کس طرح اس کا اعتماد حاصل کیا۔

سب کچھ شاہان نے بتا دیا۔تنی بادشاہ شاہان کی ہوشیاری اور دلیری کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا اس نے کہا۔

اے شام کے طبیب تم بلاشبہ اس لائق ہو کہ تمہیں فوج کا بلند سے بلند عہدہ دیا جائے یہ بتاؤ کہ فرعون کی فوج کے بارے میں تم نے کیا معلومات حاصل کی ہیں۔شاہان نے تنی کو بتایا۔

فرعون مہا نے تخت پر قبضہ کرنے کے بعد فوج کی تعداد کو تھوڑا سا بڑھا دیا ہے اس نے فوجیوں کی تنخواہوں میں بھی اضافہ کیا ہے اس وقت فرعون کے پاس پچاس ہزار پیدل فوج اور پچیس ہزار گھوڑ سوار فوج موجود ہے۔

یہ فوج کس جگہ قیام رکھتی ہے۔

آدھی فوج شہر سے باہر ایک عمارت میں رہتی ہے اور باقی آدھی فوج شاہی محل کے باہر پتھر کی چھتوں والے مکان میں رہتی ہے۔

کیا انکے پاس ہاتھی بھی ہیں۔

ہاتھیوں کی تعداد بہت کم ہے۔زیادہ تر ہاتھی میمفس میں منجنیقیں کو ادھر سے ادھر لے جانے کے کام آتے ہیں اور ہمارے پاس پانچ سو ہاتھی ہیں جو فرعون کی فوج کو ایک ہی ریلے میں کچل دیں گے لیکن ہمیں اب سے زیادہ خطرہ منجنیقیں سے تھا۔اس لیے کہ اس فن میں مصریوں کا کوئی مقابلہ نہیں۔

اس کے لیے ہم تمہارے شکر گزار ہیں کہ تم نے اس بارے میں ہمیں پوری پوری معلومات فراہم کیں اب فرعون مہا شکست سے ہرگز نہیں بچ سکتا۔شکست اس کی قسمت میں لکھی جا چکی ہے۔پھر تنی نے اپنے جرنیلوں کو حکم دیا کہ فرعون کے ملک پر چڑھائی کی تیاریاں شروع کر دیں جرنیلوں نے سر جھکا دیا اور باہر نکل گئے۔تنی سردار اور شاہان آدھی رات تک بات چیت کرتے رہے تنی کا خیال تھا کہ جس وقت فوج فرعون کی سرزمین پر پہنچے گی تو بہادر سپاہیوں کا ایک خاص دستہ پہاڑی پر حملہ کرکے انکی تمام منجنیقیں کو آگ لگا دے شاہان نے کہا جہاں پناہ۔میرا خیال ہے ہماری فوج کو یہ کام چڑھائی سے ایک روز پہلے رات کو کرنا چاہیے۔اس کے بعد ہمیں عام حملہ کرنا ہوگا تمہارا خیال بھی ٹھیک ہے پہاڑی پر حملہ ہم رات کے وقت کسی طریقے سے کریں گے اس کے ساتھ ہی دوسرا دستہ ہاتھیوں کے اصطبل میں آگ لگا دے گا تاکہ ہاتھی بدک کر بھاگ جائیں گے اور اپنے ہی ملک میں تباہی مچا دیں گے۔اور ٹھیک اس افراتفری میں ہماری فوج کو دشمن پر عام حملہ بول دینا ہوگا۔ایسا ہی ہوگا آدھی رات کے بعد سردار اور شاہان واپس اپنی حویلی میں آ گئے تو وہ بہت تھکے ہوئے تھے وہ لیٹتے ہی سو گئے۔صبح اٹھ کر وہ محل میں پہنچ گئے فوج میں تیاریاں بڑے شور سے ہو رہی تھیں اسلحہ خانے میں دھڑا دھڑ تیر کمان نیزے اور تلواریں اور دوسرے جنگ کا سامان تیار کیا جا رہا تھا ایک ہفتے میں ساری فوج کو حملہ کے لیے تیار کر لیا گیا تھا۔

اور پھر ایک روز تیتی کی ستر ہزار فوج نے فرعون کے شہر میمفس کی طرف کوچ بول دیا فوج نے دس ٹکڑیوں میں الگ الگ راستوں سے اپنا سفر شروع کیا رتھوں پر سوار فوجیوں کا دستہ دریا کے ساتھ ساتھ روان ہوا ہاتھیوں کا دستہ پہاڑی راستے سے چلا گھوڑ اسوار تیتی کے ساتھ تھے اور پیدل فوج ایک بہت بڑے جہاز میں سوار ہو کر دریائے نیل کے دہانے کی طرف روانہ ہوئے تھے گیارہ روز کے سفر کے بعد یہ ساری کی ساری فوج مصر کی سرحد پر ایک جگہ اکٹھی ہوئی پیدل فوج جہاز میں سے اتر کر دریائے نیل کے کنارے کنارے چلتی ہوئی گھڑ سواروں ہاتھی والوں اور رتھ سواروں سے آن ملی۔ منجنیقیں بھی ساری کی ساری صحیح سلامت پہنچ گئیں۔ یہ ساری جنگ کارروائی بڑی خاموشی اور راز داری سے ہوئی پھر بھی خبر کرنے والے جاسوس نے فرعون مصر مہا کو خبر کر دی کہ تیتی افریقہ سے بڑی فوج لے کر مصر کی سرحد پر پہنچ گیا ہے فرعون نے اعلان جنگ کر دیا۔ اور میمفس شہر کے سارے شہر کے سارے دروازے بند کر دیئے اس نے پہاڑی پر پہرہ بٹھا دیا۔ ایک لاکھ پیدل اور گھڑ سوار جوج کو لے کر شہر سے باہر نکل آیا اور ایک رتیلے میدان میں ٹیلوں کے درمیان پڑاؤ ڈال کر دشمن کا انتظار کرنے لگا شہر کی فصیل کے اوپر سپاہی تیر کمان لے کر چڑھ گئے وہاں کھولتے ہوئے تیل کے بڑے بڑے کڑاہے بھی رکھ دیئے گئے تھے یہ کھولتا ہوا تیل دشمن کے ان سپاہیوں پر انڈیلا جاتا تھا جو فصیل کی دیوار پر سیڑھی لگا کر چڑھنے کی کوشش کرتے تھے۔ اب تیتی نے اپنی خاص چال چلی اس نے بیس ہزار فوج کو پیچھے رکھا پندرہ ہزار فوجیوں کو آگ لگانے کا سامان دے کر پیچھے سے ہو کر پہاڑی کی طرف روانہ کر دیا۔ اور خود بیس ہزار سپاہیوں کے ساتھ سامنے کی طرف سے اس میدان کی طرف بڑھنے لگا جہاں فرعون مہا کی فوجوں نے ڈیرا ڈال رکھا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ فرعون فوج کو سامنے کی طرف الجھائے رکھے تاکہ عقب کی طرف جانے والے پندرہ ہزار فوج کے سپاہیوں کو پہاڑی پر حملہ کر کے منجنیقیں کو آگ لگانے کا موقع مل جائے۔ فرعون ان منجنیقوں کو آخری وقت میں نکالنا چاہتا تھا اس کا خیال تھا کہ اس کی ایک لاکھ فوج تیتی کے سپاہیوں کو کچل کر رکھ دے گی۔ جنگ شروع ہوگئی تلوار بجلی کی طرح چلنے لگی دوسری طرف پندرہ ہزار سپاہیوں نے اہرام کے پہلو والی پہاڑی پر حملہ کر دیا وہاں فرعون کی مختصر سی فوج تھی تیتی کے سپاہیوں نے اسے ہلاک کر دیا۔ پہاڑی کا دروازہ توڑ دیا۔ اور اندر داخل ہو گئے اندر انہیں بے شمار منجنیقیں نظر آ ئیں تو وہ حیران رہ گئے شاہان کی جاسوسی کام کر گئی تھی سپاہیوں نے ساری منجنیقوں پر تیل ڈال کر آگ لگا دی۔ وہ سب لکڑی کی تھیں آگ نے بھڑک کر انہیں جلانا شروع کر دیا۔ سپاہی آگ لگا کر چل پڑے۔ میدان جنگ میں لڑائی ہو رہی تھی کہ کسی نے فرعون کو آ کر بتایا کہ دشمن ان پہاڑی پر حملہ کر دیا ہے اور ساری منجنیقوں کو آگ لگا دی ہے یہ فرعون کے لیے ایک بہت بڑا صدمہ تھا۔ وہ بوکھلا گیا۔ مگر اس نے ہمت نہ ہاری اور کسی سے کچھ نہ کہا اور وہ اپنے ہاتھی سے اترا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اسے دوڑاتا ہوا اہرام کے پہلوں والی پہاڑی پر پہنچ گیا پہاڑی کے دروازے سے آگ کے شعلے آتش فشاں پہاڑ کی طرح باہر نکل رہے تھے پہاڑی کے اندر ساری کی ساری منجنیقیں جل کر راکھ ہو رہی تھیں وہ واپس میدان کی طرف گیا۔ تیتی کو معلوم ہوا کہ دشمن کا سارا اسلحہ جل کر راکھ ہو گیا ہے تو اس نے ایک نئے جذبے اور ولولے کے ساتھ حملہ کر دیا یہ حملہ تیتی کی ساری فوج کا حملہ تھا اور اس قدر شدید تھا کہ فرعون کی فوج کے قدم اکھڑنا شروع ہو گئے فرعون کے جرنیل اپنے سپاہیوں کی ہمت بڑھانے کی سرتوڑ کوشش کر رہے تھے مگر تیتی کی تازہ دم فوج کا دباؤ شدید تھا آخر کار فرعون کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور اس نے پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔ تیتی اب خود میدان میں کود پڑا۔ اور دشمنوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹنے لگا یہ عالم دیکھ کر فرعون کی فوج کا رہا سہا۔ حوصلہ بھی جواب دے گیا۔ اس نے شہر کی فصیل کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ فرعون ان سے

پہلے بھاگ کر شہر میں داخل ہو گیا تھا۔ تینی بادشاہ بھاگتی ہوئی فوج پر نیزے اور تیر برسا رہا تھا۔ ہزاروں فوجی ہلاک کر دیئے تھے تینی فصیل کے قریب پہنچ کر رک گیا اس نے اپنی فوج کو نئے سرے سے ترتیب دیا اور فصیل پر منجنیقوں سے پتھر پھینکنے شروع کر دیئے۔ مگر یہ منجنیقیں ہلکی قسم کی تھیں تینی نے ہاتھیوں کو چھوڑ دیا۔ تاکہ وہ شہر کے دروازے کو توڑ دیں فصیل کے اوپر بیٹھے ہوئے سپاہیوں نے ہاتھیوں پر کھولتا ہوا تیل انڈیل دیا ہاتھی جل کر مر گئے اور سینکڑوں فوجیوں کے جسم جل کر خاک ہو گئے۔ تینی نے حملہ روک دیا فوج واپس خیموں میں آرام کرنے لگی لاشوں کو جلا دیا گیا۔ اور زخمیوں کو مرہم پٹی کر دی گئی۔ تینی نے اپنے سپہ سالاروں کا ہنگامی اجلاس طلب کر لیا۔ شاہان بھی اس کے اجلاس میں شریک تھا وہ رات گئے تک اس مسئلے پر غور کرتے رہے کہ شہر کی فصیل کو توڑ کر اندر کیسے داخل ہوا جائے پتھر پھینکنے والی لکڑی کی توپیں کمزور تھیں فصیل کے اوپر فوجوں کی بہت بڑی تعداد تھی تیر کمان اور نیزے اور کھولتا ہوا تیل لیے بیٹھی تھی ایک جرنیل نے کہا۔

شہر کا محاصرہ کر لیا جائے شہر کے اندر کی خوراک اور پانی ختم ہو جانے پر فرعون خود بخود ہتھیار ڈال گا۔ اس پر شاہان نے کہا مجھے ذاتی طور پر معلوم ہے کہ اس بڑے شہر میں پانی اور خوراک اس قدر موجود ہے کہ فرعون کی فوج ایک سال تک زندہ رہ سکتی ہے تینی نے گرج کر کہا۔

میں ایک سال تک انتظار نہیں کر سکتا۔ جو کچھ کرنا ہے کل ہی ہو جانا چاہیے۔

سپہ سالار نے کہا پھر جیسا آپ کہیں ہم اسی پر عمل کریں گے۔ ہماری فوج آپ کے اشارے پر جان کی بازی لگا دے گی۔

تینی نے ہاتھ اٹھا کر کہا کل ہم فیصلہ کن حملہ کریں گے ایک ہی ہلے میں شہر کی فصیل کے دروازے توڑ کر شہر میں داخل ہو جائیں گے۔

ایسا ہی ہوگا جہاں پناہ۔ دوسرے دن تینی کی تازہ دم فوج نے جنوں اور بھوتوں کی طرح ممفس شہر پر حملہ کر دیا۔ وہ قد آدم ڈھالوں کی آڑ میں سیڑھیاں لے کر آگے بڑھے اور شہر کی دیوار کے نیچے پہنچ گئے۔ فرعون کی فوج نے ان پر تیر نیزے اور کھولتا ہوا تیل انڈیلنا شروع کر دیا۔ بے شمار فوجی جل کر بھسم ہو گئے۔ مگر ان کی جگہ تازہ دم سپاہی آ گئے آخر تینی کی فوج کے کچھ سپاہی دیوار کے اوپر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے انہوں نے فصیل کے کئی مورچوں پر قبضہ کر لیا۔ فوجیوں کو ہلاک کر دیا۔ اس فتح نے تینی کی فوج میں نئی زندگی کی ایک لہر پھونک دی۔ وہ پہاڑ بن کر شہر کے بڑے دروازے سے ٹکرا گئے۔ ہاتھیوں نے اس زور سے ٹکریں ماریں کہ شہر پناہ کے دروازے اکھڑ گئے۔ اور گر پڑے تینی کی فوج فتح کے نعرے لگاتی ہوئی شہر میں داخل ہو گئی۔ انہوں نے مصر کا دارالحکومت فتح کر لیا۔ فرعون کی فوج نے بھاگنا شروع کر دیا۔ تینی کی فوج نے شہر میں لوٹ مار اور قتل عام شروع کر دیا۔ انہوں نے مکانوں کو آگ لگا دی۔ حویلیوں کو لوٹ کر نذر آتش کر دیا۔ تینی اپنے خاص گھوڑے پر سوار دستے کے ساتھ فرعون کے محل کی طرف بڑھنے لگا۔ فرعون نے اپنے سپاہیوں کے ساتھ محل کے بڑے دروازے پر آخری مقابلہ کیا مگر اب وہ جنگ ہار چکا تھا سپاہی اس کا ساتھ چھوڑ کر فرار ہو رہے تھے تینی نے لڑتے لڑتے آگے بڑھ کر فرعون پر تلوار کا ایک بھرپور وار کیا اور اس کی گردن قلم کر کے سر نیزے پر چڑھا کر بلند کر دیا فرعون کی ملکہ کو حراست میں لے لیا اور شہزادیوں کو محل کی چار دیواری میں قید کر دیا اس کے بعد اس نے فرعون کا سونے کا تاج سر پر رکھا اور ہیرے موتیوں والے انتہائی قیمتی تخت پر بیٹھ کر اعلان کیا آج سے فرعونوں کا غرور خاک میں مل گیا ہے ممفس کے لوگ آزاد ہیں قتل عام بند کر دیا جائے کسی مکان کو لوٹ کر آگ نہ لگائی جائے لوگوں کو اجازت

ہے کہ وہ اپنے مذہب کے مطابق عبادت کریں کسان کھیتوں کا کام کریں انہیں ہر طرح کا آرام دیا جائے گا ان پر ناجائز ٹیکس ہٹا دیئے جائیں گے فرعون یہاں کا خدا بن بیٹھا تھا۔ مگر میں خدا نہیں ہوں میں آپ کا بادشاہ ہتنی ہوں جس کا جھنڈا سارے افریقہ میں لہراتا ہے اس اعلان کے ساتھ ہی شہر میں قتل عام اور لوٹ مار بند کر دی گئی مگر اس دوران میں ہتنی کے وحشی سپاہیوں نے ہزاروں انسانوں کو ہلاک کر دیا تھا اور سینکڑوں مکانوں کو آگ لگا دی تھی شاہان جلی لاشوں کے بھرے ہوئے بازاروں میں سے گزرتا اس کارواں سرائے تک پہنچ گیا جہاں وہ آ کر ٹھہرا تھا سرائے کے مالک کا سارا سامان لوٹا پڑا تھا اور اس کی لاش ایک چبوترے پر خون میں نہائی ہوئی پڑی تھی شاہان محل میں واپس آ گیا وہ کمانڈر اور اس کی بیوی نے شاہان کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا تھا کمانڈر کے محل کو بھی سپاہیوں نے لوٹ لیا تھا کمانڈر کو ہلاک کر دیا تھا اور اس کی لاش ایک صندوق میں بند کر دی تھی اسے معلوم ہوا تھا کہ کمانڈر کی بیوی کو بھی دوسری شہزادیوں اور کنیزوں کے ساتھ خاص محل کی چاردیواری میں قید کر دی گیا ہے شاہان کو خوشی ہوئی کہ وہ عورت ہلاک ہونے سے بچ گئی۔ وہ اس کی مدد کرنا چاہتا تھا چنانچہ وہ زنانہ محل کی طرف چل پڑا۔

وہ ہتنی بادشاہ کا خاص آدمی تھا اسے محل کے پہریداروں نے بالکل بھی نہ روکا۔ وہ محل کے اندر داخل ہو کر کمانڈر کی بیوی کو تلاش کرنے لگا آخر وہ اسے ایک درخت کے نیچے بال کھولے اداس بیٹھی مل گئی تھی وہ اس کے قریب گیا تو کمانڈر کی بیوی نے اس کی طرف حیرانی اور نفرت سے دیکھا۔

تم ہتنی کے جاسوس تھے تم نے ہمارے ساتھ دشمنی کی میں تم سے نفرت کرتی ہوں مصری کمانڈر کی بیوی شاہان کو جاسوس سمجھتی تھی شاہان نے اسے بہت سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ اپنی رٹ لگائی رہی اور یہ بار بار کہتی رہی کہ شاہان نے فرعون کے ساتھ غداری کی ہے آخر شاہان نے کہا۔

بیگم صاحبہ میں آپ کے پاس اس لیے نہیں آیا کہ آپ مجھے جاسوس ثابت کرنے کی کوشش کریں میں صرف اس لیے آیا ہوں کہ آپ نے مجھ سے اچھا برتاؤ کیا تھا میں اس برتاؤ کا بدلہ چکانا چاہتا ہوں مجھے بتایئے کہ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں بیگم نے نفرت سے منہ پھیر لیا۔

مجھے تم سے کچھ نہیں چاہیے میں ایک غیر ملکی جاسوس اور اپنے دشمن سے کوئی خدمت نہیں لینا چاہتی۔

یہ آپ کی بھول ہے میں دشمن نہیں ہوں۔

بیگم نے غصہ میں کہا تم میرے دشمن ہی نہیں میرے خاوند کے قاتل بھی ہو اگر تم ہتنی کے لیے جاسوسی نہ کرتے تو آج میرا سہاگ سلامت ہوتا تم قاتل ہو یہاں سے چلے جاؤ۔

شاہان کو بھی غصہ آ گیا اس نے کہا۔ سنو میں تمہارا دشمن نہیں ہوں میں فرعون مہا کا دشمن تھا اس لیے کہ اس خاندان نے میری والدہ اور چاچا کو زہر دے کر ہلاک کر دیا تھا۔ میں مصر کے شاہی خاندان کا فرد ہوں میں فرعون طاعون کا بیٹا ہوں ملکہ نفران میری ماں تھی فرعون ارمان نے میری ماں کو زہر دے کر ہلاک کر دیا تھا آج ایک ہزار سال بعد میں نے اس کے خاندان سے بدلہ لے لیا ہے شاہان کی باتوں کو بیگم حیرت سے منہ کھولے سن رہی تھی یہ تم کیا کہہ رہے ہو میں سچ کہہ رہا ہوں بیگم صاحبہ میں ایک ہزار برس سے ہوں اور شاید ابھی کئی ہزار برس زندہ رہوں بیگم اس کا منہ دیکھتی رہ گئی اور وہ محل سے باہر نکل آیا۔ ہتنی نے فرعون کی حکومت کو ختم کر کے اپنی حکومت کر لی اور خود تخت پر بیٹھ گیا اس نے شاہان کو وزیر دربار مقرر کر دیا یہ ایک بہت بڑا اعزاز تھا اور عزت تھی۔ جو شاہان کو ملی اس کی خوشی سردار کو بھی نہیں تھی اوپر سے تو اس نے شاہان کو مبارک باد دی لیکن دل میں وہ حسد سے

جل گیا حقیقت یہ تھی کہ تنی کے دربار کا وہ خود وزیر دربار بننا چاہتا تھا اس کی بہت بڑی شکست ہوئی اسے معلوم تھا کہ تنی بادشاہ اب اپنے فیصلے کو بدل نہیں سکتا ایک بار وہ جو فیصلہ کر لے تو اس پر وہ ڈٹ جاتا ہے سردار نے بھی دل میں ایک فیصلہ کر لیا تھا۔ اس نے سوچا کہ اب اگر وہ ساری زندگی بھی کرتا رہے تو اب وزیر دربار کبھی بھی نہیں بن سکتا۔ اس کی ایک ہی صورت ہے کہ کسی طرح راستے سے شاہان کو صاف کر دیا جائے اس کے بعد وہ تنی کا وزیر خاص بن سکتا ہے شاہان کو ہلاک کرنا اس کے لیے کوئی مشکل بات نہ تھی مصیبت صرف یہ تھی کہ شاہان کو تنی بہت پسند کرنے لگا تھا وہ دربار میں اس کو اپنے ساتھ بٹھاتا تھا حکومت کے بارے میں اس سے مشورہ لیتا تھا شاہان نے بھی اپنی خداداد لیاقت اور جرات کی وجہ سے تنی کے دل میں گھر کر لیا تھا وہ شاہی محل میں بڑے ٹھاٹھ سے رہتا تھا اور شاہی رتھ پر سواری کرتا تھا۔

سردار نے سوچا کہ کیوں نہ تنی کے دل میں شاہان کے خلاف نفرت پیدا کر دی جائے تاکہ بادشاہ اپنے طور پر ہی شاہان کو عہدے سے ہٹا کر جلاوطن کر دے۔ سردار نے ایک خطرناک منصوبے پر غور کرنا شروع کر دیا۔ اس نے کئی تدبیریں سوچیں آخر ایک تدبیر اسے پسند آ گئی۔ اس کے لیے سردار نے دربار کی سب سے خوبصورت اور بادشاہ تنی کی منظور نظر کنیز ہائمہ کو اپنے محل میں بلایا ہائمہ ملک نوبیہ کی رہنے والی تھی اور اس کی پیدائش ملک نوبیہ میں محل میں ہوئی تھی وہ دربار کی سازشوں اور جوڑ توڑ سے پوری طرح واقف تھی سردار نے اسے بلا بھیجا وہ سمجھ گئی کہ ضرور سردار اس سے کوئی کام خاص اور خطرناک لینا چاہتا ہے وہ شام کے وقت سردار کے محل میں سیاہ لبادہ اوڑھ کر داخل ہوئی سردار نے اسے لے کر محل کے اوپر والے چوبارے میں آ گیا۔ ہائمہ نے لبادہ اتار کر رکھتے ہوئے کہا۔

سردار آپ نے اس کنیز کو کیسے یاد کیا۔

سردار نے کھڑکیوں کا پردہ گرا کر کہا۔ ہائمہ تم بادشاہ کی ہی منظور نظر نہیں بلکہ میں بھی تمہاری دل سے عزت کرتا ہوں صرف اس لیے کہ تم ایک عقل مند اور دلیر عورت ہو تمہیں معلوم ہے کہ میں نے شروع شروع میں مشکل میں تمہارا ساتھ دیا تھا تم نے مجھ سے جس قسم کی مدد مانگی میں نے تمہیں وہ دی تھی اب وقت آ گیا ہے کہ تم میرے لیے کام کرو۔

ہائمہ نے کہا کنیز کو حکم کریں۔

کام بڑی رازداری کا ہے۔

میں ہر قسم کی خدمت کے لیے حاضر ہوں میرے آقا۔ آپ کے مجھ پر اتنے احسان ہیں کہ میں اگر ساری عمر بھی آپ کی خدمت کرتی رہوں تو وہ نہیں اتر سکتے آپ حکم کر کے تو دیکھیں۔

سردار نے کہا۔ کوئی ایسی تدابیر کریں کہ شاہان وزیر دربار سے ہٹ جائے اور بادشاہ تنی کی نظروں سے گر جائے بلکہ وہ اسے مصر سے جلاوطن کر دے۔

ہائمہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔ میرے آقا بھلا یہ کام بھی کوئی مشکل کام ہے میں ایسا چکر چلاؤں گی کہ آپ بھی حیران رہ جائیں گے بلکہ اگر آپ کہیں تو میں شاہان کا سر قلم کروا دوں

نہیں نہیں ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اسے جلاوطن کر دیا جائے۔

ایسا ہی ہوگا۔ حضور اس کے بعد ہائمہ چلی گئی اور اس نے اپنی سازش پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ وہ اس کو بری طرح پھنسانا چاہتی تھی اس کے بعد کیا ہوا یہ سب جاننے کے لیے خوفناک ڈائجسٹ کا آئندہ شمارہ ضرور پڑھیے۔

مایہ کال۔ قسط نمبرے

۔۔۔محمد وارث آصف واں بھچراں۔۔0335.7082008۔

سعد فریش ہو چکا تھا دماغ سے بوجھ ہٹتے ہی دماغ کھلنے لگا تو مایہ کال سے انتقام کا جذبہ بھی ابھرنے لگا سعد نے سوچا کہ بجائے اس کے کہ وہ پجاری سے اپنی شکتی کے حصول کی مدد مانگے کیوں ناں وہ اپنے دماغ کو ٹٹولے اور کوئی ایسا طریقہ خود ہی نکال لے کہ جس سے وہ اپنی شکتی واپس پالے۔ اتنا عرصہ شیطانوں کے جال میں رہنے سے اس کا دماغ بھی سن ہو چکا تھا وہ سارے منتر بھول چکا تھا اس نے کافی کوشش کی مگر اسے کوئی منتر یاد نہ آیا تو وہ مایوس ہونے لگا پھر اچانک ہی اسے بابا شیر محمد کے جنات کا خیال آیا۔ تو اس کی آنکھیں چمک اٹھیں اگر وہ ان جنات کو بلا لے تو ہو سکتا ہے کہ وہ اس کی مدد کر سکیں یہ سوچ کر اس نے جنات کو بلانے والا منتر یاد کرنا شروع کر دیا ان جنات کو بلانے والا منتر کسی زمانے میں اسے زبانی یاد ہوا کرتا تھا وہ اپنے مرشد شیر محمد کے ساتھ ان جنات کو بلاتا تھا اور ان سے کھیلتا تھا تھوڑی سی محنت کے بعد اسے وہ منتر یاد آ ہی گیا اک آسان سا منتر تھا وہ سعد نے سوچا کہاں سے یہ چلہ بجائے اس کے کہ پجاری کے گھر میں کرے کسی ایسی جگہ کرنا ہوگا جہاں اسے کوئی نہ دیکھے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ پجاری کے گھر کے آس پاس کوئی جادوئی دائرہ ہو اور جنات ادھر آ کر کسی مصیبت میں نہ پھنس جائیں خیال معقول تھا۔ سعد تیزی سے وہاں سے اٹھا اور شمال کی طرف چلنے لگا ظہر ہونے والی تھی اسے یہ تین گھنٹوں کا چلہ جلد سے جلد کرنا تھا وہ چلتا چلتا کافی دور نکل گیا اور ایک جگہ ریت کے ٹیلے کے عقب میں بیٹھ گیا اور اپنے ارد گرد دائرہ لگایا۔ چلے کے الفاظ اسے تین ہزار مرتبہ دہرانے تھے اور چلے کے الفاظ تین لائنوں کے تھے اس حساب سے وہ گھنٹے میں ایک ہزار بار پڑھ سکتا تھا اور تین گھنٹوں میں تین ہزار بار وہ یکسوئی سے چلے میں مصروف ہو گیا اسے علم تھا کہ پجاری جس پوجا میں مصروف ہے اس میں اسے دو گھنٹے لگ سکتے ہیں اور یک گھنٹہ تک وہ ویسے بھی مندر سے گھر نہیں آئے گا اس لیے وہ پجاری کے علم ہونے سے پہلے ہی چلہ ختم کر لے گا کافی عرصہ بعد وہ چلے میں بیٹھا تھا اس لیے الفاظ کی روانی میں اسے مسئلہ آ رہا تھا پھر جیسے جیسے وہ الفاظ بولتا گیا۔ اس کی اسپیڈ بھی بڑھتی گئی اور وہ یکسوئی سے الفاظ ادا کرنے لگا ٹائم گزرنے لگا وہ چونکہ ان جنات کا ساتھی تھا اس لیے چلے کے دوران کوئی ڈراؤنا واقعہ نہ ہوا اور نہ ہی چلے کے بیریوں نے اسے چلے کے دوران ڈرایا سعد نے پچاس منٹ میں ہزار بار ورد پورا کر لیا اور پھر اڑھائی گھنٹے بعد وہ ورد پورا کر چکا تھا جیسے ہی ورد پورا ہوا اس نے جنات کو حاضر ہونے کا حکم دیا تو چند لمحوں بعد ایک خوبصورت سا جوان اس کے سامنے کھڑا تھا سعد اسے پہچان نہ سکا۔ کہ وہ کون ہے مگر وہ جن اسے پہچان گیا۔

ایک سنسنی خیز اور روانی کہانی۔

پجاری کو زیادہ دیر تک سعد کا انتظار نہ کرنا پڑا وہ تھوڑی دیر بعد آیا اور اس نے دروازے پر دستک دی تو پجاری تیزی سے سوچوں کے بھنور سے نکلا اور دروازے پر گیا تو اسے وہاں سعد کھڑا ہوا نظر آیا۔

پجاری نے اسے دیکھ کر کافی خوشی کا اظہار کیا اور بولا۔
مجھے وشواس تھا سعد کہ تم کامیاب لوٹو گے اور مجھے تم پر اور استوانی دیوی کے خاص منتر پر بھروسہ تھا بھگوان کی کرپا سے تم ناکام نہیں لوٹنے ہو۔
ہاں پجاری جی۔ واقعی آپ کی دیوی نے عین وقت پر آ کر میری مدد کی اور نہ صرف ان لڑکیوں کو آزاد کروایا بلکہ اس شپالی بدروح کا بھی کریا کرم کر دیا خدا کا شکر ہے کہ میں نے جو گناہ کیا تھا میں نے اس کا کفارہ ادا کر دیا ہے اور یہ سب کچھ آپ ہی کی وجہ سے ہوا ہے پجاری جی ورنہ میں تو۔ سعد نے پجاری کی تعریف میں بہت کچھ کہنا چاہا۔۔۔۔۔۔؟
ارے نہیں بیٹا۔ پجاری سعد کی بات درمیان میں کاٹتے ہوئے بولا یہ تو میرا فرض تھا کہ میں بھگوان کے دیئے ہوئے علم سے دکھی انسانیت کی خدمت کروں اور اسی جذبے نے مجھے اپنی اور گئی باپوں کی لخت جگر کو نا کردہ گناہوں کی سزا بھگتنے کے خلاف جنگ پر اکسایا اور پھر میں نے تمہاری اور ان بدنصیب لڑکیوں کو بچایا جن کی عنقریب شادی ہونے والی تھی مگر ان کی خوشیاں برباد ہونے سے بچ گئیں۔
آؤ اندر آ جاؤ۔
پجاری نے تیزی سے کہا اور سعد کو اندر آنے کا اشارہ کرتے ہوئے آگے ہو لیا۔ اور سعد اس کی ہمراہی میں چلتا ہوا اسی کمرے میں داخل ہو گیا جہاں وہ پہلے بیٹھا تھا سعد بیٹے تم اندر بیٹھو میں تکیہ اور رضائی لے کر آتا ہوں شاید تمہیں اور مجھے تھوڑی دیر آرام کر لینا چاہیے پجاری نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا تو سعد چارپائی پر بیٹھ گیا اور پجاری تکیہ اور رضائی لینے کے لیے دوسرے کمرے کی طرف چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سینے پر ایک رضائی اور تکیہ دبوچ رکھا تھا اس نے وہ تکیہ اور رضائی چارپائی پر ڈالا اور پھر بستر بنا کر اس نے وہاں سعد کو لٹا دیا پھر اپنے لیے بھی بستر بنایا اندر سے تکیہ اور رضائی لے کر اور پھر وہ دونوں سو گئے۔ سعد کو بھی تھکاوٹ محسوس ہو رہی تھی شپالی کے ساتھ ہونے والے واقعے اور پھر لڑکیوں کو ایک ایک کے گھر پہنچانے کے بعد وہ شدید تھکاوٹ محسوس کر رہا تھا۔ اس لیے وہ لیٹتے ہی سو گیا۔ نجانے وہ کتنی دیر تک سوتا رہا۔
جب اسے جاگ آئی تو سورج کافی چڑھ آیا تھا اس نے سر اٹھا کر پجاری کے بستر پر دیکھا وہاں پجاری موجود نہ تھا سعد نے سوچا شاید وہ مندر میں ہو وہ کافی دیر تک بستر پر پڑا رہا جب وہ بستر پر پڑے پڑے تنگ آ گیا تو اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا اسے شدید بھوک اور پیاس لگ رہی تھی مگر اس وقت پجاری نہیں تھا اور وہ پجاری کے علاوہ کسی اور سے چائے وغیرہ نہیں کہہ پا رہا تھا۔ اس نے مکان سے باہر نکل کر پجاری کے پاس مندر جانے کا ارادہ کیا اور کمرے سے باہر نکلا تو اسے پجاری کی بیوی ونجنتی نے دیکھ لیا تو ونجنتی نے اسے دوبارہ کمرے میں جانے اور ناشتہ کرنے کو کہا اس نے سعد سے کہا۔
پجاری پوجا میں مصروف ہیں اور آدھے گھنٹے تک وہ اس کا انتظار کرے سعد دوبارہ کمرے میں آ گیا اور تھوڑی دیر بعد ونجنتی نے اسے ناشتہ پیش کیا جو چائے اور کچھ مٹھائی پر مشتمل تھا۔ ونجنتی نے اس کے آگے ناشتہ رکھا اور کہا۔
بیٹا اس وقت گھر میں یہی کچھ ہے اسے سوئیکار کر لو وہ کافی بھوکا تھا اس لئے جو کچھ بھی تھا اس نے کھا لیا ناشتہ کے دوران میں ونجنتی نے سعد سے واجبی سی باتیں کیں اور اس کا شکریہ ادا کیا تو سعد کو علم ہو گیا کہ

پجاری اپنی بیوی کو بھی سارا قصہ بتا چکا ہے دھنتی کے جانے کے کوئی دس منٹ بعد پجاری بھی آ گیا اس نے آتے ہی سعد سے معذرت کی اور کہا۔

میں صبح جلدی ہی اٹھ گیا تھا اور مندر میں پوجا کرنے لگ گیا اس دوران میری بیٹی شانتی کے سسرال میں سے عورتیں بھی آ گئی تھیں اور میں انہی کے ساتھ رسم نبھانے مندر گیا اور رسم کے لیے پوجا کرنے لگ گیا۔ اور مجھے دیر ہو گئی جس کے جواب میں سعد نے کہا۔

آپ مجھے شرمندہ نہ کریں ایسی باتیں کر کے۔ کیونکہ میں تو پہلے ہی آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے ایک شیطان کی قید سے نجات دلائی اور بے پناہ اذیت سے چھٹکارہ ملا پجاری نے سعد کو شام تک صبر کرنے کو کہا اور کہا وہ اگر چاہے تو مندر میں آ کر ان کی مذہبی رسومات دیکھ سکتا ہے یا ادھر ادھر گھوم پھر کے ٹائم گزار سکتا ہے جس کے جواب میں سعد نے گھومنے پھرنے کو ترجیح دی تو پجاری بخوشی اسے اجازت دے دی اور سعد گھر سے باہر نکل کر ادھر ادھر ٹیلوں پر مٹر ماری کرنے لگا۔ جہاں اسے شیطانی غلاموں سے نجات کی خوشی تھی وہیں اسے اس بات کا بھی دھڑ کا تھا کہ کہیں مایہ کال ایک بار پھر اسے اپنے جال میں نہ پھانس لے پجاری کی شکتی پر اسے اعتماد تھا اور وہ ابھی تک اشوانی دیوی کے جادو کے زیر اثر بھی تھا۔ مگر وہ مایہ کال کو بھی کافی اچھی طرح سے جانتا تھا کہ اس کے سامنے اشوانی دیوی کوئی شے نہیں ہے بس اسی دھڑ کے نے اسے وہاں سے واپس پجاری کے گھر جانے پر مجبور کیا اور وہاں سے سیدھا اسی بیٹھک میں واپس آ کر بستر پر ڈھے گیا اور سوچوں میں گم ہو گیا۔

آج جب اپنی اصل حالت میں واپس آیا تو اس کے تمام احساسات جذبات اور زندگی سے جڑے تمام واقعات بھی پھر سے واپس آ گئے تھے وہ آج بالکل آزاد تھا اس کا دماغ اس کے اپنے کنٹرول میں تھا وہ بیتے لمحات پر غور کرنے لگا جتنا عرصہ اس نے شیطانی طاقت کے نرغے میں گزارا تھا وہ اسے ٹھیک سے یاد نہیں تھا اس دوران میں اس کے ساتھ کیا کیا کھیل کھیلا گیا پاتال کی وادی کا ایک ایک منظر اسے یاد تھا اور خاص کر وہ آرتی کی روح جس نے اسے پاتال سے نکلنے میں مدد دی اور اسے زرد لاشوں سے بچایا اس کے علاوہ آرتی نے اسے رہنمائی دی اور کئی بار یقینی موت سے بھی بچایا وہ اس کا بے حد احسان مند تھا وہ اس کے احسانوں کا بدلہ چکانا چاہتا تھا مگر وہ خود ابھی بے بس تھا اور لاچار تھا وہ آرتی کو اس دلدل میں سے نکالنے کے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا مایہ کال نے اسے کانی ذلیل کیا تھا لڑکیاں اغوا کروائیں بندے مروائے اور زرد لاشوں کے حوالے کیا اور آگ کی اس کوٹھی میں اسے پھینکا جس میں سعد کی بھیانک موت یقینی تھی مگر وہ ہر بار موت کو دھوکہ دے گیا اور بچ گیا اب وہ آزاد تھا مگر کتنے دیر تک یہ خود اسے بھی معلوم نہ تھا اسے تو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ ہانیہ کے ساتھ کیا بیتی ۔۔ کیا اس نے مایہ کال کو مورتی کا راز بتا دیا ہے یا ابھی سے ہے۔ مایہ کال کا اس کے ساتھ رویہ کیسا ہے اور ہانیہ کی زندگی کیسے گزر رہی ہے اسے کچھ بھی معلوم نہیں تھا ہانیہ کو تو اس نے صرف ایک بار اس کے کمرے میں رات کو جا کر دیکھا تھا جب مایہ کال بھیس بدل کر اس کے ساتھ کھیلنے اس کے کمرے میں گیا تھا اور سعد نے اس کی ٹانگ کاٹ دی تھی جب اسے ہانیہ سے جڑے واقعات یاد آئے تو اسے اس کی محبت ۔۔ اس کی جان اس کی زندگی اور اس کی کل کائنات نوشین یاد آئی تو اس کی آنکھیں بھر آئیں ایک ٹھنڈا سانس اس کے منہ سے خارج ہوا اور وہ رو ہانسا ہو گیا۔ وہ اس کی کل کائنات تھی اس کی زندگی کا محور تھی جس سے اس نے بے پناہ پیار کیا تھا لیکن اسے مایہ کال نے بلی چڑھا دیا

اس کی محبت کو کس اسے جدا کر دیا وہ جس کے بغیر اس کا سانس لینا بھی دشوار تھا آج وہ اس کے بغیر جانے کیسے زندہ تھا اور کیسے دن گزار رہا تھا معصوم سے چہرے والی نوشین جس کے دل میں سعد کے لیے بے پناہ محبت تھی وہ بھی اسے ویسے ہی چاہتی تھی جیسے کہ سعد مگر وہ اس کو ہمیشہ کی جدائی دے گئی تھی دو موٹے آنسو اس کی موٹی آنکھوں سے نکل کر اس کے گالوں پر بہہ گئے تو سعد نے دونوں ہاتھوں سے چہرے کو پونچھا تو اسے اپنے چہرے پر داڑھی کے بڑے بڑے بال جو الجھے ہوئے تھے محسوس ہوئے اس نے نگاہیں نیچے کر کے تھوڑی پر نگاہ دوڑائی تو اس نے بڑی ہوئی شیو اور بے ترتیب الجھے ہوئے بال دیکھے سر کے بالوں پر ہاتھ پھیرا تو ان کی حالت کچھ زیادہ ہی خراب تھی نجانے کتنا عرصہ ہو گیا تھا اسے شیو بنائے اور بال کٹوائے ہوئے اس حالت میں وہ ایک ملنگ بن چکا تھا۔ وہ تیزی سے اٹھا اور مندر کی جانب گیا وہاں اس نے پوجا میں مصروف پجاری کو اشاروں میں اپنی حالت کا بتلایا اور درخواست کی کہ اسے حجام کے پاس لے جایا جائے پجاری نے اس کا اشارہ جان لیا اور اسے اشارہ کیا کہ وہ دو منٹ انتظار کرے کیونکہ پجاری مندر میں بھگوان کے بت کی آرتی اتار رہا تھا سعد باہر آ کر کھڑا ہو گیا دور اسے دو بچے ایک لڑکا اور ایک لڑکی اک ساتھ کھیلتے ہوئے دکھائی دیئے بچے نے بچی کو کاندھوں پر اٹھا رکھا تھا اور وہ اسے کاندھے پر اٹھائے گول دائرے میں گھوم رہا تھا وہ بچی بھاگنے لگتا تو کبھی چلنے لگ جاتا لڑکی اوپر کندھے پر بیٹھی ہوئی خوشی سے تالیاں بجاتی اور مسکراتی تو لڑکا زیادہ خوش ہو جاتا۔ اور بھاگنے لگتا۔ سعد اس منظر کو دیکھ کر کھو گیا اسے لگا۔ لڑکی نوشین ہے اور لڑکا وہ خود ہے جو نوشین سے کھیل رہا ہے وہ بچپن میں نوشین سے ایسے ہی کھیلتا تھا ہمیشہ اس کی خوشیوں کا دھیان رکھتا تھا اور اسے جتوانے یا اس کو خوش کرنے کی کوشش میں لگا رہتا مگر اب وہ منظر دھندلا گئے تھے پنچھی اڑ گئے تھے اور وہ اس کا ساتھ چھوڑ چکی تھی اب وہ صرف آہیں ہی بھر سکتا تھا اور بس۔۔ وہ نہ تو گیا وقت تھا لوٹا سکتا تھا اور نہ ہی نوشین کو واپس لا سکتا تھا وہ اب اس دنیا سے تھک گیا تھا اس کا دل اب بھر گیا تھا وہ اپنی نوشین کے پاس جانا چاہتا تھا جہاں پھر سے ان دونوں کو جدا کرنے والا کوئی نہ تھا وہ مر جانا چاہتا تھا لیکن اس وقت تک نہیں جب تک ان کا دشمن زندہ تھا جس نے اسے اپنوں سے جدا کیا تھا وہ ان سے دور ہوا تھا وہ اس دشمن کو زندہ نہیں چھوڑ سکتا تھا کاش نوشین زندہ رہتی تو وہ مایہ کال کو معاف کر دیتا اپنے والدین کا خون بھی معاف کر دیتا مگر وہ سب بھول چکا تھا اگر وہ زندہ ہوتی تو ایک بار پھر سعد کی آنکھوں سے آنسو روانہ ہو گئے اور وہ گزرے ہوئے ماضی میں کھو گیا۔

میرے چارہ گر تیرے بن میرا ہر خواب بے رنگ بے ثمر
میری ہر نگاہ بے سمت ہے میرا ہر سخن یونہی بے اثر
میری شام کا ہر ایک رنگ ہاں چلا گیا تیرے سنگ سنگ
یہاں رہ گئے ہیں تیرے منتظر یہ اجاڑ اجاڑ سے بام و در
میرے ہر زخم کا علاج تو میری ہر خوشی میں شریک تو
تو ہی رہنما تو ہی راستہ تو ہی راہ گزر تو ہی ہمسفر
جو نہیں ہے تو تو تیری قسم یہاں کوئی نہیں میرا
میرے ہم قدم میرے پاس آ کے ویران ہے میری راہ گزر

وہ مزید دکھی ہو گیا کہ اچانک اسے پجاری کی آواز سنائی دی جو اس سے مخاطب تھا۔

سعد بچے کہاں گم ہو۔ وہ سوچوں کے بھنور میں ہی رہا اور بولا۔

لوگ کہتے ہیں کہ وہ مجھ سے جدا رہتا ہے
مگر وہ بن کر دھڑکن دل میں بسا رہتا ہے
یوں میری ذات میں شامل ہے اس کی زندگی
جیسے سارے زمانے میں خدا رہتا ہے۔

کون۔۔کون تھا وہ۔ نوشین میری جان جو چلی گئی مجھے اس غم میں چھوڑ کر مجھ سے ناطہ توڑ کر۔ وہ روتے ہوئے بولا تو پجاری نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور تسلی دیتے ہوئے کہا۔

سعد بچے ہونی کو کون ٹال سکتا ہے بھلا۔ تم نے مجھے نوشین کے بارے میں بتلایا تھا مجھے یاد ہے اس پر بہت ظلم ہوا ہے لیکن تم حوصلہ رکھو اور بھگوان سے پراتنا کرو کہ اس کی آتما سکھی رہے اور اپنے مقصد کی کامیابی کے لیے پراتنا کرو بس اور باقی سب گزری باتیں بھول جاؤ۔

کسی کو بھلانا کبھی بھی آسان نہیں ہوتا پجاری جی ایک اذیت ایک درد جو ہر وقت دل میں اٹھتا ہے اور آدمی کو اپنے اندر سمو لیتا ہے اپنوں کی جدائی بہت اذیت ناک ہوتی ہے خاص کر اپنی محبت کی جدائی کیسے سینہ چیرتی ہے کسی کو کیا معلوم۔

جانتا ہوں بیٹا۔ میں نے یہ بال دھوپ میں سفید نہیں کیے زندگی کی لغزشوں کو تم سے بہتر جانتا ہوں بہرحال آؤ حجام کے پاس چلتے ہیں پجاری نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے لے کر ایک طرف چلنے لگا سعد نوشین کے خیالات میں گم تھا اسے پتہ نہ چلا کہ وہ کب حجام کے پاس گئے راستے میں پجاری نے سعد کی کھوئی کھوئی حالت کی وجہ سے اس سے کوئی بات نہ کی اور خاموش رہا۔

موہن لال۔ کیسے ہو تم۔ سعد پجاری کی آواز سے خیالات کی دنیا میں واپس آیا اور اس نے اس آدمی کو دیکھا جس کو پجاری نے موہن لال کے نام سے پکارا تھا وہ بوڑھا آدمی تھا جس کی گھنی سفید داڑھی اور مونچھیں تھیں شلوار قمیض میں ملبوس تھا ایک کچے کمرے میں پرانا اور بوسیدہ سا تھا وہ قینچی اور میل سے بھرا ہوا کنگھا اور ایک چھوٹا سا شیشہ تھا اس کمرے میں پجاری نے سعد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا موہن لال یہ ایک ہیرا ہے تم نے اسے تراش کر کوہ نور بنانا ہے۔

بس ابھی بنائے دیتا ہوں پجاری۔ موہن لال نے کہا اور ٹب میں رکھے ہوئے پانی سے چلو بھر کے ساتھ رکھی ایک ٹوٹی ہوئی کرسی پر سعد کو بٹھا کر اس کے سر پر پانی انڈیل کر اس کے بال نرم کرنے لگا بال کافی الجھے ہوئے تھے اور ان میں گردوں اور میل کی تہہ تھی جس کی وجہ سے وہ بال کافی اکڑے ہوئے تھے اس لیے موہن لال نے کافی محنت کے بعد ان کو نرم کیا اور کاٹنے میں مصروف ہو گیا۔ کوئی پونے گھنٹے کے بعد سعد کا حالیہ ہی بدل گیا۔ اس کے تمام بال صحیح طریقے سے موہن لال نے کاٹ دیئے تھے اور شیو بھی بنائی تھی موہن لال کو تھوڑے پیسے دے کر پجاری وہاں سے واپس آیا اور پھر اس نے سعد کو نہانے کو کہا اور اپنے کپڑے پہننے کو دیئے وہ خوب جی بھر کے نہایا اور کپڑے میل کا ہجوم ہٹنے کے بعد اس کا سر ہلکا ہو گیا اور جسم بھی فریش ہو گیا اس کے بعد دونوں نے کھانا کھایا اور پجاری دوبارہ مندر چلا گیا۔

سعد فریش ہو چکا تھا دماغ سے بوجھ ہٹتے ہی دماغ کھلنے لگا تو مایہ کال سے انتقام کا جذبہ بھی ابھرنے لگا سعد نے سوچا کہ بجائے اس کے کہ وہ پجاری سے اپنی شکتی کے حصول کی مدد مانگے۔ یوں نہ وہ اپنے دماغ

کوتوڑ لے اور کوئی ایسا طریقہ خود ہی نکال لے کہ جس سے وہ اپنی شکتی واپس پا لے۔ اتنا عرصہ شیطانوں کے جال میں رہنے سے اس کا دماغ بھی سن ہو چکا تھا وہ سارے منتر بھول چکا تھا اس نے کافی کوشش کی مگر اسے کوئی منتر یاد نہ آیا تو وہ مایوس ہونے لگا پھر اچانک ہی اسے بابا شیر محمد کے جنات کا خیال آیا۔ تو اس کی آنکھیں چمک اٹھیں اگر وہ ان جنات کو بلا لے تو ہو سکتا ہے کہ وہ اس کی مدد کر سکیں یہ سوچ کر اس نے جنات کو بلانے والا منتر یاد کرنا شروع کر دیا ان جنات کو بلانے والا منتر کسی زمانے میں اسے زبانی یاد ہوا کرتا تھا وہ اپنے مرشد شیر محمد کے ساتھ ان جنات کو بلاتا تھا اور ان سے کھیلتا تھا تھوڑی سی محنت کے بعد اسے وہ منتر یاد آ ہی گیا اک آسان سا منتر تھا وہ سعد نے سوچا کہا سے یہ چلہ بجائے اس کے کہ پجاری کے گھر میں کرے کسی ایسی جگہ کرنا ہوگا جہاں اسے کوئی نہ دیکھے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ پجاری کے گھر کے آس پاس کوئی جادوئی دائرہ ہو اور جنات ادھر آ کر کسی مصیبت میں نہ پھنس جائیں خیال معقول تھا سعد تیزی سے وہاں سے اٹھا اور شمال کی طرف چلنے لگا ظہر ہونے والی تھی اسے یہ تین گھنٹوں کا چلہ جلد سے جلد کرنا تھا وہ چلتا چلتا کافی دور نکل گیا اور ایک جگہ ریت کے ٹیلے کے عقب میں بیٹھ گیا اور اپنے اردگرد دائرہ لگایا۔ چلے کے الفاظ اسے تین ہزار مرتبہ دہرانے تھے اور چلے کے الفاظ تین لائنوں کے تھے اس حساب سے وہ گھنٹے میں ایک ہزار بار پڑھ سکتا تھا اور تین گھنٹوں میں تین ہزار بار وہ یکسوئی سے چلے میں مصروف ہو گیا اسے علم تھا کہ پجاری جس پوجا میں مصروف ہے کم سے کم اسے دو گھنٹے لگ سکتے ہیں اور ایک گھنٹہ تک وہ ویسے بھی مندر سے گھر نہیں آئے گا اس لیے وہ پجاری کے علم ہونے سے پہلے ہی چلہ ختم کر لے گا کافی عرصہ بعد وہ چلے میں بیٹھا تھا اس لیے الفاظ کی روانی میں اسے مسئلہ آ رہا تھا پھر جیسے جیسے وہ الفاظ بولتا گیا۔ اس کی اسپیڈ بھی بڑھتی گئی اور وہ یکسوئی سے الفاظ ادا کرنے لگا ٹائم گزرنے لگا وہ چونکہ ان جنات کا ساتھی تھا اس لیے چلے کے دوران کوئی ڈراؤنا واقعہ نہ ہوا اور نہ ہی چلے کے بیریوں نے اسے چلے کے دوران ڈرایا سعد نے پچاس منٹ میں ہزار بار ورد پورا کر لیا اور پھر اڑھائی گھنٹے بعد وہ ورد پورا کر چکا تھا جیسے ہی ورد پورا ہوا اس نے جنات کو حاضر ہونے کا حکم دیا تو چند لمحوں بعد ایک خوبصورت سا جوان اس کے سامنے کھڑا تھا سعد اسے پہچان نہ سکا۔ کہ وہ کون ہے مگر وہ جن اسے پہچان گیا اور سعد کو دیکھتے ہی بولا۔

السلام علیکم سعد بھائی۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آپ زندہ ہیں۔ اور آپ نے ہمیں بلا لیا۔

وعلیکم السلام میں نے تم کو نہیں پہچانا۔

میرا نام ساجد ہے ساجد علی اور میں اپنے مرشد شیر محمد کا عقیدت مند ہوں آپ کی طرح میری بھی تربیت انہوں نے ہی کی ہے اور واقعی آپ مجھے نہیں پہچان سکتے کیونکہ میں اس دوران مسلمان ہوا تھا جس وقت آپ وہاں نہیں آئے تھے میں ان کے ہاتھ پر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوا اور پھر اسلام کی تعلیمات سیکھ کر میں تبلیغ کرنے چلا گیا تھا جس دوران آپ آئے اور پھر وہ بھیانک واقعہ رونما ہوا۔ میں وہاں سے کافی دور تھا جنازے میں شرکت کی تھی اور آپ سے بھی ملا تھا مگر اس وقت ہوش کس کو تھا سب ہی غم سے نڈھال تھے جنازہ پڑھنے کے بعد میں دوبارہ تبلیغ پر چلا گیا کیونکہ میں جانتا تھا کہ جس نیک کام کے لیے مجھے میرے مرشد نے حکم دیا تھا وہ میں نے پورا کرنا ہے مجھے جنات کے جلنے کا بھی علم تھا اور آپ کیساتھ ہونے والے ظلم کا بھی پتہ تھا لیکن اس وقت میرے پاس شکتی نہیں تھی نورانی طاقت نہیں تھی اس لیے میں آپ کی مدد نہیں کر سکا لیکن اس کے بعد میں نے کئی چلے کیئے اور اپنے آپ کو مضبوط کیا جب مجھے یقین ہو گیا کہ میں اب

اپنے اس دشمن جس نے میرے مرشد اور میرے ساتھیوں کو شہید کیا ہے اس سے لڑ سکتا ہوں تو میں واپس آ گیا اور اسی جگہ رہنے لگا جہاں کبھی تم اور ہمارے پیرو مرشد رہا کرتے تھے میں نے اس جلی ہوئی مسجد اور ملحقہ کمرے کو پھر سے آباد کیا اور وہیں اپنے چند ساتھیوں کو بھی لے آیا۔ میرے دیگر ساتھی تو شہید ہو چکے تھے مگر تم زندہ تھے میں نے ایک چلہ کیا اور پھر اس چلہ کی مدد سے میں نے تمہارا حال معلوم کر لیا مگر تم اس دوران ایک بدروح کے قبضے میں تھے اور وہ تمہارے ذریعے سات ہندو برہمن لڑکیاں اغوا کر کے ان کی بلی دے کر امر ہونا چاہتی تھی میں نے تم کو اس سے نجات دینے کا سوچا اور میں اس پر عمل کرنے ہی والا تھا کہ کسی اشوانی دیوی کے طلسم میں تم نے اس بدروح کو مار دیا ہے میں بڑا خوش ہو گیا اور تم سے ملنے آیا مگر۔۔۔؟

سعد بچے سعد ساجد نے پجاری کی آواز سنی تو بات بدل کر بولا۔ سعد بھائی یہ پجاری بھی آپ کا دشمن ہے آپ جلدی سے اٹھ جائیں اور پجاری سے ملیں میں نہیں چاہتا کہ وہ تم کو اس حال میں میرے ساتھ دیکھے اور ہاں میں اب ہر لمحہ تمہارے ساتھ رہوں گا پجاری کا علم مجھے شناخت نہیں کر سکتا۔ جاؤ باقی باتیں بعد میں ہوں گی ساجد علی اتنا کہہ کر غائب ہو گیا تو سعد اس کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے وہاں سے اٹھا تو اس نے پجاری کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا سعد سنبھل گیا اور اپنا ہاتھ لہرا کر اپنے یہاں ہونے کا اشارہ کیا۔

سعد تیزی سے اس کی طرف لپکا۔ جی جی پجاری جی۔

کہاں تھے سعد۔ میں کب سے تم کو ڈھونڈ رہا ہوں بچے۔ بھگوان کی دیا ہے کہ تم ادھر ہو ورنہ میں تو پریشان ہو گیا تھا کہ کہیں تم پھر سے مایہ کال کے شکنجے میں آ گئے ہو او بھگوان۔۔ پجاری اسے دیکھ کر خوشی سے بولا۔ تو سعد بات کو گول کر گیا۔ اور بولا۔

کہیں نہیں پجاری جی۔ بس دل کر رہا تھا کہ کسی ویران جگہ جا کر ماضی کی یادیں تازہ کروں اس لیے یہاں لیٹ گیا۔

اچھا ہے لیکن بچے مجھے تو بتایا ہوتا۔ پجاری نے شکوہ کیا۔

معافی چاہتا ہوں پجاری جی۔ میں نے سوچا آپ اپنی پوجا میں مصروف ہوں گے اور کم سے کم اڑھائی گھنٹے تک فارغ نہیں ہوں گے اس لیے آپ کو پریشان کرنا مناسب نہ سمجھا اس لیے بنا بتائے ادھر آ گیا۔ آپ کو برا لگا ہو تو معذرت خواہ ہوں سعد نے شرمندگی سے کہا تو پجاری نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگا لیا۔ اور بولا۔

سعد بچے بس۔ معافی مانگ کر مجھے شرمندہ نہ کرو میں تو اس لیے پریشان ہو گیا تھا کہ حالات جو ایسے ہیں اسلیے میں پریشان ہو گیا تھا بہرحال آؤ سورج غروب ہونے میں کچھ وقت باقی ہے کچھ کھا پی لیں اس کے بعد ایک کام کرنا ہے تم نے اور میں نے مل کر۔ پجاری کے الفاظ پر سعد چونکا۔

کون سا کام پجاری جی۔ میں سمجھا نہیں۔

ارے بھئی میں نے کل کہا تھا ناں کہ میں تین دن کا چلہ کرنے والا ہوں تمہاری نورانی شکتی کو واپس لانے کے لیے تو اسی کام پر تو جانا ہے۔

لیکن کہاں جانا ہے سعد نے ناسمجھی میں کہا۔

بچے جو چلہ میں کرنے والا ہوں اس کے لیے سب سے پہلے تو مجھے تمہارے اندر سے اشوانی دیوی کو نکالنا

طلسم نکالنا ہوگا۔ پھر تم کو ایک برا اپنے سامنے بٹھا کر تین دن کا چلہ کرنا ہے اور ہر رات جیسے ہی چلہ ختم ہو تم پر پھونکیں مارنی ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ تم اور میں کسی اکیلی جگہ جائیں۔

ہوں۔ ٹھیک ہے پجاری جی لیکن اشوانی دیوی کا طلسم آپ میرے اندر سے کیسے نکالیں گے۔

بچے جس پستک کی مدد سے میں نے تم پر اشوانی دیوی کا منتر پھونکا تھا اس کو نکالنے کا طریقہ تھوڑا مختلف ہے اس کے لیے تم کو میرے ساتھ پرانے مندر میں ایک تہہ خانہ ہے اس تہہ خانے میں موجود چار کونوں میں مٹی کے گھڑے دفن ہیں بس میں عمل کرتا جاؤں گا اور تم ہر بار جب میں اشارہ کروں تم وہاں سے مٹی کھود کر گھڑا نکالنا اور اس کا منہ کھول دینا۔ تم اسی طرح پورے چار کونوں میں یہ عمل دہراؤ گے اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اشوانی کا طلسم تم سے نکل کر میرے عمل کے ذریعے ایک حصہ گھڑے میں چلا جائے گا پھر تم اس گھڑے کو بند کر دینا۔ اسی طرح اس کپڑے سے جس سے وہ پہلے بند تھا اسی طرح اشوانی کا طلسم چار حصوں میں تم سے الگ ہو جائے گا پجاری نے تفصیل بتائی۔ سعد سوچ میں پڑ گیا۔ اور بولا۔

لیکن پجاری جی ایسا کیوں کرنا ہوگا کہ وہاں پرانے مندر میں چار حصے منتر ان گھڑوں میں داخل کرنا ہوگا اور اگر اشوانی دیوی کا طلسم میرے اندر پڑا رہے تو کیا ہرج ہے۔

ہاں اشوانی کا منتر ویسے تو تمہارے لیے ٹھیک رہے گا لیکن بچے ہر دیوی اور دیوتا کے بیری دیوی اور دیوتا بھی ہوتے ہیں اگر کوئی دیوی یا دیوتا کسی منش پر اپنا منتر نقل کریں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ منش اس دیوی یا دیوتا کے قبضے میں ہے اور ان کا غلام ہے اور پھر وہ غلام دوسرے دیوی دیوتا کی نظر میں ایک دشمن بن جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی دیوی یا دیوتا کسی منش کو اپنا طلسم دے دیں تو دوسرے دیوی دیوتا اسے اپنی توہین جانتے ہیں اور اس آدمی کو مارنا چاہتے ہیں اس لیے اگر زیادہ دیر تک اشوانی دیوی کا طلسم تمہارے اندر رہا تو دوسری دیویاں تمہارے دشمن بن جائیں گے۔ اور اس سے پہلے کہ وہ تمکو کوئی گزند دیں ہم وہ طلسم ہی نکال لیں گے اور رہا سوال اسکے نکالنے کا تو یہ ہر دیوی یا دیوتا کے طلسم کو نکالنے کے لیے یہی طریقہ ہے کہ اسے چار حصوں میں نکال کر مٹی کے گھڑے میں کسی پرانے مندر میں دبا دو اور کچھ سے بعد وہ منتر گھڑوں سمیت مٹی ہو جاتا ہے اگر پھر کسی کے اندر طلسم ڈالنا ہو تو اسی طرح پستک کی مدد سے ڈالا جاتا ہے اور اسی طرح سے نکالا جاتا ہے کیا سمجھے۔ پجاری نے تفصیل بتائی تو سعد نے اسے مان لیا۔ اس سے اس کے اندر چھپے تمام سوال کے جوابات بھی مل گئے اور وہ مطمئن ہو گیا۔ اتنے میں وہ گھر کے نزدیک آ گئے تو پجاری نے سعد کو بیٹھک میں جانے کا اشارہ کیا اور خود اندر چلا گیا سعد نے خدا کا شکر ادا کیا کہ پجاری کو اس کے چلے کا علم نہیں ہوا ورنہ وہ شاید محسوس کر جاتا لیکن ایک بات جس نے سعد کو پریشان کیا تھا وہ بات تھی ساجد کی کہ پجاری بھی تمہارا دشمن ہے ساجد نے یہ بات کیوں کی تھی حالانکہ پجاری نے تو سعد پر احسان کیا تھا اسے شپالی بدروح کے جادو سے آزاد کروایا تھا تو پھر وہ میرا دشمن کیسے بن گیا۔ سعد سوچوں میں گم ہو گیا ایک طرف جہاں اسے ساجد کے ساتھ کی خوشی تھی وہیں اسے اس بات کی پریشانی بھی تھی ساجد کا ساتھ ملنا گویا سعد کے لیے نورانی طاقتیں ملنے جیسا تھا واقعی وہ ساجد کو نہیں جانتا تھا لیکن ساجد اسے پہچانتا تھا اور یہ بھی اس کی مہربانی تھی کہ وہ سعد کے بلانے پر آ گیا تھا ساجد نے نورانی طاقتیں حاصل کی تھیں سعد سمجھتا تھا کہ ساجد اس کے بڑے کام آ سکتا تھا ساجد کے ساتھ سے اب سعد کو واقعی امید ہو چکی تھی کہ وہ بنا اپنی طاقت کے لیے بھی مایہ کال سے مقابلہ کر سکتا ہے اور اپنا مقصد پورا کر سکتا ہے ساجد کو دیکھ کر اسے

اپنے مرشد کی یاد تازہ ہو گئی تھی اور اس کے زخم ہرے ہونا شروع ہو گئے تھے۔ کافی اچھا وقت تھا وہ جب ہر سو خوشیاں تھیں مگر اب سب اجڑ چکا تھا۔

کہاں کھو گئے ہو سعد بچے۔ پجاری کی آواز پر سعد چونک کر خیالات کی دنیا سے باہر آیا۔ اور بولا۔

کہیں نہیں پجاری جی۔ بس حالات میں اور قسمت میں کھویا ہوا تھا۔

او ہو تم پھر خود کو ہلکان کر رہے ہو جب میں نے تم کو سمجھایا بھی ہے تو بیٹا اب تم ماضی کو بھول جاؤ اگر نہیں بھول سکتے تو بچے کم از کم میرے سامنے تو نہ یاد کرو تم کو دکھی دیکھ کر مجھے تکلیف ہوتی ہے۔

معافی چاہتا ہوں پجاری جی۔ دوبارہ ایسا نہیں کروں گا۔ سعد نے کہا تو پجاری نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا اور کہا۔

بچے تھوڑی دیر میں شام ہو جائے گی اندھیرا ہونے کے بعد تم اور میں پرانے مندر میں جائیں گے اور اشوانی دیوی کا جادو تم سے اتاریں گے پھر وہیں میں تم کو اپنے سامنے بیٹھا کر چلہ کروں گا۔

ٹھیک ہے جیسا آپ کو بہتر لگے۔ سعد نے سعادت مندی سے کہا

ٹھیک ہے پھر کھانا کھا کر تیار رہنا کھانا تیار ہے۔

ٹھیک ہے۔ سعد نے کہا تو پجاری الٹے قدموں واپس گھر کی جانب مڑا۔ آدھے گھنٹے کے بعد کھانا کھا چکے تھے اور پجاری برتن سمیٹ کر گھر دینے گیا۔ واپس آ کر بولا۔ بچے دو دن بعد میری بیٹی کی شادی ہے اس لیے میری خواہش ہے کہ اگر تم بھی شادی میں شرکت کرو۔

کیوں نہیں پجاری جی وہ آپ کی بیٹی ہے تو میری بھی بہن ہے اور خدا کا شکر ہے کہ وہ مجھ سے اغوا ہونے سے بچ گئی اور شادی ہو رہی ہے ورنہ اگر میں اسے مہاکالی کے جادو کے زیر اثر اگر اغوا کر لیتا تو آپ کے خواب بھی ٹوٹ جاتے ناں۔

ہاں یہ سب بھگوان کی کرپا ہے ورنہ نجانے کیا ہوتا۔ بہر حال آؤ اندھیرا پھیل چکا ہے میرے خیال میں ہم کو چلنا چاہیے پجاری نے اٹھتے ہوئے کہا تو سعد بھی اٹھ گیا اور بولا۔

ٹھیک ہے چلئے۔

وہ دونوں وہاں سے نکل کر پرانے مندر کی طرف نکل پڑے باہر کافی اندھیرا ہو چکا تھا۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی جس سے سعد کو سکون مل رہا تھا پجاری اب سعد کو مایہ کال کے ان غلاموں کے حوالے کرنے جا رہا تھا جس کا مایہ کال نے اسے حکم دیا تھا پجاری جانتا تھا کہ اگر اس نے ایسا نہ کیا تو مایہ کال اس کے گھر والوں اور اس کو عبرت ناک موت دے گا اسے اپنے گھر والوں سے بہت پیار تھا وہ کسی بھی صورت میں اپنے گھر والوں کو مصیبت میں نہیں ڈال سکتا تھا۔ کاش وہ مایہ کال سے لڑ سکتا تو سعد کو کبھی بھی وہ اس طرح دھوکہ کر اشوانی دیوی کے طلسم کو وہاں پرانے مندر میں جانے کے بہانے سے ایسا نہ کرتا مگر وہ مجبور تھا۔ وہ ایک باپ تھا ایسا باپ جس کی بیٹی کی دو روز بعد شادی ہونی تھی اور اسے مایہ کال نے دھمکی دی تھی کہ اگر اس نے ایسا نہ کیا تو وہ اس سمیت اس کی بیٹی اور پتنی کو مار ڈالے گا ایک باپ ہونے کے ناطے وہ مجبور و بے بس تھا اسے سعد پہ کافی ترس آ رہا تھا مگر وہ کیا کرتا۔ اگر سعد کو بچاتا تو مایہ کال اس کو اجاڑ ڈالتا اگر گھر کو بچاتا تو سعد اجڑ جاتا۔ اس نے پھر مایہ کال کی ہی بات کو مانا اور اب وہ سعد کو دوبارہ سے مایہ کال کے غلاموں کے حوالے کرنے جا رہا تھا سعد اس بات سے بالکل لاعلم تھا کہ اسے جادو نکالنے کے بہانے کس

مقصد سے پرانے مندر لے جایا جا رہا ہے وہ تو خوش تھا کہ اس کی نورانی شکتی اسے ملنے والی ہے اور پجاری اسے وہاں چلنے کے لیے لے جا رہا ہے۔ چلتے چلتے وہ ایک پرانی سی کھنڈر نما عمارت کے قریب آ گئے تو پجاری بولا۔

سعد بچے یہی ہماری منزل ہے۔ یہی ہے وہ پرانا مندر۔ پجاری نے کہا تو سعد نے اندھیرے میں مندر کو دیکھا مندر کی عمارت کی چھت گر چکی تھی مگر دیواریں کھڑی تھیں مگر نہایت مخدوش حالت میں تھیں۔

آؤ جلدی آؤ۔ پجاری نے تیزی سے کہا۔ مندر کی عمارت میں داخل ہو کر پجاری نے جیب سے موم بتی اور ماچس نکالی اور موم بتی جلائی موم بتی کی روشنی میں پجاری ایک طرف بڑھا اور کونے میں بیٹھ کر فرش کی مٹی ہٹانے لگا۔ سعد نے اس کام میں اس کی مدد کی آنکھیں بھر آئیں مگر وہ چپ رہا اور سعد کو منع نہ کر سکا مٹی کے نیچے سے ایک بڑے پتھر کا تختہ سا نمودار ہوا تو پجاری نے زور سے اسے سرکایا۔ سرکنے سے تہہ خانے کا منہ کھل گیا اور موم بتی کی روشنی میں پجاری کو اندر سے سیڑھیاں نیچے جاتی ہوئی نظر آئیں پجاری نے بھگوان کو پا نام کیا اور اندر اترنے لگا۔ اس کا دل انجانے خوف سے دھڑکنے لگا اسے ایسے لگا کہ جیسے وہ کبھی بھی اب اس تہہ خانے سے باہر نہیں نکل سکے گا۔ بہر حال چلتا ہوا وہ تہہ خانے کے فرش پر آیا تہہ خانے میں حیرت انگیز طور پر نہ تو کوئی گند تھا اور نہ ہی کسی قسم کی کوئی بدبو یوں لگتا تھا کہ جیسے اس تہہ خانے کو کوئی صاف کر جاتا ہے ریتلی مٹی اسے صاف نظر آ رہی تھی جس کا مطلب تھا کہ تہہ خانے کا فرش کچا تھا۔

سعد بچے پجاری نے سعد کو پکارا۔

جی۔ وہ عاجزی سے بولا۔

اب میں عمل کرنے والا ہوں میرے پاس آ جاؤ۔ میں جیسے ہی تم کو بولوں تم نے فوراً ایک کونے کی مٹی ہٹا کر گھڑا نکالنا ہے۔ اور اس کا منہ کھول کر گھڑے کو الٹانا ہے اور پھر اسی طرح تم نے منہ بند کر کے گھڑے کو واپس دبا دینا ہے سمجھے پجاری نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے پجاری جی۔ ایسا ہی ہو گا۔

پجاری جانتا تھا کہ مایہ کال کے غلام ضرور اس گھڑے میں موجود ہوں گے اور اگر نہ ہوتے تو پھر مایہ کال اسے ایسا کرنے کو کیوں کہتا چند لمحوں بعد پجاری کے بڑبڑانے کی آواز آنے لگی۔ تو سعد سمجھ گیا کہ اب پجاری نے عمل شروع کر دیا ہے۔ وہ محتاط ہو کر کھڑا ہو گیا۔ پجاری سنسکرت زبان میں کوئی ورد بڑبڑانے لگا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ تیزی سے بولا۔

سعد مٹی کھودو اور گھڑا نکالو۔

سعد تیزی سے کونے کی جانب لپکا۔ اور کونے میں جا کر دونوں ہاتھوں کی مدد سے مٹی کھودنے لگا۔ مٹی کافی نرم تھی۔ اس لیے سعد کو ہاتھوں سے کھودنے میں کوئی تکلیف نہ ہوئی تھوڑے سے کھودنے کے بعد سعد کے ہاتھ مٹی کی کوئی ٹھوس چیز سے ٹکرائے سعد سمجھ گیا۔ کہ یہی وہ گھڑا ہے گھڑے کے منہ سے مٹی ہٹا کر اس نے گھڑے کے اردگرد سے مٹی ہٹانا شروع کر دی۔ اور تھوڑی دیر بعد ایک بڑا سا مٹی کا گھڑا اس نے زمین سے باہر نکال لیا۔

گھڑا کافی وزنی تھا یوں لگتا تھا کہ اس گھڑے میں جیسے لوہا بھرا ہوا ہو۔ گھڑے کو باہر نکال کر سعد نے

موم بتی کی دھیمی روشنی میں اس کے منہ کو دیکھا جو کپڑے کی مدد سے بند تھا سعد نے تیزی سے کپڑے کو کھولا اور گھڑا اٹھا کر زمین پر الٹ دیا اچانک ہی تہہ خانے میں ہوائیں چلنے لگیں اور ایسے لگنے لگا کہ جیسے کوئی طوفان آ رہا ہو اچانک ہی کمرے میں سانپ کے پھنکارے کی آواز سنائی دی۔ اور پھر گھڑے میں سے ایک بہت بڑا وزنی سانپ اپنی دو شاخہ زبان باہر نکالتے ہوئے اور پھنکارتے ہوئے تیزی سے باہر نکلا سانپ کو باہر آتا دیکھ کر سعد ڈر گیا۔

اس نے گھڑا وہیں پھینک دیا اور تیزی سے پجاری کے قریب آ گیا موم بتی کی روشنی میں انہوں نے سانپ کو اپنا پھن اوپر کیے ہوئے پھنکارتے ہوئے دیکھا کمرے میں جو ہوائیں آ رہی تھیں وہ سب اس سانپ کے پھنکارنے سے ہی آ رہی تھیں سانپ تیزی سے سعد کی جانب بڑھا پجاری اپنی جگہ ساکت کھڑا تھا اور حیرانگی سے سانپ کو دیکھ رہا تھا سعد جان گیا کہ سانپ اسے کاٹنے کے لیے ہی آ رہا ہے سانپ تیزی سے پجاری کی جانب بڑھا اور پھر اچانک کمرے میں روشنی کا جھماکا سا ہوا۔ سعد کی آنکھیں اس تیز روشنی سے چندھیا سی گئیں۔ اور پھر اس نے سانپ کو جلتے ہوئے دیکھا۔ سانپ کو آگ لگی ہوئی تھی۔ اور وہ درد کے مارے ادھر ادھر لوٹ پوٹ ہو رہا تھا یہ منظر ان کے لیے ہوش اڑا دینے والا تھا۔ ابھی وہ اسی منظر میں گم تھے کہ اچانک پھر سے کمرے میں تیز روشنی ہوئی پورا کمرہ روشن ہو گیا۔ ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے کمرے میں کوئی بلب جل رہا ہو مگر اسے روشنی کا منبع نظر نہ آیا۔ اچانک سعد نے اپنے سامنے ساجد کو دیکھا جو قہر آلود نظروں سے جلتے ہوئے سانپ کو دیکھ رہا تھا۔ سعد حیران و پریشان کھڑا رہ گیا جبکہ پجاری کا حال ایسا تھا کہ جیسے کاٹو تو خون نہیں وہ اپنی جگہ پر خوف کے مارے بت بنا کھڑا تھا سعد اس صورت حال کو بالکل بھی نہ سمجھ پایا۔ اور ہونقوں کی طرح کبھی جلتے ہوئے سانپ کو اور کبھی ساجد کو دیکھتا رہا۔

اس کے شاید دماغ میں نہیں تھا کہ پجاری نے بھی اسے ایسے ہی کہا تھا تو پھر یہ سانپ کہاں سے نمودار ہو گیا۔ اور پھر پجاری کا یوں بت بنے رہنا یہ سب کیا تھا پجاری کے چہرے پر اس سانپ کو دیکھ کر ہوائیاں اڑ رہی تھیں وہ شدید حیران اور خوفزدہ ہو گیا تھا کیونکہ اسے مایہ کال نے کہا تھا کہ گھڑوں میں اس کے غلام ہوں گے مگر اسے یہ علم نہ تھا کہ اژدھا بھی ہو سکتا ہے اس کے علاوہ کمرے میں ظاہر ہونے والے نوجوان کو بھی وہ دیکھ چکا تھا اور جلتے ہوئے سانپ کو بھی اس نوجوان نے ہی مایہ کال کے غلام کو مارا تھا جس سے پجاری یہ جان گیا تھا کہ وہ نوجوان زبردست شکتی کا مالک ہے اور اس کا یہ یوں مایہ کال کے غلام کو مارنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ سعد کو بچانے آیا ہے۔ ساتھ ہی وہ یہ بھی جان گیا تھا کہ اس کا بھانڈا ابھی پھوٹ گیا ہے پہلے تو وہ مایہ کال کے ہاتھوں مجبور ہوا اب یہ نوجوان نہ جانے اس کے ساتھ کیا سلوک کرنے والا تھا وہ شدید مایوسی کے عالم میں تیز روشنی میں اس نوجوان کو دیکھنے لگا جو قہر آلود نگاہوں سے جلتے ہوئے سانپ کو تک رہا تھا پجاری اس نوجوان کو اپنے علم کی روشنی میں بھی دیکھ چکا تھا اور اس کے اندر چھپی ہوئی نورانی شکتی بھی دیکھ چکا تھا اور وہ جان گیا تھا کہ نوجوان کتنا طاقتور ہے پجاری کے ذہن پر فکرمندی کے بادل چھا گئے اور شرمندگی کا احساس غالب آنے لگا اس نے سپنے میں بھی نہیں سوچا تھا کہ اس کے ساتھ ایسا بھی ہو سکتا ہے اور مایہ کال کا بنایا ہوا منصوبہ ایسے بھی ناکام ہو سکتا ہے وہ اس عجوبے پر حیران تھا۔

اس کے بعد کیا ہوا یہ سب جاننے کے لیے مایہ کال آخری قسط آئندہ شمارے میں ضرور پڑھیئے۔

قاتل عاشق

---تحریر: صائمہ لیاقت۔ ظفروال

چاروں بابا جی کے آستانے سے نکل کر گھر کو چل دیئے۔ علی نے صائمہ کو کافی حوصلہ دیا اور کہا کہ تم اکیلی نہیں ہو۔ہم سب تمہارے ساتھ ہی ہوں تم نے بس وہی کچھ کرنا ہے جو بابا نے کہا ہے۔ درخت کو آگ لگانی ہے پورے درخت پر مٹی کے تیل کا چھڑکاؤ کرنا ہے اس کے بعد اس کو آگ لگانی ہے۔ بس ہمت کرنی ہے ڈرنا نہیں ہے۔ بس پھر دوسرے دن ہی وہ سب اپنے سفر پر روانہ ہو گئے ایک لمبا سفر کرنے کے بعد وہ سب اسی جنگل میں جا پہنچے جہاں وہ درخت تھا اور جہاں ان کے ساتھیوں کے ڈھانچے پڑے ہوئے تھے وہ سب ان کے ڈھانچے دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے تھے۔ یہ ایسی جگہ تھی کہ جہاں لوگ خوف کی وجہ سے جاتے نہ تھے یہی وجہ تھی کہ ان ڈھانچوں کو ابھی تک کسی نے دفنایا تک نہیں تھا۔ جہاں جہاں ڈھانچے پڑے تھے وہاں ہی موجود تھے۔ کچھ کی ہڈیاں ٹوٹ کر بکھر گئی تھیں اور کچھ ویسی ہی تھیں۔ وہ چاروں خوفزدہ سے چلتے گئے اور اس درخت تک جا پہنچے۔ سب نے مل کر پورے درخت پر مٹی کے تیل کا چھڑکاؤ کیا۔ لیکن جب آگ لگانے کی باری آئی تو وہ جب بھی آگ جلاتے ایک ہوا کا جھونکا آتا اور آگ بجھ جاتی۔ اس منظر سے سب سے پریشان تھے پھر صائمہ نے بابا جی کا دیا ہوا ورد زور سے پڑھنا شروع کر دیا اور آگ کو جلا دیا۔ اور ایک دم درخت کو آگ لگا دی۔ جب آگ لگی تو دل دہلا دینے والی آوازیں درخت سے آنے لگیں۔ مگر کوئی ڈرا نہیں تھا۔ کیونکہ وہ جان گئے تھے کہ وہ جس مقصد کے لیے آئے ہیں وہ پورا ہو گیا ہے۔ وہ آدم خور جن اللہ کے حکم سے جل گیا ہے۔ ایسا ہی ہو رہا تھا کہ درخت سے عجیب دہشت میں ڈوبی ہوئی آوازیں سنائی دیتی رہیں جو بعد میں آہستہ آہستہ خاموش ہوتی جانے لگیں کچھ ہی دیر میں وہ درخت جل کر راکھ ہو گیا۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی۔

ہو آخر کون ہو تم کیوں مجھے تنگ کر رہے ہو

کون آخر کیا چاہتے ہو تم مجھ سے سامنے آؤ۔ پلیز

صائمہ کے دل میں ایک ساتھ کئی سوال آئے اور اس نے وہ سارے کے سارے سوال فضا کو گھورتے ہوئے کہہ ڈالے۔ جب صائمہ کو کوئی جواب نہ ملا تو وہ بیڈ پر بے چینی سے بیٹھ گئی۔ اور گذشتہ دنوں میں پیش آنے والے واقعات پر غور کرنے لگی۔ اور اپنے ماضی میں کھو گئی۔

نجمہ نجمہ۔ یار دعا کرو کہ وہ آج مجھے ملے پچھلے دو دنوں سے میں نے اسے دیکھا نہیں ہے میرا دل بری طرح تڑپ رہا ہے اسے ایک نظر دیکھنے کے لیے

صائمہ کینٹین میں بیٹھی اپنی دوست نجمہ سے اپنے دل کی باتیں شیئر کر رہی تھی۔

اوہو یار صائمہ۔ تجھے پتہ ہی نہیں کہ وہ کون ہے اور اتنا بھی پتہ نہیں کہ وہ تجھے چاہتا بھی ہے کہ نہیں اور تو اس کے پیچھے پاگل ہو رہی ہو پاگل کہیں کی۔ نجمہ نے منہ چڑاتے ہوئے کہا۔

نہیں یار وہ مجھے چاہتا نہ ہو ایسا تو ہو نہیں سکتا تجھے نہیں پتہ جب میں سکول جاتی ہوں تو وہ مجھے نظر آتا ہے اس کی آنکھوں میں ایک کشش ہے جو مجھے اس کی طرف کھینچتی ہے اور ہاں اس کا میرے قریب سے گزر کر رازدارانہ انداز میں سلام کرنا

نجمہ ہم اسے بھی تو نظر انداز نہیں کر سکتے ناں۔
صائمہ شوخ لہجے میں یہ سب باتیں نجمہ کو بتائے جا رہی تھی اور نجمہ بھی بڑے سلیقے سے یہ سب باتیں سن رہی تھی۔

لو جی اب جاؤ تم گھر ہو سکتا ہے تمہارا مجنوں آج تمہیں مل جائے نجمہ نے چھٹی کی گھنٹی کی آواز سن کر کہا۔

چل یار خدا کرے کہ تیری بات سچ ہو جائے۔
اگر وہ آج مجھے کہیں ملا تو ناں تو اس سے میں آج پوچھ ہی لوں گی کہ وہ کون ہے اتنا کہہ کر صائمہ نے نجمہ کو خدا حافظ کہا اور گھر کا راستہ لیا۔

آج صائمہ کے دل سے دعائیں نکل رہی تھیں کہ وہ نوجوان آج اسے کہیں تنہا ملے جب وہ ایک گلی میں پہنچی تو اس نے دیکھا کہ گلی کی دوسری نکڑ سے ایک لڑکا گلی میں داخل ہوا صائمہ کا دل بری طرح دھڑکنے لگا۔اس کے ہاتھ پاؤں اس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے اتنے میں وہ نوجوان چلتا ہوا اس کے قریب آ گیا کل میں آپ کو اپنا نمبر دوں گا اسی گلی میں اسی وقت او کے اتنا کہہ کر وہ نوجوان ابھی آگے بڑھا ہی تھا کہ صائمہ اس کی آواز کے سحر سے باہر نکل آئی اور خود کو سنبھال کر اور کچھ ہمت کر کے اس نے اس پر اسرار جوان کا نام پوچھ ہی لیا۔

آپ کا نام کیا ہے۔
علی رضا۔نوجوان نے مختصراً کہا۔
کیا آپ مجھے جانتے ہیں۔
جی ہاں۔
کیسے۔صائمہ نے حیرانگی سے پوچھا۔
یہ سب میں آپ کو بعد میں بتاؤں گا علی رضا نے سپاٹ لہجے میں کہا اتنا کہہ کر وہ نوجوان آگے بڑھ گیا۔
اور صائمہ علی رضا کے حسن کے سحر میں ڈوبی ہوئی گھر کی طرف چل دی۔

علی رضا۔علی رضا۔اس کا نام ہے اور آج اس نے مجھے اپنا نمبر بھی دینے کا وعدہ کیا ہے صائمہ نے خوشی سے کہا

دیکھو صائمہ میری جان۔تو کسی اجنبی کے منہ مت لگو آج کل کے لڑکے بڑے لفنگے ہوتے ہیں پہلے لڑکیوں کو پھنساتے ہیں پھر انکا استعمال کر کے چھوڑ دیتے ہیں نجمہ کا لہجہ خاصا پریشان کن تھا۔

نہیں یار علی مجھے ایسا ویسا نہیں لگتا اور اگر ایسا ہوا بھی تو مجھے کیا آزما لوں گی میں اسے اور یار تو فکر نہ کر میں اتنی جلدی اس کی باتوں میں آنے والی نہیں ہوں صائمہ نے اسے تسلی دی۔

اچھا یار اتنا تو بتا کہ تیرا مجنوں دیکھنے میں کیسا ہے نجمہ نے شرارت سے کہا۔

خوبصورت اتنا خوبصورت کہ میں نے پہلے کبھی کسی کو اتنا خوبصورت نہیں دیکھا لمبی لمبی اور موٹی موٹی خوبصورت جھیل جیسی نیلی آنکھیں ہونٹ ایسے سرخ جیسے ابھی خون نکل پڑے بالکل گلاب جیسے بال گھنگریالے قد و قامت تو پوچھو ہی مت بالکل پرفیکٹ اور رنگت تو ایسی سفید کہ چاند کی چاندنی بھی اس کے سامنے مدھم پڑ جائے گی صائمہ نے تفصیل سے نجمہ کو بتایا۔

چلو دیکھ لوں گی تیرے چاند کو بھی نجمہ نے کہا۔
اور دونوں جماعت کی طرف چل دیں آج صائمہ کو چھٹی کا بے صبری سے انتظار تھا۔خدا خدا کر کے چھٹی ہوئی اور صائمہ اس گلی میں پہنچ گئی پورا ایک گھنٹہ صائمہ نے انتظار کیا مگر علی رضا نہ آیا آخر وہ مایوس ہو کر گھر کو چل دی سارے راستے میں وہ سوچتی رہی کہ آخر وہ کیوں نہیں آیا اس طرح دن گزرتے گئے صائمہ روز اس کا انتظار کرتی رہی۔مگر وہ نہ آیا اب صائمہ گم صم رہنے لگی نہ تو سکول کے کام میں توجہ دیتی اور نہ ہی گھر میں۔
ایک دن حسب معمول وہ سکول سے گھر آ رہی

تھی کہ اسے علی رضا نظر آیا سفید شرٹ اور بلیک پینٹ میں وہ کسی پرستان کا شہزادہ لگ رہا تھا اور صائمہ اس کے سحر میں ڈوبتی چلی گئی علی چلتا ہوا اس کے پاس آیا اس نے صائمہ پر ایک سرسری سی نظر ڈالی اور آگے بڑھ گیا۔ وہ بے چین ہوگئی کہ آخر یہ کون ہے جو اسے اتنی بری طرح تڑپا رہا ہے نہ منہ سے کچھ کہتا ہے اور نہ ہی کوئی اشارہ محبت کرتا ہے صبح سکول پہنچ کر صائمہ نے تمام ماجرہ نجمہ کے گوش گزار دیا اور اس سے مدد طلب کی تو وہ بولی۔

میری جان تو اسے ایک لیٹر لکھ دے اور جب وہ تیرے پاس سے گزرے تو تو اسے دے دینا نجمہ نے آہستگی سے کہا۔

ہاں یار یہ ٹھیک رہے گا۔ صائمہ نے کہا۔

اسلام علیکم۔ جی آپ کون ہے کہاں سے آتے ہیں کہاں جاتے ہیں میں کچھ نہیں جانتی آپکے نام کے علاوہ میں آپ کے بارے میں کچھ نہیں جانتی بس اتنا جاننا چاہتی ہوں کہ آپ کون ہیں اور مجھ سے کیا چاہتے ہیں پلیز مجھے بتائیں۔

آج صائمہ علی رضا کی منتظر تھی کہ وہ کب نظر آئے اور وہ اسے خط دے دے بالآخر گلی میں کوئی نہیں تھا۔ صائمہ اور علی رضا کے علاوہ۔ صائمہ نے اس کو خط دیا اور گھر کو چل دی۔ آج پھر اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا اور صائمہ کو اس بات کا ڈر تھا کہ اگر اس نے برا منا لیا تو کیا ہوگا۔

خدا خدا کر کے دوسرا دن بھی آ گیا۔ جمعہ کا دن تھا۔ صائمہ کا دل بدستور بری طرح دھڑک رہا تھا کہ نجانے جواب میں کیا ہوگا اتنے میں اسے علی رضا دور سے آتا ہوا دکھائی دیا گلابی شرٹ میں وہ نہایت ہی خوبصورت لگ رہا تھا جب وہ صائمہ کے پاس سے گزرا تو اس نے صائمہ کے ہاتھ میں ایک کاغذ کا ٹکڑا پکڑا دیا صائمہ تیز تیز قدموں سے گھر کی طرف چل دی گھر پہنچ کر اس نے سب سے پہلے وہ خط پڑھا جو علی رضا نے دیا تھا۔ جو کچھ یوں تھا۔

اسلام علیکم۔ میں جانتا ہوں آپ کو میں پچھلے دو سالوں سے آپ کو چاہتا ہوں مگر کبھی کہنے کی ہمت نہیں ہوئی بس آپ کو سکول آتے جاتے دیکھ کر ہی دل کو تسلی دیتا رہتا ہوں میں آپ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں اور امید ہے کہ آپ بھی اس کے لیے رضامند ہیں۔

صائمہ خوشی سے جھوم اٹھی اس نے اپنا موبائل اٹھایا اور علی رضا نے جو نمبر خط میں دیا تھا اس پر میسج کر دیا کچھ دیر بعد علی رضا نے کال کی دونوں نے کافی دیر تک باتیں کی اقرار محبت کیا اور ایک دوسرے کے ساتھ نہایت ہی پیار سے رہنے لگے۔

جون کا مہینہ تھا خوب گرمی پڑ رہی تھی صائمہ کے سکول کی طرف سے ٹرپ جا رہی تھی اتفاق سے اسی دن علی رضا کے سکول کی ٹرپ بھی وہاں ہی جا رہی تھی صبح صبح ہی صائمہ نے نجمہ کو بتایا کہ آج علی رضا کے سکول کی ٹرپ بھی اسلام آباد جا رہی ہے اور ہو سکتا ہے کہ ہم ان سے مل سکیں دونوں سکولز کی گاڑیاں سفر پر چل پڑیں صائمہ اور علی رضا میسج کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطے میں تھے۔ علی رضا کے سکول کی گاڑی صائمہ کے سکول کی وین سے کچھ آگے تھے شہر سے باہر کچھ دور جانے کے بعد سڑک سنسان تھی سڑک کے دونوں جانب گھنے جنگلات تھے اور شام ہو رہی تھی علی رضا کے سکول کی بس صائمہ سے کچھ کلو میٹر کے فاصلے پر تھی جب صائمہ کے سکول کی وین ان کی بس کے قریب پہنچی تو پتہ چلا کہ ان کی بس خراب ہو گئی ہے صائمہ کی وین آدھی خالی تھی چنانچہ دونوں سکولوں کے پرنسپلز نے آپس میں مشورہ کیا اور علی رضا لوگ صائمہ کی وین میں سوار ہو گئے علی کا ایک دوست اس کے ساتھ تھا جسے دیکھتے ہی نجمہ اسے اپنا دل دے بیٹھی علی رضا اور اس کا دوست صائمہ کی برابر والی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ اتفاق سے علی رضا کے دوست کا نام نجم الحسن تھا اور وہ

بھی نجمہ کو پسند کرنے لگا تھا پھر انہوں نے جگہوں کی تبدیلی کی نجم الحسن اور نجمہ اکٹھے بیٹھ گئے اور صائمہ اور علی رضا اکٹھے بیٹھ گئے سب نے خوب گپیں لگائیں آدھے سے زیادہ راستہ کیسے کٹ گیا پتہ نہیں چلا۔

اسلام آباد سے کچھ پیچھے گھنے جنگلات کے درمیان آ کر اچانک گاڑی خراب ہوگئی۔ سب نیچے اترے رات کافی ہوچکی تھی اور وہاں پر کوئی آبادی نہیں تھی صرف سائیں سائیں کرتا ہوا خوفناک جنگل تھا غرض کہ ڈرائیور اس جگہ سے تھوڑا بہت واقف تھا چنانچہ رات گاڑی میں ہی گزارنی تھی اسی لیے سب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے ڈرائیور نے سختی سے منع کیا کہ کوئی بھی رات کو اکیلا باہر نہ جائے یہ جگہ کافی خطرناک ہے بارش آنے کا خطرہ تھا۔ اسی لیے ایک گھنے درخت کے نیچے ڈرائیور نے بس کھڑی کردی اور سب آرام کرنے لگے پچھلی رات کا وقت تھا کہ ان سب کو دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی مگر کسی نے دھیان نہ دیا صبح جب سب اٹھے تو سٹوڈنٹس میں سے عادل، رفیق اور حسنین غائب تھے پہلے تو سب نے سوچا کہ شاید گھومنے گئے ہیں واپس آجائیں گے مگر جب کافی دیر تک واپس نہ آئے تو سب کو پریشانی لاحق ہوئی سب نے جنگل میں انہیں ڈھونڈنے کا فیصلہ کیا اور جنگل میں نکل گئے علی رضا اور صائمہ نجمہ اور نجم الحسن یہ دونوں جوڑیاں گاڑی میں ہی رہیں تاکہ سامان وغیرہ کی حفاظت کریں نجمہ اور نجم الحسن گاڑی سے نیچے اتر گئے اور ادھر ادھر ٹہلنے لگے اور باتیں کرنے لگے جبکہ صائمہ اور علی رضا گاڑی میں رہے ان دونوں نے خوب پیار کیا اور بہت سارے وعدے بھی کیے۔

صائمہ اور علی اپنی پیار کی دنیا میں گم تھے کہ اچانک باہر سے نجمہ کی چیخ کی آواز سن کر وہ کانپ گئی دونوں جلدی سے گاڑی سے باہر نکلے اور جب باہر کا منظر دیکھا تو دونوں کے ہوش اڑ گئے نجمہ نجم الحسن کے گلے لگ کر روئے جارہی تھی کیونکہ ان کے سامنے ایک انسانی ڈھانچہ پڑا ہوا تھا جس پر گوشت نام کی کوئی چیز نہ تھی جب دریافت کیا تو نجمہ نے بتایا کہ میں پانی پینے کے لیے بس کے اوپر سے اپنا بیگ اتار رہی تھی کہ بوتل نکال کر پانی پیئوں تو بوتل کی جگہ میرے ہاتھ میں یہ ڈھانچہ آ گیا ڈھانچہ کو دیکھنے کے لیے جب علی رضا ذرا قریب ہوا تو اسے محسوس ہوا جیسے اس کے کندھے پر کسی چیز کی بوندیں گر رہی تھیں جب دیکھا تو وہ خون تھا سب نے حیرانی کے عالم میں اوپر دیکھا تو سب کی چیخیں نکل گئیں نجمہ تو بے ہوش ہوگئی تھی اور نجم الحسن اسے سنبھال رہا تھا کیونکہ منظر ہی نہایت ہی خوفناک اور وحشت سے بھرا ہوا تھا درخت کے اوپر کسی کی لاش آنکھیں پھاڑے نیچے کو دیکھ رہی تھی آنکھوں سے خون نکل رہا تھا جو ناک کی نوک پر اکٹھا ہو کر نیچے گر رہا تھا آنکھوں میں خوف تھا چہرہ خون سے لت پت تھا لاش کے پیٹ کے حصے سے پنڈلیوں تک ماس غائب تھا جیسے کسی نے کھا لیا ہو۔ ان دونوں جوڑیوں کے تو ہوش ہی بحال نہیں ہو رہے تھے چنانچہ انہوں نے جنگل میں گئے دوستوں کا انتظار کرنا شروع کردیا۔

شام کے سات بج رہے تھے کہ اچانک انہیں جنگل سے چیخ سنائی دی ابھی تک ان کے ساتھی واپس نہیں آئے تھے اس لیے انہیں خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں ان کے دوستوں کو تو کچھ ہو نہیں گیا۔ چنانچہ علی رضا اور نجم الحسن نے جنگل میں کر ساتھیوں کو ڈھونڈنے کا پروگرام بنایا مگر نجمہ اور صائمہ انہیں اکیلا نہیں جانے دینا چاہتی تھیں۔

نہیں علی میں آپ کو نہیں جانے دوں گی اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو میں مرجاؤں گی صائمہ نے روتے ہوئے کہا۔

پاگل ہم بس تھوڑی دیر میں واپس آجاتے ہیں گھبراؤ مت علی رضا نے صائمہ کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

مجھے لگتا ہے کہ یہ کسی جنگلی جانور کا کام ہے نجم

الحسن نے شکی لہجے میں کہا

نہیں جانور نہیں مجھے لگتا ہے کہ یہ کسی چڑیل یا بدروح وغیرہ کا کام ہے۔ نجمہ نے ڈرتے ہوئے کہا۔

چلو جو بھی ہے ہم پتہ کر لیں گے تم گاڑی سے باہر مت نکلنا ہم ابھی آتے ہیں یہ کہہ کر دونوں جنگل میں گھس گئے رات نو بجے کا وقت تھا کہ صائمہ کو گاڑی سے باہر کسی کی سرگوشیوں کی آوازیں سنائی دیں۔

جیسے کوئی کہہ رہا ہو صائمہ باہر آؤ۔ دیکھو میں نے تمہارے لیے جوانی دوبارہ حاصل کر لی ہے صائمہ۔

مدہوشی کی حالت میں گاڑی سے نیچے اترنے لگی کہ نجمہ نے اسے روکنے کی کوشش کی مگر نہ تو وہ کچھ بول پائی اور نہ ہی چل پائی صائمہ نجمہ کے سامنے گاڑی سے نیچے اتر کر درخت کی طرف منہ کر کے کھڑی ہو گئی صائمہ آہستہ آہستہ مدہوشی سے باہر نکلنے لگی اب اسے صاف سمجھ آ رہی تھی کہ کوئی دلکش آواز والا نوجوان اسے پکار رہا ہے۔

کو۔۔کو۔۔کون ہو تم۔ صائمہ نے تھرتھراتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

ہاہا۔۔ہاہاہا۔ وہی جو تم سے پیار کرتا ہے اور تم بھی مجھ سے پیار کرتی ہو۔ یہ آواز درخت سے آئی تھی۔

تم جو بھی ہو میں تمہیں نہیں جانتی ہوں مگر اتنا سن لو کہ میں تم سے پیار نہیں کرتی صائمہ نے غصہ سے کہا۔

ہاہاہا۔ جانتا تھا۔ جانتا تھا میں کہ تمہیں کون پسند کرتا تھا یہ عادل اور حسنین پسند تھے ناں دیکھو ناں کیا حال بنا دیا ہے میں نے ان کا ایک طرف میرے دشمن مر گئے اور دوسری طرف ان کے خون اور گوشت سے مجھے پھر سے جوانی مل گئی درخت سے آواز آئی۔

آخر تم ہو کون سامنے تو آؤ اور تم نے انہیں کیوں مارا ہے صائمہ نے غصہ سے لیکن روتے ہوئے چیختے ہوئے پوچھا۔

میں تمہارے سامنے صرف تبھی آؤں گا جب تم مجھ سے کہو گی کہ میں تم سے پیار کرتی ہوں اور ان کو میں نے اس لیے مارا ہے کہ یہ دونوں ہی تم سے پیار کرتے تھے اور تم میرے علاوہ کسی کی بھی نہیں بن سکتی درخت سے آواز آئی۔

یہ تمہاری بھول ہے۔ نہ میں نے تم سے پیار کیا تھا نہ کیا ہے اور نہ ہی کبھی کروں گی اچھی طرح سمجھ لو صائمہ نے اسی انداز سے کہا۔

اور تم بھی سمجھ لو کہ اگر میرے علاوہ اگر کوئی تیرے پاس بھی آیا تو میں اس کی جان لے لوں گا درخت سے آواز سنائی دی۔

میں علی رضا سے پیار کرتی ہوں اور میں تمہیں اس کو چھونے بھی نہیں دوں گی۔

جانتا ہوں اس کم بخت کو بھی مارنے کی بہت کوشش کی مگر اس کے گلے میں جو تعویذ ہے اس نے اسے بچا لیا ہے مگر کب تک بچے گا وہ۔ ہاہاہا۔۔ہاہاہا۔

صائمہ پیچھے سے اسے آواز سنائی دی۔

جی علی۔ صائمہ نے چونک کر دیکھا۔

کس سے باتیں کر رہی ہو علی رضا نے پوچھا تو صائمہ نے تمام واقعہ تفصیلاً بتا دیا۔

اوہ تو اس کم بخت کی وجہ سے ہمارے ساتھی مارے گئے ہیں علی رضا نے کہا۔

کیا صائمہ نے حیرانگی سے کہا۔

ہاں سب کے ڈھانچے ملے ہیں کوئی بھی زندہ نہیں ہے بس ہم چار ہی بچے ہیں علی رضا نے افسوس سے کہا۔

اور رضا نجمہ اور مجم الحسن کو وہ کچھ نہیں کرے گا اور تمہیں وہ چھو بھی نہیں سکتا کیونکہ تمہارے گلے میں جو تعویذ ہے وہ اسے روک رہا ہے۔ اور مجھے وہ کچھ نہیں کر سکتا کیونکہ وہ مجھ سے پیار کرتا ہے۔ صائمہ نے مزید کچھ بتایا تو رضا حیران رہ گیا۔

صائمہ اب ہمیں یہاں سے چلے جانا چاہیے۔ نجمہ نے کہا۔

ہاں مگر کیسے گاڑی تو خراب ہوگئی ہے ناں۔

کچھ دور تک پیدل چلتے ہیں کیا پتہ صبح ہونے ہی والی ہے کوئی گاڑی مل جائے نجم الحسن نے کہا۔

آئیڈیا برا نہیں ہے مگر میرے کپڑے خراب ہوگئے ہیں میں ذرا کپڑے بدل لوں جب علی رضا کپڑے بدل رہا تھا تو اس کا تعویذ شرٹ کے ساتھ پھنس جاتا ہے اور گر جاتا ہے۔

ہاں چلو اب یہاں سے جلدی نکلیں۔ علی رضا نے کہا۔

ہاہاہا۔ جاؤ گے تو تب ناں جب میں جانے دوں گا درخت سے آواز سنائی دی۔

علی آپ اس کی باتوں پر دھیان نہ دیں بس چلو یہاں سے۔ صائمہ نے کہا۔

چاروں بھاگنے لگے اور وہاں سے کافی دور نکل آئے مگر انہیں مسلسل دھمکیوں بھرے قہقہوں کی آوازیں آتی رہیں۔ سب تھک چکے تھے کہ اچانک سامنے ایک بڑا سا ٹرک آیا اور علی رضا کو ٹکر ماری۔ وہ تڑپنے لگا صائمہ سے یہ برداشت نہیں ہوا اور وہ گر پڑی۔

جب اسے ہوش آیا وہ اپنے گھر کے بیڈ پر تھی دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ صائمہ کو پورے دو ہفتوں کے بعد ہوش آیا ہے صائمہ کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا کہ پتہ نہیں دو ہفتوں میں کیا کیا ہوگیا ہوگا خدا جانے علی رضا کس حال میں ہوگا۔ اسی بے چینی کے ساتھ اس نے علی کے نمبر پا کال کی اس کی امی نے کال ریسیو کی دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ علی کو کافی چوٹیں آئیں تھیں مگر وہ اب ٹھیک ہے یہ سن کر صائمہ کی جان میں جان آئی۔ ابھی فون بند ہی کیا تھا کہ اسے پھر وہی آواز سنائی دی۔ اور وہ بے چین ہوگئی۔

آج وہ بے چینی کی حالت میں بیڈ پر بیٹھی تھی کہ نجمہ اور نجم الحسن اس سے ملنے آئے صائمہ دونوں کے ساتھ گلے لگ کر خوب روئی اور انہیں بتایا کہ آج بھی وہ منحوس آواز میرا پیچھا کر رہی ہے۔

فکر نہ کرو صائمہ ہم نے اس کا حل نکال لیا ہے۔

نجم نے فکر سے کہا علی رضا کے ابو بہت بڑے عالم ہیں میں نے ان سے بات کی تھی تو انہوں نے کہا تھا کہ ضرور حل جائے گا انہوں نے آج بتانے کا وعدہ کیا تھا نجم الحسن نے کہا۔

شام کو چلیں گے۔ صائمہ نے کہا۔

ٹھیک ہے۔

سات بجے سب ان کے آستانے پر موجود تھے صائمہ تو علی رضا کو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہی تھی اور شکر کر رہی تھی کہ وہ بالکل ٹھیک ہوگیا ہے۔

دیکھو بچو۔ وہ معمولی جن نہیں ہے وہ آدم خور جن ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ ہندو ہے اور صائمہ سے پیار کرتا ہے اسے ختم کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ چاند کی چودھویں رات کو جو کہ آج سے دو دن بعد ہے تب اس کی طاقتیں بڑھیں گی اس سے پہلے ہی تمہیں کسی بھی طرح اس خطرناک جن کے درخت کو جلانا ہوگا۔ باباجی نے تفصیلاً بتایا۔ اور یہ بھی کہ درخت کو صرف صائمہ ہی جلا سکتی ہے۔ صائمہ اپنا نام سن کر بہت خوش ہوئی اور ڈر بھی گئی تھی کہ کہیں وہ ان کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے لیکن باباجی نے اس کو ہمت دی اور یوں باباجی نے ان چاروں کو دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔

چاروں باباجی کے آستانے سے نکل کر گھر کو چل دیئے۔ اور مشورہ کرنے لگے کہ یہ سب کیسے کیا جائیگا۔ علی نے صائمہ کو کافی حوصلہ دیا اور کہا کہ تم اکیلی نہیں ہوگی ہم سب تمہارے ساتھ ہی ہوں تم نے بس وہی کچھ کرنا ہے جو بابا نے کہا ہے درخت کو آگ لگانی ہے پورے درخت پر مٹی کے تیل کا چھڑکاؤ کرنا ہے اس کے بعد اس کو آگ لگانی ہے۔ بس ہمت کرنی ہے ڈرنا نہیں ہے۔ بس پھر دوسرے دن ہی وہ سب اپنے سفر پر روانہ ہوگئے ایک لمبا سفر کرنے کے بعد وہ

سب اسی جنگل میں جا پہنچے جہاں وہ درخت تھا اور جہاں ان کے ساتھیوں کے ڈھانچے پڑے ہوئے تھے وہ سب ان کے ڈھانچے دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے تھے۔ یہ ایسی جگہ تھی کہ جہاں لوگ خوف کی وجہ سے جاتے نہ تھے یہی وجہ تھی کہ ان ڈھانچوں کو ابھی تک کسی نے دفنایا تک نہیں تھا۔ جہاں جہاں ڈھانچے پڑے تھے وہاں ہی موجود تھے۔ کچھ کی ہڈیاں ٹوٹ کر بکھر گئی تھیں اور کچھ ویسی ہی تھیں۔ وہ چاروں خوفزدہ سے چلتے گئے اور اس درخت تک جا پہنچے۔ سب نے مل کر پورے درخت پر مٹی کے تیل کا چھڑکاؤ کیا۔ لیکن جب آگ لگانے کی باری آئی تو وہ جب بھی آگ جلاتے ایک ہوا کا ہیولہ آتا اور آگ بجھ جاتی۔

اس منظر سے سب سے پریشان تھے پھر صائمہ نے بابا جی کا دیا ہوا ورد زور سے پڑھنا شروع کر دیا اور آگ کو جلا دیا۔ اور ایک دم درخت کو آگ لگا دی۔

جب آگ لگی تو دل دہلا دینے والی آوازیں درخت سے آنے لگیں۔ مگر کوئی ڈرا نہیں تھا۔ کیونکہ وہ جان گئے تھے کہ وہ جس مقصد کے لیے آئے ہیں وہ پورا ہو گیا ہے۔ وہ آدم خور جن اللہ کے حکم سے جل گیا ہے۔

ایسا ہی ہو رہا تھا کہ درخت سے عجیب وحشت میں ڈوبی ہوئی آوازیں سنائی دیتی رہیں جو بعد میں آہستہ آہستہ خاموش ہوتی جانے لگیں کچھ ہی دیر میں وہ درخت جل کر راکھ ہو گیا۔ سب نے خدا کا شکر ادا کیا اور پھر واپس گھروں کو چل دیئے ایک لمبا سفر کرنے کے بعد وہ گھر جا پہنچے۔

نجمہ اور نجم الحسن کی شادی ہو چکی ہے جبکہ صائمہ اور علی کی منگنی ہو چکی ہے اور سب ہی خوش ہیں اس کے بعد صائمہ کو کسی بھی قسم کی کوئی بھی آواز سنائی نہیں دی ہے لیکن جب ان چاروں کو وہ واقعہ یاد آتا تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے نواز یئے گا۔

قاتل عاشق

غزل

بے چین اشکوں کو بہلا کے چلے جانا
ہم تم کو نہ روکیں گے بس آ کے چلے جانا
ملنے جو نہ آئے تم، تھی کون سی مجبوری
جھوٹا کوئی افسانہ دہرا کے چلے جانا
جو آگ لگی دل میں وہ سرد نہ ہو جائے
بجھتے ہوئے شعلوں کو بھڑکا کے چلے جانا
اجڑی نظر آتی ہے جذبات کی ہریالی
تم اس پہ کوئی بادل برسا کے چلے جانا
فرقت کی اذیت میں کچھ صبر بھی لازمی ہے
یہ بات میرے دل کو سمجھا کے چلے جانا

☆.................. ایم امیر عاصم ملک۔ میانوالی

مرنے کے بعد

زندہ تھے تو کسی نے نہ پوچھا حالات جگر
اب مر گئے ہیں تو مٹی میں دبانے آ گئے
چھوڑ کے دنیا کو مدہوش ہوئے تھے ہم
وہ نہ جانے کیا سوچ کر ہم کو جگانے آ گئے
نہ جانے کس سے پوچھا ہے وفا نے پتہ میرا
میری قبر پہ بھی ہم کو جلانے آ گئے
ہم تو اندھیرے میں سونے کے عادی تھے
اور وہ بے وفا قبر پہ دیا جلانے آ گئے
زندہ تھے ایک نظر نہ دیکھا پیار سے
مر گئے تو اب قبر پہ آنسو بہانے آ گئے

☆.................. لعل شاہ رخ خان۔ کرک

قدرت کے کرشموں میں اگر رات نہ ہوتی
تو خوابوں میں بھی کبھی ان سے ملاقات نہ ہوتی
یہ دل ہر غم کی وجہ ہے وسیم
یہ دل ہی نہ ہوتا کوئی بات ہی نہ ہوتی

☆.................. اے جی

راز تو

۔۔۔تحریر: محمد ندیم میواتی۔ چتوکی۔ 0306.9034595

ہاں ہاں میں سب کو ماردوں گی جو جو بھی میرے راستے کی دیوار بننے کی کوشش کرے گا میں اس کو بھی ماردوں گی۔ اتنا کہہ کر وہ غائب ہوگئی چوہدری سلطان اور اس کا بیٹا اپنی بیٹی کی موت پر غمگین بیٹھے ہوئے تھے صبا کو دیکھتے ہی وہ اس کے پاؤں پڑ گیا اور بولا جو غلطی میں نے کی تھی اس کی سزا مجھے ہی دو میرے خاندان کو کچھ مت کہو۔ نہیں چوہدری نہیں میں کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گی ہاہاہا۔ آج میرا آخری دشمن بھی ختم ہوجائے گا۔ پوری حویلی میں صبا کے قہقہے گونج رہے تھے چوہدری اور اس کا بیٹا۔ تھر تھر کانپ رہے تھے بلاول نے بھاگنا چاہا مگر صبا کے ہاتھوں بچ نہ پایا اتنی دیر میں مصباح بھی اپنے گروپ کے ساتھ وہاں پہنچ گئی۔ اور بولی۔ رک جا صبا تیرا کھیل ختم اس نے ورد پڑھا ہوا پانی صبا کی طرف اچھال دیا۔ کہ اچانک ایک چہرہ سامنے آگیا صبا کے۔ مصباح نے جب اس چہرے کو دیکھا تو بس دیکھتی ہی رہ گئی۔۔۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی۔

مصباح لان میں کھڑی بہت بے چینی سے اپنے بھائی خالد کے آنے کا انتظار کر رہی تھی کیونکہ اس نے اپنی ایک دوست کی شادی میں جانا تھا اس کے بھائی خالد نے کال کر کے کہا تھا کہ میں ایک گھنٹے میں آتا ہوں مگر تین گھنٹے گزر چکے تھے مصباح نے اس کو کال بھی کی تھی مگر نمبر بند جا رہا تھا مصباح فرسٹ ایئر کی سٹوڈنٹ تھی مصباح کی فیملی میں ماما پاپا اور ایک بھائی تھا۔ بس یہ چار افراد پر مشتمل اس کی فیملی تھی اس کے پاپا پروفیسر تھے اور ان کی ایک فیکٹری تھی جس کی وجہ سے انہیں کسی چیز کی کمی نہیں تھی بس اس کو ایک کمی تھی صرف اس بات کی کہ اس کے اور بہن بھائی نہیں تھے مصباح یہ کمی بہت محسوس کرتی تھی لیکن جب اس نے میٹرک اچھے مارکس میں پاس کیا تو کالج میں اس کو شاہین گروپ میں شامل ہونے کی امید تھی جب مصباح پہلے دن کالج گئی تو ہر طرف سے اس کو ویلکم کہا گیا کیونکہ ان کے پاپا پروفیسر جو تھے اس کالج میں پروفیسر عبدالکریم نے شاہین گروپ کی انچارج نادیہ تبسم کو آفس میں آنے کا پیغام بھیجا یہ شاہی گروپ پورے کالج میں ذہین ترین گروپ تھا اس وجہ سے کوئی سٹوڈنٹ ہو یا ٹیچرز بھی ہی ان کو عزت کی نظروں سے دیکھتے تھے کوئی اس گروپ میں بہت سی گرلز نے شامل ہونے کی خواہش کی تھی گروپ انچارج نادیہ کسی کی آفر بھی قبول نہیں کرتی تھی اور اس کے گروپ کی باقی دو لڑکیاں بھی ایسی ہی تھیں اس لیے وہ تینوں بہت ہی اچھی فرینڈز بن گئی تھیں اور انہوں نے اپنا الگ شاہین نام سے گروپ بنایا تھا مگر پھر بعد میں یہ گروپ پورے کالج کے تمام گروپوں کو ٹاپ کر گیا تھا

سر کیا میں اندر آسکتی ہوں نادیہ نے پرنسپل کے آفس میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

ہاں ہاں آؤ آؤ۔ پروفیسر عبدالکریم نے سر ہلاتے ہوئے کہا نادیہ اندر آگئی اور بولی۔

سر خیریت تو ہے۔

نادیہ تم تو جانتی ہو کہ میں اکثر تم سے اپنی لاڈلی بیٹی کا ذکر کرتا تھا۔

جی سر۔ کیا حال ہے ان کا ایگزام سے فارغ ہوگئی ہے تو کیا کر رہی ہے۔

جی بیٹا وہ بالکل ٹھیک ہے پروفیسر عبدالکریم اکثر نادیہ کو بھی بیٹا ہی کہتے تھے۔
تو سر آپ اس کو ایڈمیشن کے لیے کالج کیوں نہیں لے آتے۔
اچھا تو کیا میں اس کو کالج لے آؤں۔
بالکل سر کیوں نہیں۔
مصباح بیٹا ادھر آؤ۔ پروفیسر نے آواز لگاتے ہوئے کہا اچانک دروازے کے پاس ایک لڑکی اندر داخل ہوتی ہوئی دکھائی دی وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی بڑی بڑی بھوری بھوری نگاہوں سے نادیہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ پروفیسر عبدالکریم کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔
مصباح بیٹا ان سے ملو یہ ہے وہ نادیہ جن کا میں اکثر گھر پر تم سے ذکر کرتا تھا۔ آؤ مصباح نے مسکراتے ہوئے نادیہ کی طرف ہائے کہتے ہوئے ہاتھ بڑھایا۔
نادیہ نے وعلیکم السلام کہتے ہوئے ان سے ہاتھ ملایا۔
پروفیسر عبدالکریم نے نادیہ سے کہا
نادیہ میں بہت امید کے ساتھ ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔
جی سر۔ نادیہ نے کہا۔
نادیہ میں چاہتا ہوں کہ تم مصباح کو اپنے گروپ میں شامل کر لو پروفیسر عبدالکریم نے پر امید نظروں سے نادیہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا نادیہ نے جب یہ سنا تو نظریں جھکا لیں کیونکہ وہ جانتی تھی کہ امیر باپ کی بیٹی بہت بگڑی ہوئی ہوگی کیونکہ اس کا تجربہ دو تین بار۔ نادیہ کو خاموش دیکھتے ہوئے پروفیسر عبدالکریم نے کہا تم صرف اس کو ایک ماہ اپنے ساتھ رکھ لو پھر اگر آپ کو پسند آئے تو ٹھیک ورنہ میں آپ کو مجبور نہیں کروں گا۔
او کے سر نادیہ نے نظریں اٹھاتے ہوئے کہا
پروفیسر نے اپنی بیٹی مصباح سے کہا کہ بیٹا مجھے امید ہے کہ تم اپنی جگہ اس گروپ میں بنانے میں کامیاب ہو جاؤ گی پھر پروفیسر نے نادیہ سے کہا آج تم اس کو اپنے ساتھ لے جاؤ نادیہ نے مسکراتے ہوئے مصباح کا ہاتھ پکڑا اور آفس سے باہر نکل گئی۔ نادیہ مصباح سے ان کے ایگزام کے بارے میں پوچھتے ہوئے فرسٹ ائیر کی کلاس میں داخل ہوئی حمیرا کو آواز دی حمیرا نے نادیہ کی آواز سنتے ہی ان کی طرف آ گئی۔
نادیہ نے کہا۔
حمیرا یہ سر عبدالکریم کی بیٹی ہے ان کو اپنے پاس بٹھاؤ۔ ہاف ٹائم ملتے ہیں نادیہ یہ کہہ کر اپنی کلاس کی طرف چلی گئی کیونکہ وہ ایف ایس سی ٹو پارٹ کی سٹوڈنٹ تھی۔ جب ہاف ٹائم ہوا تو شاہین گروپ اکٹھا ہوا نادیہ نے مصباح کو اپنے گروپ سے تعارف کرواتے ہوئے کہا یہ حمیرا ہیں یہ فرسٹ ائیر میں ہوتی ہے آپ کے ساتھ مصباح نے حمیرا سے ہاتھ ملایا نادیہ نے پھر کہا یہ فرخندہ جبیں ہیں یہ بھی فرسٹ ائیر کی سٹوڈنٹ ہیں مصباح نے اس سے بھی ہاتھ ملایا ابھی باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک اور لڑکی آ گئی اور کہا ہائے شاہین گروپ والو کیسے ہو نادیہ نے ان سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا ہم ٹھیک ہیں یہ چوہدری سلطان کی بیٹی تھی باپ اور بھائی بہت ہی ظالم تھے اور ان کی نسبت وہ بہت ہی رحمدل تھی نادیہ سے اس نے بھی گروپ میں شامل ہونے کی درخواست کی تھی مگر نادیہ نے اس کو ٹال دیا تھا مگر اس کے ساتھ بول چال اچھی تھی آٹھ دن کے اندر ہی مصباح نے شاہین گروپ اپنی جگہ بنالی۔ پھر وہ اس گروپ کی جان بن گئی۔ اور نادیہ نے اس کو نائب انچارج گروپ بناتے ہوئے گروپ نمبر بھی ان کو سونپ دیا تھا۔

جب تین گھنٹے بھی گزر گئے تو مصباح نے غصہ سے اپنا پرس صوفے پر پھینکتے ہوئے رونا شروع کر دیا۔ کیونکہ آج چوہدری سلطان کی بیٹی ام کلثوم کی شادی تھی وہ پہلے ہی لیٹ تھی اوپر سے اس کے بھائی

جان ابھی تک نہیں آئے تھے مصباح کے رونے کی آواز جب اس کی ماما نے سنی تو وہ اس کے کمرے کی طرف آئی۔

ہائے میری جان کیوں رو رہی ہو۔بیگم عبدالکریم نے اس کو سینے سے لگاتے ہوئے کہا ماما دیکھوناں بھائی جان نے چھ بجے آنے کا کہا تھا نو بج گئے ہیں ابھی تک نہیں آئے میں نے اپنی فرینڈ ام کلثوم کی مہندی پر جانا ہے اتنی دیر میں گیٹ پر ہارن کی آواز سنائی دی ملازمہ نے آکر کہا۔

چھوٹی بیگم جی آپ کو صاحب جی بلاتے ہیں

جاکے ان سے کہو ہم نے نہیں جانا مصباح نے غصہ سے پھنکارتے ہوئے کہا۔

اس کی ماما نے کہا جاؤ بیٹا تم تو جانتی ہو کہ وہ کتنا مصروف انسان ہے بھول گیا ہوگا۔

ماما میں نے نہیں جانا اب۔

اتنی دیر میں خالد بھی اندر آگیا۔اس نے اپنی لاڈلی بہن کو غصہ میں بیٹھا ہوا دیکھ کر فوراً اپنے کان پکڑ لیے اور کہا۔

سوری ناں دو جان غلطی ہوگئی مصروف بہت تھا

مصباح چپ چاپ بیٹھی رہی۔

ارے یار معاف بھی کردو ورنہ میں بھی آپ کے ساتھ بیٹھ کر رونا شروع ہو جاؤں گا۔خالد نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔

او بہت زیادہ خیال ہے ناں میرا۔مصباح نے کہا۔تو وہ بولا۔

ٹھیک ہے چلو اب مصباح اور خالد دونوں بہن بھائی ایک دوسرے سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے وہ بہن بھائی کم لیلیٰ مجنوں زیادہ لگتے تھے

چوہدری سلطان کی حویلی کسی دلہن کی طرح سجی ہوئی تھی پورے محلے میں لائٹس لگی ہوئی تھیں کیونکہ شادی جو چوہدری سلطان کی بیٹی کی ہو رہی تھی جو اتنی دھوم دھام اور کثیر اخراجات کے ساتھ منائی جا رہی تھی خدا نے چوہدری سلطان کو ایک ہی بیٹی دی تھی جو کہ اپنے دو بھائیوں سے چھوٹی تھی اس کے باپ اور بھائی جب بھی کسی پر ظلم کرتے تو وہ سزا وہ اپنے آپ کو دیتی مصباح جب وہاں پہنچی تو دس بج چکے تھے مہندی کی فل تیاری تھی مگر ام کلثوم کا اصرار تھا کہ جب تک شاہین گروپ والی سب فرینڈز نہیں آجاتیں میں مہندی نہیں لگواؤں گی مصباح نے جب دیکھا کہ ابھی تو نادیہ بھی نہیں آئی تو وہ جا کر ام کلثوم کے پاس بیٹھ گئی ام کلثوم کی شادی اپنی پسند کی تھی اس لیے وہ بہت خوش تھی کچھ دیر میں نادیہ بھی اپنے بھائی نوید احمد کے ساتھ آگئی حمیرا نے کہا یار آپ نے کتنی دیر کردی آنے میں گیارہ بج چکے ہیں اور یہ محترمہ فرماتی ہیں کہ جب تک نادیہ نہیں آئے گی میں مہندی نہیں لگواؤں گی ۔چلو یار اب تو ہم آگئے ہیں اب شروع کرو سب سے پہلے نادیہ نے مہندی لگائی پھر مصباح نے پھر سب اپنی اپنی باری پر آتے گئے آخر کار ایک بجے جا کر فارغ ہوئے اسی طرح اگلے دن ہنسی خوشی ام کلثوم کو رخصت کیا ام کلثوم اپنے پیا گھر چلی گئی سب کو روتا ہوا چھوڑ کر اس کا کیا معلوم تھا کہ یہ اس کا آخری دن ہوگا۔زندگی کا پھر وہ اپنوں کو نہیں دیکھ پائے گی۔

اس کو پیا کے گھر ہاتھوں ہاتھ لیا رات گیارہ بجے تک منہ دکھائی کی رسم ہوتی رہی پھر سب نے دلہن کو اکیلا چھوڑ دیا۔

ہاہاہا۔ہاہاہا۔ہاہاہا۔چوہدری سلطان تو نے جو ظلم مجھ پر کیا تھا آج تیری بیٹی اس کی سزا پائے گی۔

آج میرے دشمن کا ایک اور فرد موت کی نیند سو جائے گا۔صبا کی آواز ویران کھنڈرات میں گونج رہی تھی پھر وہ غائب ہوکر ام کلثوم کے کمرے میں آگئی اس نے ام کلثوم سے کہا۔

راز نو

بہت خوش نظر آ رہی ہو ام کلثوم اس کو کوئی رشتہ دار سمجھتے ہوئے خاموش رہی ام کلثوم میری طرف دیکھو صبا نے کہا جب اس نے اس کی طرف دیکھا تو اس کے ہوش اڑ گئے اسے اپنا سر گھومتا ہوا دکھائی دیا کیونکہ اس کے سامنے ایک بہت ہی بھیانک شکل ادھا چہرہ جلا ہوا تھا آنکھوں کی جگہ آگ کے دو بلب دکھائی دے رہے تھے۔

ک۔ک۔کک۔کون ہو تم ام کلثوم نے کانپتے ہوئے پوچھا۔

ہاہاہا۔تیری موت ۔تیری موت ہوں میں تیرے پورے خاندان کی موت ہوں۔

م۔میں نے تیرا کیا بگاڑا ہے۔

جس کا بھی تعلق چوہدری سلطان سے ہے وہ میرا دشمن ہے ہاں وہ میرا دشمن ہے چوہدری کا بیٹا بھی میرے ہی ہاتھوں مرا ہے اب تیری باری ہے میں پھر سے اپنا انتقام لینے آ گئی ہوں ہاہاہا۔ہاہاہا۔صبا کی پورے کمرے میں آواز گونج رہی تھی مگر ام کلثوم کے علاوہ کسی اور کو سنائی نہیں دے رہی تھی اس نے ام کلثوم کو پنکھے کے ساتھ لٹکا دیا۔پھر پنکھا چلا دیا یوں ام کلثوم اس جہان کو چھوڑ کر اگلے جہاں چلی گئی اپنے باپ کے کیے کا بدلا اسے سہنا پڑا صبا کی روح کچھ دیر کھڑکی میں کھڑی رہی پھر غائب ہو گئی۔

جب ام کلثوم کے ہونے والے شوہر کمرے میں آئے تو کمرے میں ام کلثوم کو پنکھے کے ساتھ لٹکا ہوا دیکھ کر ہوش گم ہو گئے وہ ام کلثوم سے بہت پیار کرتا تھا اس نے زور زور سے چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ اس کی آواز پر سب مہمان اور اس کے گھر والے اس کے کمرے کی طرف بھاگے آگے کا منظر دیکھ کر سب کے ہوش اڑ گئے کسی کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا تھا کہ اب وہ کیا کریں وہ سب چوہدری سلطان کے کردار کو بھی جانتے تھے کہ کس قسم کا آدمی ہے اس کو کیا جواب دیں گے اس کی لاش کو پنکھے سے اتارا گیا۔ ہر کوئی پریشان تھا کہ کس طرح یہ خبر چوہدری سلطان کو بتائے اس طرح پریشانی کے عالم میں صبح ہو گئی۔ اور انہوں نے ام کلثوم کی لاش کو لیا اور گاؤں کے چند معزز لوگوں کے ہمراہ چوہدری سلطان کی حویلی میں جا پہنچے۔ام کلثوم کی لاش کو دیکھ کر حویلی میں کہرام مچ گیا۔ یہ خبر فوراً اردگرد کے گاؤں تک پہنچ گئی کہ چوہدری کی بیٹی نے شادی کی پہلی رات ہی خودکشی کر لی شام کو چوہدری سلطان جب حویلی آئے تو بیٹی کی لاش کو دیکھ کر غصہ سے پاگل ہو گیا اور تلوار نکال کر چوہدری دلشاد کی طرف بڑھا لیکن جب دوسرے گاؤں کے معزز سامنے آ گئے تو چوہدری سلطان رک گیا۔سب نے پورے واقعہ کی تصدیق کی تو چوہدری سلطان خاموش ہو گیا۔رات کو روتے ہوئے ام کلثوم کی لاش کو دفنا دیا گیا۔ہر کوئی یہ سوچ رہا تھا کہ چوہدری سلطان کی بیٹی نے خودکشی کی ہے اس بات کی کسی کو بھی خبر نہ تھی۔

یہ بات شاہین گروپ والوں کے سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ ام کلثوم اپنے ہونے والے شوہر ساجد سے کتنا پیار کرتی تھی آخر اس کی کیا وجہ تھی جو اس نے خودکشی کر لی۔ مصباح نے کہا یارو مجھے تو یہ کوئی اور ہی معاملہ لگتا ہے ضرور اس کے پس منظر کوئی دردناک حقیقت چھپی ہوئی ہے نادیہ نے کہا ہم اس پوشیدہ راز کو ضرور سب کے سامنے لائیں گے۔اس کے لیے سب سے پہلے ہمیں ساجد بھائی کے گھر چلنا چاہیے وہاں سے پتہ نہ کچھ ضرور سوراغ مل جائے گا تو ٹھیک ہے ہم چھٹی کے بعد ان کے گھر چلیں گے نادیہ نے فیصلہ کن بات کی اور پھر چھٹی ہوتے ہی وہ سب ساجد کے گھر کی طرف چلی گئیں سب سے بات کی مگر کسی کو اس بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی رات کے بارہ بجے کا ٹائم تھا صبا کی روح آج پھر چوہدری سلطان کی حویلی کی طرف جا رہی تھی آج چوہدری کے ملازم خاص کی باری تھی وہ بڑے مزے کی نیند سو رہا تھا اسے کیا خبر تھی کہ کچھ ہی دیر میں اس پر کیا بیتنے والی ہے وہ آج سے چالیس سال پہلے واقعہ کو بالکل فراموش کر چکا تھا۔ صبا کی روح پرواز کرتی ہوئی چوہدری سلطان کی حویلی میں پہنچ گئی۔ اور چوہدری کے ملازم بختو کی طرف بڑھی وہ آرام کی نیند سو رہا تھا صبا نے اس کو زور سے ہوا میں اچھالا پھر زمین پر دے مارا اس کے ہوش گم ہو گئے جب اس نے سامنے صبا کو دیکھا

ت۔ت تم۔تم زندہ ہو گیا۔ اس نے حیرت سے صبا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ہاں۔ہاں میں اپنا بدلہ لینے آ گئی ہوں تم نے جو ظلم میرے ساتھ کیا تھا اس کا بدلہ لینے میں آ گئی ہوں ہاہاہا۔ ہاہاہا اب میرے انتقام سے تمہیں کوئی بھی نہیں بچا سکتا۔ ہاہاہا۔

تم۔۔تم مجھ سے غلطی ہو گئی مجھے معاف کر دو بختو نے صبا کے پاؤں میں گرتے ہوئے کہا ہاں ہاں اب اس غلطی کی سزا ابھی تجھے ملے گی صبا نے یہ کہہ کر اس کی آنکھوں میں اپنی انگلیاں ڈال دیں اور آنکھوں کو باہر نکال دیا۔ وہ اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر زمین پر لوٹ پوٹ ہونے لگا صبا نے پھر اس کے سینے پر ہاتھ مارا اور اس کا دل نکال کر باہر پھینک دیا پھر اس کی گردن دھڑ سے جدا کر دی اور غائب ہو گئی۔

فرخندہ نے کہا یار مصباح اپنے اس دوست کو اس معاملے میں پوچھو ناں جس نے تمہیں رنجیت سنگھ جادوگر سے بچایا تھا مصباح نے جب یہ بات سنی تو اس کے لبوں پر اپنے آپ مسکراہٹ آ گئی اس نے اپنی مسکراہٹ کو چھپانے کی بہت کوشش کی مگر فرخندہ سے کہاں چھپا سکتی تھی فرخندہ تو سب کچھ جانتی تھی۔

ہاں جی ہاں اس کا ذکر ہوتے ہوئے محترمہ کے لبوں پر آ گئی مسکان فرخندہ نے مصباح کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اچھا اب چلو ان کو بتا دو کہ یہاں کیا چکر چل رہا ہے شاید خود یہاں آ جائیں اور اس معاملے کو حل کر دیں مصباح نے اس کو میسج کیا مگر ان کا جواب نہ آیا تو مصباح نے بھائی نوید کو میسج کر کے کہا کہ کال کر کے پتہ کرو کہ وہ اپنا اجنبی دوست کہاں ہے وہ شاید ہماری اس معاملے میں مدد کر دے نوید نے کہا او کے کرتا ہوں پھر کچھ دیر بعد نوید کا میسج آ گیا کہ وہ ایک مشن پر ہے اور بہت بزی ہے میں نے ان کو یہاں کی تمام صورت حال بتا دی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں شام کو مصباح کو اس کے حل کا طریقہ سینڈ کر دوں گا اور اگر ٹائم مل گیا تم آپ لوگوں کے پاس ضرور آؤں گا اور وہ اپنے بھائی طالب کو کل بھیج رہے ہیں تاکہ وہ یہاں کی صورت حال کو سنبھال سکیں مصباح نے کہا ٹھیک ہے میں شام کو ان کے میسج کا ویٹ کروں گی۔

شام چھ بجے کا ٹائم تھا کہ اچانک مصباح کے سیل کی ٹون بج اٹھی مصباح اس وقت اپنے بھائی خالد کے پاس فیکٹری میں تھی اور حساب کتاب کو کمپیوٹر میں سیو کر رہی تھی مصباح نے بے خیالی میں اپنا سیل اٹھا کر دیکھا جب سکرین پر نظر پڑی تو بے اختیار اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئی وہ جلدی سے کمپیوٹر سے اٹھی وہ خوشی سے جھومتے ہوئے اور مسکراتے ہوئے ایس ایم ایس کو دیکھے جا رہی تھی کہ ایک اور میسج آ گیا تو اس نے فوراً سیل کا لاک کھولا اور پہلا ایس ایم ایس پڑھنے کے لیے یس کا بٹن دبا دیا۔ اس کے اجنبی دوست نے سلام دعا کے بعد پوچھا تھا کہ اصل مسئلہ کیا ہے مصباح نے تمام صورت حال اور اپنی پیاری دوست کے یوں اچانک مرنے کی خبر دی تو اس کے اجنبی دوست نے کہا میں ایک مشن پر ہوں اگر یہاں

سے فارغ ہوا تو آجاؤں گا۔ میں طالب کو بھیج رہا ہوں وہ اک عمل کا طریقہ لے کر آجائیں گے کل تک تو تم نے وہ عمل کرنا ہے اور جو بھی چکر ہوگا یا جن بھوت ہوگا۔ وہ تمہارے پاس حاضر ہو جائے گا۔ او کے اپنا خیال رکھنا مصباح نے تو ابھی بہت سی باتیں کرنی تھیں مگر کیا کرتی جب آگے سے جواب ہی نہ ملا۔

بارہ بجے کا ٹائم تھا جب طالب مصباح کے شہر اسٹیشن پر اترا تو نوید اس کو لینے کے لیے پہلے ہی وہاں موجود تھا دونوں نے مصافحہ کیا اور نوید نے گاڑی اسٹارٹ کی اور مصباح کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے نوید نے پہلے ہی مصباح کو میسج کر دیا تھا کہ اس لیے مصباح نے گیٹ کے پاس ہی کھڑی تھی چوکیدار نے گیٹ کھولا نوید نے گاڑی کھڑی کی مصباح نے طالب کو سلام کیا اور دونوں کو لے کر اندر چلی گئی اتنی دیر فرخندہ اور حمیرا بھی آ گئیں لوازمات کے ساتھ ساتھ باتیں بھی ہوتی رہیں طالب نے چلہ والا طریقہ مصباح کو دیا اور اس کو کہا کہ یہ چلہ آج رات ہی کرنا ہے تا کہ ہمیں پتہ چل سکے کہ وہ کون ہے اور کیا چکر ہے تا کہ اس کے بارے میں ہم کچھ کر سکیں۔

مصباح نے رات کے بارہ بجے عمل کرنا شروع کر دیا مصباح ویسے تو بہادر لڑکی تھی مگر پھر بھی لڑکی تھی اس لیے بہت ڈر بھی رہی تھی تھوڑا سی بھی آواز سنائی دیتی تو ڈر جاتی جبکہ طالب حمیرا فرخندہ وید اور اس کی پیاری دوست نادیہ بھی اس کے سامنے دوسرے دائرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مگر پھر بھی مصباح ڈر رہی تھی ایسے ہی صبح کے چار بج گئے کچھ دیر بعد تیز ہوا چلنا شروع ہوئی ہوا اتنی تیز ہوتی جا رہی تھی کہ وہ ایک دوسرے کا سہارا نہ لیتے تو دائرے سے باہر نکل جاتے مصباح نے اپنا دائرہ ایک ستون کے ساتھ لگایا تھا تا کہ اس کے ساتھ ٹیک لگا کر چلے کا عمل پڑھ سکے وہ بھی تیز ہوا کے وقت ستون کے ساتھ چپٹ گئی ہوا رکی تو ان کے سامنے ایک نہایت ہی حسین وجمیل لڑکی ظاہر ہوئی مصباح نے ہمت کرتے ہوئے پوچھا کہ کون ہو تم۔ اور ہماری دوست نے تمہارا کیا بگاڑا تھا جو تم نے سہاگ رات کو اس کی ساری خوشیاں چھین کر موت کی نیند سلا دیا وہ لڑکی خاموش رہی تو مصباح نے عمل والا ورد پڑھ کر اس پر پھونک ماری تو اس کی آنکھوں سے تکلیف کی وجہ سے آنسو جاری ہو گئے یہ دیکھ کر مصباح نے ورد بند کر دیا اور پوچھا آپ بتاؤ تو سہی کہ کیا جرم کیا تھا ہماری فریندہ نے جو تم نے اس کے ساتھ ایسا کیا وہ خاموش کھڑی رہی کچھ دیر بعد گرج کر بولی میرا کیا قصور تھا جو میرے ساتھ ایسا کیا گیا مصباح اس کی آواز سن کر ڈر گئی مگر پھر ہمت کی ہمیں بتاؤ تو سہی کہ کیا ہوا آپ کے ساتھ اور ہماری فرینڈ کا کیا قصور تھا وہ کچھ دیر تو خاموش رہی پھر وہ اپنی داستان سنانے لگی۔

آج سے پندرہ سال پہلے کی بات ہے جب میں بی اے کا امتحان اچھے نمبروں کے ساتھ پاس کیا تو مجھے ٹیچر کی جاب مل گئی میں بہت خوش تھی کہ اب ہمارے بھی اچھے دن آنے والے ہیں کیوں کہ میرے ماں باپ بہت ہی غریب تھے میں نے بچوں کو ٹیوشن پڑھا پڑھا کر اپنا خرچہ کیا تھا بس فکر اس بات کی تھی کہ میری پوسٹ بہت دور ایک گاؤں میں ہوگی۔ لیکن میں نے اس کی فکر نہ کی اور اپنے ماں باپ کی دعا لے کر اس گاؤں کی طرف چل دی۔ لیکن یہاں پر صرف ایک ہی نام کا راج تھا سب گاؤں والے اس کے کھیتوں پر سارا دن کام کرتے تھے اس کے بدلے میں ان کو صرف دو ٹائم کی روٹی نصیب ہوتی تھی وہ نام چوہدری سلطان کا تھا وہ اور اس کے دو دوست بہت ہی ظالم تھے رحم نام کی ان میں کوئی چیز نہ تھی سب گاؤں والے اور ان کے چھوٹے چھوٹے بچے صبح سے

شام تک ان کے لیے کام کرتے تھے اس لیے سکول کی صرف عمارت ہی تھی اس میں بھی چوہدری سلطان کے نوکر اور دوست ہر وقت شراب پیتے رہتے تھے میرے تین دن اسی طرح گزر گئے۔ مگر ایک بھی بچہ سکول پڑھنے کے لیے نہ آیا۔ چوتھے روز میں نے فیصلہ کیا کہ میں ہر گھر جاؤں گی اور ان لوگوں کی تعلیم کی طرف توجہ دلاؤں گی آج کا دن بھی بس ایسے ہی بیت گیا۔ شام کو میں ایک گھر میں گئی اور ان سے بچوں کو سکول بھیجنے کی بات کی مگر وہ لوگ تیار نہ ہوئے وہ کہتے تھے کہ اگر ہمارے بچے چوہدری سلطان کے ہاں کام نہیں کریں تو ان کو روٹی بھی نصیب نہیں ہوگی۔ میں دوسرے گھر گئی ان کا بھی یہی جواب تھا تقریباً سب گاؤں والوں کا یہی جواب جب ملا تو میں نے ان لوگوں کو ہمت دلائی کہ آپ لوگ چوہدری سلطان سے اتنا ڈرتے کیوں ہیں۔ تم لوگوں کی پولیس مدد نہیں کرتی۔ مگر وہ لوگ تو جیسے صرف ہی اس لیے پیدا ہوئے ہوں کہ تمام زندگی چوہدری کے ظلم سہیں گے۔ ان میں سے کسی نے بھی میرا ساتھ نہ دیا میں نے بھی فیصلہ کر لیا تھا کہ میں بھی ضرور ان لوگوں کو چوہدری سلطان کے قہر سے بچاؤں گی۔ یہی سوچ کر میں واپس شہر آگئی میری ماما میرے آنے پر بہت خوش ہوئی مجھ سے لپٹ کر رو پڑی کہ بیٹی تیرے بغیر ہمارا دل نہیں لگتا تم یہ نوکری چھوڑ دو مگر میری نظروں کے سامنے گاؤں کے مظلوم لوگ گھوم رہے تھے میں نے بڑی مشکل سے اپنی ماما کو راضی کیا۔

اگلے دن ڈی آئی جی سے ملی اور چوہدری سلطان کے ظلم کے بارے میں تفصیل سے بتایا کہ وہ کس طرح غریب گاؤں والوں پر ظلم کرتا ہے ان کے چھوٹے چھوٹے معصوم بچے جن کی عمر ابھی کھیلنے کی ہے ان سے سخت کام لیتا ہے اگر کوئی کام کرنے سے انکار کر دے تو اس کی سزا صرف موت ہوتی ہے جب ڈی آئی جی صاحب نے میری بات سنی تو اٹھ کھڑا ہوا اور کہا آپ فکر نہ کریں ہم چوہدری سلطان کے ظلم سے گاؤں والوں کو ضرور نجات دلائیں گے میں آج ہی انسپکٹر راشد کو تحقیقات کرنے کا حکم دیتا ہوں محترمہ آپ کا شکریہ کہ آپ نے جو اس کی اطلاع دی آپ اطمینان سے وہاں جاؤ اور اپنا کام کرو میں وہاں سے خوشی خوشی گھر آگئی امی جان نے بہت مشکل سے جانے کی اجازت دی اور کہا کہ بیٹی ہم ہر اتوار کو تیرے آنے کا انتظار کیا کریں گے۔ میں اپنی ماما کی دعائیں لے کر گاؤں واپس آگئی۔

چوہدری سلطان کے ملازم خاص نے آکر چوہدری سلطان کو انسپکٹر راشد کے آنے کی اطلاع دی چوہدری سلطان مسکراہٹ سجائے ہوئے دروازے کی طرف بڑھا او بھئی آج اتنے دنوں کے بعد کیسے بھول کر ہماری طرف آ گئے انسپکٹر راشد چوہدری کے گلے ملتا ہوا بولا۔ چوہدری خبر بہت ہی سخت ہے اوپر سے حکم صادر ہوا ہے آپ کے بارے میں تحقیقات کے لیے وہ جو اپنے گاؤں میں نیو ٹیچر آئی ہے اس کو کچھ زیادہ ہی گرمی ہے کل ڈسٹرکٹ آفیسر سے مل کر آئی ہے انسپکٹر صاحب آپ ٹینشن نہ لیں ہم اس کا کام تمام کر دیتے ہیں نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔

چوہدری سلطان کی نوکرانی میرے پاس آئی اور بولی میڈم جی آپ تو بہت ہی اچھی ہو جو اتنے بڑے شہر سے پڑھ کر ہمارے چھوٹے سے گاؤں میں پڑھانے آگئی ہو میں نے کہا کہ میں پڑھانے کا شوق رکھتی ہوں مگر یہاں تو کوئی پڑھنے ہی نہیں آتا ہے وہ بولی میڈم جی آپ چوہدری سے بات کیوں نہیں کرتی ہو وہ پڑھائی کے معاملے میں بہت اچھا گمان رکھتے ہیں وہ اسی طرح چوہدری سلطان کے بارے میں باتیں کرتی رہی تو میرے دل میں بھی خیال پیدا ہوا کہ کیوں نہ ایک بار چوہدری سے بات کی جائے اس لیے میں اس نوکرانی جس نے اپنا نام عاصمہ بتایا تھا چوہدری سلطان کی حویلی کی طرف چلی گئی چوہدری

سلطان نے مجھے اپنی حویلی کی طرف آتا ہوا دیکھ کر دروازے کی طرف بڑھا اور بولا اچھا تو یہ ہیں ہمارے وہ مس جی جو ہمارے گاؤں میں بچوں کو پڑھانے آئی ہیں چوہدری صاحب کے لبوں پر مسکان تھی میں چوہدری کا رویہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ یہ تو کتنے ہی اچھے انسان ہیں اور گاؤں والے تو ان کے ظلم کی داستان سناتے ہوئے روتے ہیں۔ چوہدری نے میری بہت قدر کی اور کہا۔

بیٹی تمہارا ہم پر احسان ہے جو اتنی دور سے آپ ہمارے بچوں کو پڑھانے آ گئی ہو ورنہ تو یہ سکول پانچ سالوں سے بند پڑا تھا محکمہ تعلیم نے تو ہماری طرف توجہ ہی نہیں دی۔ بیٹی یہ تمہارا اپنا ہی گھر ہے جب چاہو یہاں آ سکتی ہو۔ میں ان کی باتیں سن کر بہت ہی خوش ہوئی اب جب چوہدری سلطان ہی میرے آنے پر خوش ہیں تو ضرور بچوں کو بھی پڑھنے کے لیے سکول بھیجیں گے میں نے ان سے درخواست کی کہ آپ چھوٹے بچوں سے کام مت لیا کرو بلکہ ان کو سکول بھیجا کرو۔ تو وہ بولے۔

بیٹی کل سے سب بچے سکول آئیں گے اور کوئی حکم ہو تو فرمائیں۔ میں نے جب چوہدری صاحب کا یہ رویہ دیکھا تو مجھے بہت شرمندگی ہوئی کہ میں صرف لوگوں کی باتوں میں آ کر چوہدری سلطان کے خلاف ہو گئی تھی اور یہاں تک کہ میں ڈسٹرکٹ آفیسر سے بھی ان کے خلاف اپیل کر آئی ہوں میں نے شرمندگی سے چوہدری کو تمام باتیں بتا کر معافی مانگی۔ وہ میری باتیں سن کر مسکراتے ہوئے بولے۔

اب تو تم کو تب ہی معافی ملے گی جب تم ہمارے ساتھ شام کا کھانا کھاؤ گی۔ انکی یہ شفقت دیکھ کر میں بھی مسکرا دی اتنی دیر میں ان کی نوکرانی عاصمہ جگ میں پانی لئے آ گئی میں نے پانی پیا اور چوہدری سے شام کا کہہ کر واپس آ گئی۔ آج میں بہت خوش تھی میں چھوٹے بچوں کو سکول کے آنگن میں چھوٹے چھوٹے بچوں کو مسکراتا ہوا دیکھ رہی تھی کہ کل سے یہ سکول آباد ہو جائے گا۔ لیکن مجھے کیا خبر تھی کہ کل میری صبح بھی نہیں ہو گی۔ شام کے وقت چوہدری کی نوکرانی عاصمہ میرے پاس آ گئی اور مجھ سے کہا میڈم جی آؤ چلیں چوہدری صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں میں ان کی باتوں کے چکر میں آ کر حویلی کی طرف آ گئی چوہدری اور اس کے دو دوست لان میں بیٹھے ہوئے تھے مجھے آتا ہوا دیکھ کر کھڑے ہو گئے چوہدری نے کہا آؤ بیٹی ہم کب سے تمہارا انتظار کر رہے تھے پھر میں ان کے ساتھ کھانے کی میز پر آ گئی۔ جہاں پر چوہدری سلطان اور ان کی بیوی کے ساتھ میں نے کھانا کھایا کچھ دیر چوہدری صاحب کی بیوی کے ساتھ باتیں کیں وہ بہت ہی اچھی تھیں وہ مجھے ہر بات پر بیٹی بیٹی کہہ کر پکارتی تھی جب میں نے کچھ دیر بعد گھر جانے کی اجازت چاہی تو وہ مجھے خود میرے گھر تک چھوڑنے آئی میں نے بہت کہا کہ آنٹی جی آپ رہنے دو مگر وہ ازراہ شفقت میرے ساتھ ہی میرے گھر آ گئی۔ اور بولی۔

بیٹی میں تم سے ایک بات کرنا چاہتی ہوں۔

جی آنٹی حکم کریں۔

وہ کچھ دیر خاموش رہیں پھر بولی بیٹی میری بات کا یقین کرو اور اسی وقت یہاں سے چلی جاؤ تو اس میں تمہاری بھلائی ہے چوہدری کا رویہ جو تم نے دیکھا ہے یہ حقیقت نہیں ہے بلکہ ضرور تمہارے ساتھ سازش ہے میں نے جب یہ سنا تو مجھے ان کی باتوں پر یقین ہی نہ آیا مگر جب آنٹی نے مجھے اپنے اوپر ہونے والے ظلم کے بارے میں بتایا تو میں کانپ اٹھی کہ آنٹی جو مجھے ہنستی مسکراتی نظر آتی ہیں وہ کس کرب سے گزر رہی ہیں اب یہ باتیں ہو رہی تھی کہ چوہدری سلطان اپنے کارندوں کے ساتھ میرے گھر میں گھس آیا۔ کیونکہ چوہدری سلطان نے میرے کھانے میں نشے کی دوا ملوائی تھی اور ان کے گمان میں میں اب تک

مجھے بے ہوش ہو جانا چاہیے تھا مگر جب اس نے مجھے اور آنٹی کو باتیں کرتے ہوئے دیکھا تو اس نے آنٹی کے بال پکڑ کر گھسیٹ کر کھینچنا شروع کر دیا۔ کہ کم ذات کم بخت تو چوہدری کو دھوکہ دیتی ہے تیری جرات کیسے ہوئی کہ ہمارے حکم کے خلاف ورزی کرے گی وہ دوا جو میں نے کھانے میں ملانے کے لیے دی تھی چوہدری نے اپنے کارندوں سے کہا کہ اس کو حویلی میں لے آؤ اتنی دیر میں اس کے کچھ ساتھی بھی آ گئے میں نے سب کی منتیں کیں کہ مجھے جانے دو میں کبھی بھی بھول کر واپس نہیں آؤں گی۔ مگر چوہدری نے میری ایک نہ سنی میں چیختی چلاتی رہی اور وہ لوگ میرے عزت کو برباد کرتے رہے۔ میں اب زندہ نہیں رہنا چاہتی تھی میں نے چوہدری سے کہا میں اپنا انتقام لینے ضرور آؤں گی یہ کہہ کر میں نے ان کے سامنے ہی خنجر اپنے پیٹ میں گھونپ دیا جب چوہدری نے دیکھا وہ وہاں سے کھسک گیا۔ تین دن میری لاش کمرے میں ہی پڑی رہی چوتھی رات چوہدری کے نوکروں نے آ کر میرے کمرے میں گڑھا کھود کر میری لاش کو اس میں دبا دیا۔ میری روح بے چین تھی بدلے کے لیے مگر میں کچھ نہ کر سکی میں چوہدری سلطان کو دیکھتی وہ قہقہہ لگا کر گزر جاتا۔

ایک دن میں قبرستان میں گئی تو وہاں ایک بابا بیٹھا کچھ پڑھ رہا تھا میری روح کو ان کے پاس کچھ سکون ملا تو میں خاموشی سے ان کے پاس بیٹھ گئی کچھ دیر بعد انہوں نے اپنی آنکھیں کھولیں اور میری طرف دیکھا میں نے اپنے اوپر ہونے والے ظلم کی تمام داستان ان کو سنا دی۔ تو انہوں نے پھر اپنی آنکھیں بند کر لیں جب کچھ دیر بعد انہوں نے اپنی آنکھیں کھولیں تو انکی آنکھیں انگاروں کی طرح سرخ ہو چکی تھیں۔ مجھے کہا۔

بیٹی جو تجھ پر ظلم ہوا ہے مجھے سب پتہ چل گیا ہے

میں نے کہا۔

بابا جی میں اپنا انتقام لینا چاہتی ہوں۔

بابا جی بولے بیٹی کچھ صبر کرو وہ وقت دور نہیں ہے جب تم چوہدری سلطان جیسے شیطان پر قہر بن کر ٹوٹو گی صبر کرو بس صبر کرو۔

میں نے کہا بابا جی مجھے کب تک صبر کرنا ہوگا میری روح بے چین ہے چوہدری سلطان اور اس کے ساتھیوں سے انتقام لینے کے لیے بابا جی مجھ سے اور اب صبر نہیں ہوتا بابا جی نے کہا۔ کہ میرا ایک شاگرد ایک مشن پر گیا ہوا ہے بس جب وہ واپس آئے گا تو پھر تم چوہدری سلطان سے اپنا انتقام لینا میں نے بابا جی کے پاس ہی قبرستان میں رہنا شروع کر دیا۔ کیونکہ یہاں میری روح کو سکون ملتا تھا کبھی کبھی میں چوہدری کی حویلی کی طرف چلی جاتی تھی وہاں ہر طرف چوہدری کا ہی راج ہوتا تھا کوئی بھی ان سے بات کرنے کی جرات نہیں کرتا تھا۔ چوہدری سلطان نے آنٹی کو بھی اذیت دے دے کر مار دیا تھا اس طرح تین سال کا عرصہ بیت گیا میرے ماما پاپا بھی میرا انتظار کرتے کرتے اس جہاں سے روانہ ہو چکے تھے وہ آخری سانس تک میرا انتظار کرتے رہے۔ مگر انکو کیا معلوم تھا کہ میرے ساتھ کیا بیتی تھی چوہدری کی اپنی حویلی میں ہر روز ظلم ڈھاتا تھا مگر کوئی بھی اسکے سامنے بات کرنے کی جرات نہیں کرتا۔

ایک دن بابا جی کی کٹیا میں داخل ہوئی تو بابا جی بیٹھے آنکھیں بند کئے کچھ پڑھ رہے تھے اور ان کے سامنے ایک نہایت ہی خوبصورت لڑکا سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا میں کچھ فاصلے پر کھڑی ہوئی تم کھڑی کیوں ہو اگر اندر آ گئی ہو تو بیٹھ جاؤ۔ بابا جی نے آنکھیں بند کئے ہوئے بولے۔ میں لڑکے سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گئی۔ بابا جی اجازت ہو تو میں جاؤں لڑکا نقرئی ہوئی آواز میں بولا۔ اس کی خوبصورت آواز کانوں میں رس گھول رہی تھی بابا جی نے کہا۔

اس مشن کے ساتھ ساتھ اب ایک اور مشن بھی پورا کرنا ہے۔

وہ کیا بابا جی۔

بابا جی نے میری طرف منہ کر کے پھونک ماری تو میری روح اس کو دکھائی دی۔ اس نے چونک کر میری طرف دیکھا پھر بابا جی نے میری تمام داستان اس کو سنا دی۔ جب اس نے یہ داستان سنی تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پھر بابا جی مجھ سے مخاطب ہوئے اور کہا۔ بیٹی میں نے کہا تھا کہ صبر کرو صبر کرو میرا ایک شاگرد مشن پر گیا ہوا ہے جب وہ واپس آئے گا تو تم اپنا انتقام لے لینا۔ وہ یہ ہے اور اس کا نام ہے ندیم عباس۔ میں نے احسان مند نظروں سے اس کی طرف دیکھا تو وہ بولا میری بہن میں یہاں نہیں تھا مگر اب آپ پر ہونے والے سب ظلم کا ایک ایک حساب دلاؤں گا۔

میں نے کہا بھائی جان آپ کا یہ مجھ پر احسان ہوگا۔ اس نے کہا بہن کیسی باتیں کرتی ہو بھلا بھائی کا بھی کوئی اپنی بہن پر احسان ہوتا ہے۔ پھر انہوں نے کچھ پڑھ کر مجھ پر پھونک ماری تو میری اندر اڑنے والی اور غائب ہونے طاقت آ گئی۔ آج میں بہت خوش ہوئی کہ اب میں چوہدری سے اپنے کئے کا بدلہ لوں گی۔ انہوں نے کہا آج ہمارا پہلا شکار اس کا خاص آدمی ہوگا۔ میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ہم دونوں ہی چوہدری کی حویلی میں جا پہنچے جہاں اس کا خاص آدمی سویا ہوا تھا ہم نے جاتے ہی اس کو دھر لیا اور اس کی آنکھیں دل نکال لیے میں وہاں سے سیدھی چوہدری کے کمرے میں گئی اسے میں نے بالوں سے پکڑ کر کھینچا تو وہ کانپ اٹھا اس کی بیوی بھی اٹھ گئی مجھے اپنے سامنے دیکھ کر وہ کانپ سا گیا۔

تم۔۔تم زندہ ہو۔

ہاہاہا۔ ہاں چوہدری میں نے تم سے کہا تھا ناں کہ میں ایک دن تم اپنا انتقام لینے ضرور آؤں گی سو آ گئی ہوں یہ لو میرا پہلا اتنا کہہ کر میں اس کے ساتھی کی آنکھیں اور دل اس کے سامنے رکھ دیئے اب میں تمہارے پورے خاندان کو ایسی ہی موت ماروں گی بس یہ بتانے آئی تھی کہ کل تیرے بیٹے کی باری ہے جو شہر سے کل واپس آ رہا ہے۔ اتنا کہہ کر میں واپس بابا جی کے پاس آ گئی۔

اگلے دن چوہدری سلطان کا بیٹا دلاور شہر سے گھر آ رہا تھا کہ جنگل میں اچانک اس کی کار خراب ہو گئی اس نے گاڑی کو چیک کیا تو پانی ختم ہو گیا تھا اس نے کیبن اٹھایا اور چشمے کی طرف چلا گیا پانی بھر کر واپس آیا تو میں اس کی گاڑی کے پاس کھڑی تھی مجھے دیکھتے ہی اس کی آنکھوں میں ہوس ابھرنے لگی میں اس کی آنکھوں کا مطلب سمجھ گئی تھی بولا

اے لڑکی تو کون ہے اور یہاں جنگل میں کیا کر رہی ہو۔

میں تیری موت ہوں تیرا ہی انتظار کر رہی تھی۔

میری بات سن کر اس نے قہقہے لگانا شروع کر دیئے۔ اور بولا

تو شاید نہیں جانتی ہو کہ میں کون ہوں۔

ہاں میں جانتی ہوں کہ تم کون ہو گھٹیا باپ کی گندی اولاد ہو۔ آج تیرے باپ کی وجہ سے تیری موت میرے ہاتھوں لکھی ہوئی ہے۔ اتنا کہتے ہی میں نے اپنا حلیہ بدل لیا مجھے بھیانک ڈراؤنے روپ میں دیکھ کر وہ کانپ سا گیا۔ اور منتیں کرنے لگا۔ کہ مجھے معاف کر دو مگر مجھ پر انتقام کا بھوت سوار تھا میں بھلا اس کو کیسے معاف کر سکتی تھی۔ میں نے اس کو عبرتناک موت دی اور اس کی آنکھیں اور دل نکال کر چوہدری کے پاس لے گئی اور کہا یہ لو چوہدری یہ تیرے بیٹے کا دل اور آنکھیں ہیں کل سے تمہارے نوکروں کی باری ہوگی۔ پھر میں نے اس کے دوستوں کا بھی وہی حال کیا جو دلاور کا کیا تھا۔

بھائی جان کو رنجیت سنگھ کے بیٹے کے مقابلے

کے لیے کوہ قاف جانا پڑا میری طاقت اکیلے بغیر
ادھوری تھی کوئی جادوگر میری روح کو اپنے قبضہ میں
کر سکتا تھا اس لیے میں بھی ان کے ساتھ کوہ قاف چلی
گئی اسی طرح دس سال بیت گئے۔ اور چوہدری
سلطان گاؤں چھوڑ کر شہر آباد ہو گیا۔ آٹھ دن پہلے مجھے
پتہ چلا کہ چوہدری کی بیٹی کی شادی ہے۔ میں کیسے
برداشت کر سکتی تھی کہ دوسروں کی بیٹیوں کو برباد کرنے
والا اپنی بیٹی کی خوشی منائے سو اس لیے میں نے ان کی
بیٹی کی جان لے لی اب چوہدری سلطان اور اس کے
چھوٹے بیٹے بلاول کی باری ہے۔ یہ کہہ کر صبا کی
روح چپ ہو گئی۔

مصباح بولی۔ مگر اب ہم تمہیں ایسا نہیں کرنے
دیں گے۔ تم نے چوہدری سے انتقام لینا تھا اس سے
لیتی ہماری پیاری دوست کو کیوں مار دیا۔

ہاں ہاں میں سب کو ماردوں گی جو جو بھی
میرے راستے کی دیوار بننے کی کوشش کرے گا میں اس
کو بھی ماردوں گی۔ اتنا کہہ کر وہ غائب ہو گئی چوہدری
سلطان اور اس کا بیٹا اپنی بیٹی کی موت پر غمگین بیٹھے
ہوئے تھے صبا کو دیکھتے ہی وہ اس کے پاؤں پڑ گیا
اور بولا جو غلطی میں نے کی تھی اس کی سزا مجھے ہی دو
میرے خاندان کو کچھ مت کہو۔

نہیں چوہدری نہیں میں کسی کو بھی زندہ نہیں
چھوڑوں گی ہاہاہا۔ آج میرا آخری دشمن بھی ختم
ہو جائے گا۔ پوری حویلی میں صبا کے قہقہے گونج رہے
تھے چوہدری اور اس کا بیٹا۔ تھر تھر کانپ رہے تھے
بلاول نے بھاگنا چاہا مگر صبا کے ہاتھوں بچ نہ پایا اتنی
دیر میں مصباح بھی اپنے گروپ کے ساتھ وہاں پہنچ
گئی۔ اور بولی۔ رک جا صبا تیرا کھیل ختم اس نے
ورد پڑھا ہوا پانی صبا کی طرف اچھال دیا۔ کہ اچانک
ایک چہرہ سامنے آ گیا صبا کے۔ مصباح نے جب اس
چہرے کو دیکھا تو بس دیکھتی ہی رہ گئی۔ وہ آج سے کئی
سال پیچھے چلی گئی اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں
وہ بھول گئی تھی کہ وہ کیا کرنے آئی تھی وہ چہرہ ندیم
عباس کا تھا۔ اتنی دیر میں صبا نے چوہدری اور اس کے
بیٹے کو مار ڈالا تھا۔ نادیہ نے مصباح کو بلایا تو مصباح
خیالوں کی دنیا سے واپس آئی اور دوڑ کر ندیم عباس
کے گلے لگ گئی نوید اور طالب کے سوا سب کے ہی
منہ حیرت سے کھلے کے کھلے رہ گئے ندیم عباس نے کہا
یار اب ہٹ بھی جاؤ سب دیکھ رہے ہیں تب جا کر
مصباح کو احساس ہوا اور وہ شرمندہ ہوتے ہوئے
الگ ہو گئی۔ تب صبا آگے بڑھی اور بولی اوئے
میرے بھائی پر کیوں قبضہ جما رہی ہو دیکھ لیا ناں کہ
میرے بھائی میں کتنا دم ہے اب بات کرو کہ مجھے کس
دائرے میں قید کرنا ہے۔ مصباح تو ندیم عباس کو ہی
دیکھے جا رہی تھی نادیہ آگے بڑھی تو مصباح نے کہا
آپی جان یہ ہیں وہ ندیم عباس جن کا میں آپ سے
ذکر میں آپ سے کیا کرتی ہوں جب حمیرا اور فرخندہ
نے بھی یہ بات سنی تو ان کی بس حالت ایسی تھی کہ جیسے
ان کی کھڑے کھڑے روح ہی پرواز کر گئی ہو وہ بس
ایک نظر ندیم عباس کو دیکھے جا رہی تھیں مصباح نے
ان کی نظروں کے سامنے ہاتھ لہرایا کہ یار تم لوگ کہیں
نظر ہی نہ لگا دو تب جا کر سب مسکرا دیے۔

میرے بھائی میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں
کہ آپ نے میری مدد کی۔ صبا آگے بڑھتے ہوئے
بولی بس میرا ایک کام اور کر دینا کہ میری لاش کو اسلامی
طریقے سے دفن کر دینا۔ تا کہ میری روح کو بھی سکون
مل سکے۔ ندیم عباس نے کہا میں ایسا ہی کروں گا۔
اور پھر دوسرے دن ہی وہ سب لوگ اسی گاؤں میں
گئے اور جا کر اس کی لاش کو ڈھونڈ کر اسلامی طریقے
سے دفن کر دیا۔ کیسی لگی میری سٹوری اپنی رائے سے
ضرور نوازیئے گا مجھے شدت سے انتظار رہے گا۔

ہنی مون

۔۔۔تحریر: کاشف عبید کاوش۔ بدھ موڑی شکرام۔ 0331.9352945

بادشاہ جو کہ چڑیلوں کا سردار تھا بہت ہی خوفناک تھا اس نے ان چاروں سے کہا کہ مجھے پتہ ہے کہ آپ لوگ کیوں آئے ہو میں آپ لوگوں کے ساتھ آپ کے دونوں لڑکی اور لڑکے کو چھوڑ دوں گا مگر ایک شرط پر وہ یہ کہ جب میں چاہوں ان دونوں کو ایک کے پاس سے بلا سکتا ہوں اگر آپ نے پھر انکار کیا تو میں آپ کے جزیرے کو تباہ کر دوں بولو منظور ہے چاروں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا۔ آپ عثمان اور انجل کو بلائیں ہم ان سے مشورہ کریں تھوڑی دیر بعد وہ دونوں وہاں ان کے پاس آ گئے ان کے ساتھ ان کی بیوی اور شوہر بھی تھے۔ بیوی اور شوہر بہت ہی بدصورت تھے انجل اور عثمان ان لوگوں میں بہت ہی خوبصورت لگ رہے تھے اکمل نے ان سے مشورہ لیا تو انہوں نے کہا کہ ہم اس دنیا میں بہت ہی خوش ہیں اگر بابا ہم کو بہت یاد کرتے ہیں تو ہم ان کی خوشی کے لیے تھوڑے دنوں کے لیے اپنی دنیا میں ضرور جائیں گے۔ ان کی باتیں سن کر بادشاہ بہت خوش ہوا اور ان کو جانے کی اجازت دے دی۔ لہذا یہ گروپ واپسی کے لیے چل دیا۔ یکدم ان کو بابا جی کی آواز سنائی دی کہ بچو اپنے منہ میں مسواک رکھ لو انہوں نے اپنے منہ میں مسواک رکھ لیں کہ یکدم ان کو جنوں کی دنیا میں آگ لگ گئی بابا جی کی آواز پھر سنائی دی کہ چھڑی قبیلے کی طرف پھینک دو انہوں نے چھڑی قبیلے کی طرف پھینک دی اس کے ساتھ ہی وہ چاروں بے ہوش ہو گئے۔ ایک انوکھی اور سنسنی خیز کہانی۔

کشتی سمندر میں رواں دواں تھی کشتی میں چار دوست موجود تھے دو لڑکیاں اور دو لڑکے شاید یہ چاروں سیر کے لیے نکلے تھے جب ہی تو اتنے خوش تھے چاروں طرف پانی ہی پانی تھا نیلے سمندر میں یہ تو شادی شدہ دو جوڑے بہت خوش نظر آ رہے تھے عجیب بات یہ تھی کہ ہنی مون منانے کے لیے اس دو جوڑے نے سمندر کو کیوں ترجیح دی تھی شاید یہ دنیا کے نظروں سے چھپ کر ہنی مون منانا چاہتے تھے اور ایک دوسرے کو صحیح طرح جاننے کی کوشش میں تھے غرض کوئی صحیح طرح سے نہیں کہہ سکتا تھا۔

اکمل جاؤ اب تم بھی ذرا کشتی چلاؤ ناں ناظر تو تھک گیا ہے بیچارہ۔

اکمل نے اپنی بیوی سعدیہ کی بات سن کر ان کی ساتھ والی کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا صحیح بیگم آپ نے اب مجھے بھی ذرا ہاتھ بٹانا چاہئے کب تک ناظر اور نیلم کشتی چلاتے رہیں گے۔ اکمل اتنا کہہ کر روانہ ہو گیا اور سعدیہ نے جی میں جواب دے کر ایک طرف دیکھنے میں مصروف ہو گئی اور سوچنے لگی کہ ہمیں کوئی بندہ لانا چاہیے تھا جو کشتی چلانا جانتا ہو مگر اب کیا ہو سکتا تھا ان چار بندوں کی والی کشتی اب آبادی سے بہت دور نکل چکی تھی اب کشتی سمندر میں رواں دواں تھی اپنی منزل کی جانب کشتی میں ان چاروں نے اپنی ضرورت کی تمام اشیاء اپنے ساتھ رکھی ہوئی تھیں اب یہ لوگ کشتی میں سوار ہو کر ایک دور جزیرے کی جانب رواں دواں تھے اکمل اور ناصر دونوں کزن تھے اور دوست بھی یہ دونوں بچپن سے ہی یک جان دو قالب تھے کالج کے زمانے میں ان دونوں کی دوستی

سعدیہ اور نیلم سے ہوئی تھی یہ دوستی رفتہ رفتہ محبت اور پھر عشق کے پروان چڑھتی گئی یہ عشق کی دوستی ایک سال بعد شادی کے روپ میں آگئی چنانچہ آج ان چاروں کی شادی کی پانچواں دن تھا اور ہنی مون کے لیے ان نوشادی شدہ جوڑوں نے دور جزیرے میں جانے کا ارادہ کیا تھا کیونکہ اکمل اور ناصر کا تایا ابو خلیل جبران جوانی کے دور سے ہی ان جزیرے میں آباد تھا وہاں کے راج کماری نے خلیل جبران کو پسند کیا تھا راج کماری مالا وتی اپنے قبیلے کے کسی فرد سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی چنانچہ والدین نے لاڈلی بیٹی کینشتو کو مدنظر رکھتے ہوئے خلیل جبران سے اس کی شادی کی اصل واقعہ کچھ یوں تھا کہ اکمل اور ناصر کا دادا اور خلیل جبران کے والد اپنے زمانے میں ایک بڑا تاجر تھا ان کا کاروبار بیرون ملکوں میں ہوتا تھا ایک دن والد نے خلیل جبران کو ساتھ لیے ہوئے سمندری سفر پر روان ہوگیا واپسی پر بہت زور کا طوفان آنے والا تھا جلد ہی جہاز میں لوگوں کو ایک جزیرہ دکھائی دیا چنانچہ طوفان سے بچنے کے لیے جہاز کا رخ جزیرے کی جانب کر دیا وہاں پر پہنچ کر سب حیران رہ گئے کیونکہ وہاں جنگلی قسم کے لوگ رہتے تھے پہلے تو یہ لوگ گھبرائے لیکن جنگلی قسم کے لوگوں نے ان جہاز والوں کو خوش آمدید کہا اور جہاز کو محفوظ کر کے لوگوں کو محفوظ مقام تک پہنچایا اور قبیلے کے سردار جہاز کے لوگوں کی بہت خاطر مدارت کی بہت عزت دی لیکن سردار کی بیٹی کے خلیل جبران کو پہلے ہی نظر میں پسند کرلیا تھا لہذا اس نے باپ سے اپنی پسند کا اظہار کیا اور پھر سردار نے خلیل جبران کے والد سے بات کی جبران کا والد تو ان لوگوں کا بہت مشکور تھا ان لوگوں کا دل توڑنا نہیں چاہتا تھا لہذا اس نے اپنے بیٹے کو راضی کیا۔ اور اس طرح یہ شادی ہوگئی۔ پھر ان لوگوں نے خلیل جبران کو اپنے گھر اور قبیلے میں ہی رکھ لیا۔ خلیل جبران کو گھر جانے نہ دیا اور ان کے والد سے کہا کہ اگر آپ یہیں پہ رہنا چاہتے ہو تو بالکل رہ سکتے ہیں اگر آپ واپس جانا چاہتے ہیں تو بالکل جاسکتے ہیں اور جبران کا دل بھی وہاں جزیرے میں لگا باپ نے بیٹے کی خوشی کو دیکھ کر گھر کی راہ لی اور کبھی کبھی ملنے آتا جاتا رہتا۔ پھر جبران کا والد فوت ہوگیا۔ اور ان کے اور بیٹے اور نواسے وغیرہ بھی کبھی کبھی جزیرے کا رخ کرتے جزیرے والے بہت خوش ہوتے تھے اور ان لوگوں نے بعد میں خلیل جبران کو اپنا سردار بنایا تھا کیونکہ وہ بہت ایماندار اور خوش مزاج تھا اب ناصر اور اکمل بھی اپنے بیویوں کے ساتھ ایک سال بعد جزیرے کی جانب روانہ تھے اور چاروں بہت ہی خوش نظر آرہے تھے لیکن نیلم اور سعدیہ بہت خوش تھیں کیونکہ وہاں جانا ان دونوں کا پہلی بار اتفاق تھا ناصر اور اکمل تو پہلے بھی آتے جاتے رہتے تھے لیکن آج ایک سال بعد دونوں اپنے محبتوں کے ساتھ جزیرے کی جانب ہنی مون کے لیے روانہ ہوئے تھے۔

راستے میں کبھی اکمل اور کبھی ناصر نے کشتی کو چلایا ایک دوسرے کا ہاتھ بٹایا اور اسی طرح تھوڑی دیر بعد کشتی جزیرے کے نزدیک پہنچ گئی جزیرے کے قریب پہنچ کر چاروں کو دھچکا لگا کیونکہ جزیرے میں پہلی جیسی رونق نہ تھی گرمی کے موسم میں بھی سبز پودے اور درخت سوکھ چکے تھے پرندے کا نام ونشان تک نہ تھا قبیلے کے بہت کم لوگ ادھر ادھر گھوم رہے تھے سب کے چہروں پر غم کے آثار نمایاں تھے۔ ان چاروں نے کشتی ایک جانب کھڑی کر کے جزیرے پر قدم رکھا اس نے اکمل اور ناصر کو پہچانا اور ان دونوں کو اور بیویوں کو ساتھ لے کر خلیل جبران کی حویلی میں داخل ہوگیا۔ کچھ راہداریوں کو کراس کر کے اب یہ چاروں خلیل جبران کے کمرے میں حاضر تھے خلیل جبران نے اپنے دونوں بھتیجوں کو ان کی بیویوں کے ساتھ دیکھ کر بہت ہی خوش ہوا۔ اور دونوں کو شادی کی مبارک باد دی۔ کچھ دیر بعد دونوں کی چچی خلیل جبران

کی بیوی مالا وتی آئی وہ بھی بہت خوش ہوئی مگر جب ان چاروں نے اس میاں بیوی کو بغور دیکھا تو اصل میں وہ کچھ افسردہ سے تھے اکمل نے ہمت کر کے اپنی چچی سے پوچھا کہ آپ لوگ کچھ غمگین ہیں کیوں کیا ہوا ہے اکمل کے سوال پر مالا وتی نے کہا کہ ہم لوگ بڑی مصیبت میں ہیں تین مہینوں سے الجھے ہوئے ہیں پتہ نہیں کیسا یہ سب کچھ ہوا ہے کیوں ہوا ہے اور ہم لوگوں پر کیوں ہوا ہے ہم لوگ کچھ بھی نہیں جانتے ہیں مالا وتی نے اتنا کہ کر سامنے رکھا ہوا بھگوان کی جانب دیکھ لیا پھر ناصر نے خلیل جبران سے پوچھا کہ آپ لوگ ایسی کون سی مصیبت میں گرفتار ہیں۔ جس کا دل آپ کے پاس نہیں ہے۔ اگر ہم چاروں آپ لوگوں کے کام میں آتے ہیں تو ہمارے لیے بہت اعزاز کی بات ہوگی۔ نیلم اور سعدیہ حیران و پریشان گم سم بیٹھی تھیں ناصر کی بات سنکر دونوں نے ہاں میں ہاں ملائی اور ناصر کہا کہ ناصر ٹھیک کہہ رہا ہے۔ آپ لوگوں نے دیکھا ہی ہوگا کہ اس گرمی کے موسم میں بھی ہمارے خوبصورت جزیرے پر خزاں آ گیا ہے قبیلے کے لوگ بھی پچھلے سال کی نسبت کم ہوتے ہیں اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ میری بیٹی انجلی اور بیٹا شان ایک دن جزیرے کے جنگل میں سیر کے لیے گئے تھے بدقسمتی سے جزیرے کے جنگل میں ان دیکھی دنیا کے باسی بھی سیر کے لیے آئے تھے ان دیکھی دنیا کے سردار کے بیٹے نے میری بیٹی کو پسند کیا اور جن نے میرے بیٹے شان کو خوابوں کا شہزادہ بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا سردار نے جب اپنے دونوں بچوں کو محبت کے جال میں دیکھا تو فوراً میرے پاس آ کر مجھ پر ظاہر ہوا اور اپنے دونوں بچوں کے لیے میرے بچوں کا ہاتھ مانگ لیا میں اپنے بچوں کو ان دیکھی لوگوں کے سپرد نہیں کرنا چاہتا تھا انہیں کھونا نہیں چاہتا تھا لہٰذا میں نے انکار کر دیا مجھے اپنے دونوں بچے جان سے زیادہ عزیز تھے میرا فیصلہ نفی میں دیکھ کر سردار نے کہا ہم تمہارے بچوں کو اپنی دنیا میں لے جانا چاہتے ہیں چنانچہ تم خوش رہو اس کے بعد وہ دھواں بن کر ہوا میں معلق ہو گیا میں نے بہت کوشش کی کہ سردار کو روک دوں مگر وہ کہاں رکنے والا تھا وہ چلا گیا اور میرے دونوں بچوں کو اپنے ساتھ لے گیا۔ ہم قبیلے والوں نے سارا قبیلہ چھان مارا مگر میرے بچے کہیں نہ ملے مجھے امید ہے وہ سردار ضرور اپنے ساتھ ان کو لے گئے ہوں گے۔ اتنا کہہ کر خلیل جبران رونے لگا اور ساتھ مالا وتی بھی رونے لگی۔ ان چاروں کی بھی آنکھوں میں نمی اترنے لگی۔ سعدیہ نے ایک خادم سے کہا کہ وہ جلدی پانی لائے خادم نے پانی ہاتھ میں لے کر آیا مالا وتی اور خلیل جبران نے پانی پیا اور پھر خلیل جبران نے کہا۔ سردار کے جاتے ہی گاؤں کے سارے چھوٹے بچے مر گئے کچھ بوڑھے لوگ دوسرے دن مر گئے اور ہمیشہ کے لیے ظالم سردار جادو کر کے ہمارے جزیرے پر خزاں رقم کر دی ہم لوگ اپنے بچوں کو واپس نہیں لا سکے تو آپ لوگ کہاں سے لائیں گے۔ اتنا کہہ کر خلیل جبران کی آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہو گئے۔ اکمل نے کہا چاچا جی آپ فکر نہ کریں ہم بھرپور کوشش کریں گے اتنا کہہ کر اکمل نے ایک آہ بھری اور تینوں میں باتیں ہوتی رہیں اس کے بعد خلیل جبران نے ایک خادم کو بلایا اور وہ اچاروں کو ان کے کمروں تک پہنچا کر آئے کیوں چاروں بہت تھک چکے تھے صبح سے شام تک کشتی میں سفر کر کے آئے تھے بعد میں چائے وغیرہ ان کے کمروں تک پہنچا دی گئی اور رات کا کھانا بھی ان دو جوڑوں نے کمروں میں کیا اکمل اور سعدیہ نے جزیرے کے معاملے میں باتیں کی اور سو گئے اسی طرح ناصر اور نیلم نے بھی اس عجیب و غریب الجھے حالات پر بات کی اور سو گئے۔

صبح ان چاروں نے تقریباً نو بجے تک شاور لیا کپڑے بدلے مہمانوں کے کمرے میں چلے گئے

وہاں سب نے مل کر ناشتہ کیا اور باتوں میں مصروف ہو گئے۔ معاملات کے سلجھنے کی باتیں کرنے لگے کچھ دیر بعد وہ اسی عنوان پر باتیں کرتے رہے سب نے اپنا اپنا خیال ظاہر کیا قبیلے کے بڑے بڑے لوگ بھی آ گئے ان لوگوں نے بھی اپنی اپنی رائے دی۔ آخر کار وہ سب لوگ اس نتیجے پر پہنچے کہ ہمیں شہر سے ایک بزرگ ہستی کو لانا ہو گا جو ہمارے بچوں کو واپس لانے میں ہمیں کوئی ترکیب یا سراغ بتائیں اور پھر یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ بزرگ ہستی کو لانے کے لیے اکمل اور ناصر اور قبیلے کے ایک دو بندے روانہ ہوں گے اور سعدیہ اور نیلم تب تک کے لیے یہیں رہیں گی۔ جب تک اکمل اور ناصر واپس نہیں آتے سب اس فیصلہ پر بہت خوش تھے۔

کچھ دیر بعد اکمل اور ناصر کی ذاتی کشتی میں اکمل ناصر اور قبیلے کے دو بندے سوار ہوئے اور شہر کی جانب چلتے بنے۔ شہر پہنچ کر ان لوگوں کو ایک مسجد سے ایک عظیم اور ایک بزرگ ہستی مل گئی۔ ناصر نے تمام کہانی ان کو سنا دی اور مدد کی درخواست کی جو انہوں نے قبول کر لی اور ان کے ساتھ جانے کی حامی بھر لی۔ ان کو ساتھ لے کر یہ سب کشتی پر سوار ہو کر جزیرے کی طرف چل دیئے۔ اور ایک لمبا سفر سمندری کرنے کے بعد وہ جزیرے میں جا اترے۔ یہ لوگ جبران کی حویلی کی جانب چل پڑے اور سلام دعا کے بعد خلیل جبران نے بھی ایک بار پھر تمام کہانی ان کو سنا دی۔ بزرگ نے کہا مجھے عمل کے لیے کچھ چیزوں کی ضرورت ہو گی جو آپ مجھے دیں گے۔ انہوں نے فوراً وہ چیزیں دینے کی حامی بھر لی کیونکہ خلیل جبران کو عثمان اور اکمل ہر قیمت پر چاہیے تھے پھر شام کے وقت جزیرے کے جنگل میں ایک جھونپڑا سا تیار کیا گیا بزرگ کی ہدایت کے مطابق اس میں ایک جائے نماز پینے کا شفاف پانی چار مسواک ایک چھڑی اور ایک قرآن مجید حفاظت کے ساتھ رکھ دیا گیا

شام کے وقت قبیلے کا سردار خلیل جبران مالا وتی اور جزیرے کے باشندے واپس اپنے گھروں کو آ گئے بزرگ کی ہدایت کے مطابق اس نے بھی اور اکمل ناصر نیلم اور سعدیہ نے بھی سفید لباس میں ملبوس ہو گئے اور قرآن پاک کو بزرگ نے اپنے سامنے رکھ لیا۔ اور چاروں ساتھی بھی ان کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ بزرگ نے کہا کہ وہ سب اپنی آنکھیں بند کر لیں اور بزرگ قرآن پاک کی تلاوت کرنے لگے جب اس نے پہلا لفظ یسین پڑھنا شروع کیا ان چاروں کو ایک جھٹکا لگا۔ ان کے سامنے ایک عجیب و غریب ویرانہ تھا۔ بزرگ بابا کا وہاں نام و نشان تک نہ تھا وہ ویرانے میں چلنے لگے وہاں کے درختوں کے پتے سرخ تھے جن پر بھوت بھلاوؤں کی تصویریں آویزاں تھیں درختوں کے تنے ہڈیوں کے بنے ہوئے تھے بجبر پہاڑ کے پتھروں پر بھی خوفناک بلاؤں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں اور یہ چاروں اپنی حقیقی دنیا سے بے نیاز اس خوفناک دنیا میں آ گئے تھے ان چاروں کا دل تھا کہ حلق تک آ گیا تھا چاروں کا دل بہت زوروں سے دھڑک رہا تھا اور یہ لوگ پسینے میں شرابور ہو کر اس ان دیکھی اور ویران دنیا میں چل رہے تھے چلتے چلتے ویرانے کے آگے ایک دریا دکھائی دیا دریا میں پانی کی بجائے خون رواں دواں تھا پتہ نہیں یہ خون تھا یا سرخ پانی مگر سرخ پانی بہت آرام سے چل رہا تھا یعنی یہ خون کے دریا کا عکس پیش کر رہا تھا ارد گرد سے پتھروں اور پتوں پر خوفناک تصویریں زور زور سے ہنس رہی تھیں مگر پھر بھی ان لوگوں نے ہمت کر کے دریا کا پل پار کر لیا آگے ان لوگوں کو ایک علاقہ سا دکھائی دیا۔ جب یہ چاروں خوف و ہراس کے عالم میں بستی میں داخل ہوئے تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کیونکہ علاقے کے سب لوگ خوفناک بلائیں تھیں خادمائیں اور خادم کام کرنے میں مصروف تھے سب لوگ بہت خوفناک دکھائی دے رہے تھے ہر

کسی کی شکل چڑیل کا عکس پیش کر رہی تھی ان چاروں کو دیکھ کر سب بلا میں ان پر متوجہ ہوئیں سب ان ہی کی طرف آنے لگیں دور ہی محل سے ایک گرج دار آواز سنائی دی کہ رکو رکو سب لوگ یہ ہمارے مہمان ہیں اور جلد ہی سب لوگ پھر اپنے اپنے کاموں میں لگ گئے ان چاروں پر خوف ہراس نے اپنے پر پھیلائے ہوئے تھے تھوڑی دیر بعد ایک خادم آکر ان چاروں کو بادشاہ کے محل میں لے گیا تھوڑی دیر بعد یہ بادشاہ کے محل میں تھے۔ بادشاہ تھا کہ چڑیلوں کا سردار تھا بہت ہی خوفناک تھا اس نے ان چاروں سے کہا کہ مجھے پتہ ہے کہ آپ لوگ کیوں آئے ہو میں آپ لوگوں کے ساتھ آپ کے دونوں لڑکی اور لڑکے کو چھوڑ دوں گا مگر ایک شرط پر وہ یہ کہ جب میں چاہوں ان دونوں کو ایک کے پاس سے بلا سکتا ہوں اگر آپ نے پھر انکار کیا تو میں آپ کے جزیرے کو تباہ کر دوں بولو منظور ہے چاروں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا۔ آپ عثمان اور انجل کو بلائیں ہم ان سے مشورہ کر لیں تھوڑی دیر بعد وہ دونوں وہاں ان کے پاس آگئے ان کے ساتھ ان کی بیوی اور شوہر بھی تھے۔ بیوی اور شوہر بہت ہی بدصورت تھے انجل اور عثمان ان لوگوں میں بہت ہی خوبصورت لگ رہے تھے اکمل نے ان سے مشورہ لیا تو انہوں نے کہا کہ ہم اس دنیا میں بہت ہی خوش ہیں اگر بابا ہم کو بہت یاد کرتے ہیں تو ہم ان کی خوشی کے لیے تھوڑے دنوں کے لیے اپنی دنیا میں ضرور جائیں گے۔ ان کی باتیں سن کر بادشاہ بہت خوش ہوا اور ان کو جانے کی اجازت دے دی۔ لہذا یہ گروپ واپسی کے لیے چل دیا۔ یکدم ان کو بابا کی آواز سنائی دی کہ بچو اپنے منہ میں مسواک رکھ لو انہوں نے اپنے منہ میں مسواک رکھ لیں کہ یکدم اس ان دیکھی دنیا میں آگ لگ گئی باباجی کی آواز پھر سنائی دی کہ چھڑی قبیلے کی طرف پھینک دو انہوں نے چھڑی قبیلے کی طرف پھینک دی اس کے ساتھ ہی وہ چاروں بے ہوش ہو گئے۔ جب ان کو ہوش آیا تو اپنی دنیا میں تھے سب ہی بہت خوش تھے باباجی نے جب انجل اور عثمان سے پوچھا کہ تم لوگوں نے کیوں کہا تھا کہ تم لوگ وہاں بہت خوش تھے انہوں نے بتایا کہ ہمیں بادشاہ سے بہت خوف آتا تھا ہم نے یہ بات جھوٹ کہی تھی ورنہ اس دنیا میں جتنے ہم لوگ پریشان تھے یہ ہم ہی جانتے ہیں۔

ان سب لوگوں نے اپنا سامان اٹھایا اور قبیلے کی طرف چل دیئے۔ جب ان لوگوں نے باہر دیکھا تو باہر ہر طرف سبزا ہی سبزا تھا۔ ہر طرف رونق ہی رونق تھی قبیلے کے سب افسردہ چہرے مسکراتے ہوئے دکھائی دیئے خلیل جبران اور مالا ولی نے جب اپنے بچوں کو زندہ سلامت دیکھا تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی سب ہی بہت خوش تھے۔ پھر کچھ دن تک وہ لوگ وہاں جزیرے پر رہے اور کشتی کی طرف چل دیئے۔ قبیلے والوں نے بہت سے انعامات سے ان کو نوازا تھا اکمل اور سعدیہ ناصر اور نیلم سوچ رہے تھے کہ ہم نے اپنے ہنی مون میں ایک بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے ان لوگوں کو ان دیکھی مخلوق سے نجات دلائی ہے اور اپنے ہنی مون میں بھرپور سیر کی ہے اور انعامات اور تحائف بھی اپنے ساتھ لائے ہیں ان کا خیال تھا کہ یہ ہمارے خیال میں سب سے پہلا اور عجیب و غریب ہنی مون تھا اور اسی طرح پھر کشتی نیلے سمندر میں اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی بزرگ بابا کشتی میں اپنے خدا کی عبادت میں مصروف رہے تھے ان کی وجہ سے یہ سب ہوا تھا خدا نے ان کی مدد سے یہ کام کروایا تھا۔ وہ چاروں خوشی خوشی اپنی دنیا میں پہنچ گئے اور گھر والوں کو تمام سٹوری سنا دی۔ جسے سن کر سب ہی حیران رہ گئے۔

قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیئے گا۔

پری کی رہائی

--تحریر۔ صبیحہ۔ فیصل آباد--

چلتے چلتے وہ محل کے دروازے پر آگیا اور اس دروازے پر اس کو کاتب تقدیر ملا اس نے کہا کہ یہاں سے واپس چلے جاؤ میں یہاں پر تمہاری موت لکھ چکا ہوں تم بھی مر جاؤ گے اس نے کہا کہ کیا ہوا جو میں مر بھی جاؤں میں اس شیطان کو مار کر ہی مروں گا اور اندر داخل ہو گیا اس نے شیطان کو آواز دی باہر نکلو آج اگر میں مروں گا تو تم کو ساتھ لے کر ہی مروں گا تو شیطان باہر نکلا اس کی تمام تر طاقتیں تو ازان پہلے ہی ختم کر چکا تھا تو ازان نے اس پر جنگ شروع کر دیا کبھی شیطان ازان پر بھاری ہوتا تو کبھی ازان شیطان پر بھاری ہوتا وہ کافی دیر تک لڑتے رہے ازان کافی زخمی ہو چکا تھا بلکہ زخموں سے چور چور ہو چکا تھا شیطان کو بھی بہت سے زخم آئے تھے آخر کار جو ازان نے اس پر وار کیا اور اس کی گردن جدا کر دی اور وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا ازان بھی گر گیا کیوں کہ وہ زخموں سے چور تھا اتنی دیر میں وہاں ماہ نور پری آگئی اور ازان کو لیکر چلی گئی وہ زخمی حالت میں تھا آنکھ بھی نہیں کھول سکتا تھا پھر شہنشاہ جنات ازان کے گھر والوں کو بھی وہاں لے گئے تا کہ وہ بھی ازان کو مل سکیں دعا نے آ کر ازان کا ہاتھ پکڑا ازان نے کہا کہ دعا میں نے اپنے مقصد کے ساتھ وفا کی ہے پر تمہارے ساتھ وفا نہیں کی مجھے معاف کر دینا پلیز پلیز مجھے معاف کر دو اتنا کہہ کر ازان نے اپنی آنکھیں بند کر لیں سب رونے لگے پری ماہ نور بھی رو رہی تھی ازان کے سبھی رشتہ دار تھے دادا، چاچا، چاچی اور فیصل اور دعا سبھی رو رہے تھے ازان نے بے شک دعا سے وفا نہیں کی لیکن اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا تھا ازان نے بے وفائی کر کے بھی وفا کی وہ ایک نیک انسان تھا دعا یہ سوچ ہی رہی تھی کہ وہاں ایک انسان نمودار ہوا اور اس کے ہاتھ میں ایک ورق تھا اس نے وہ ورق دعا کو دیا اس نے لے کر جب کھولا تو اس میں ازان کی ایک تصویر تھی جس میں وہ سب کے ساتھ تھا سب اسے دیکھ کر خوش ہوئے اور پھر کافی دن وہ پرستان میں ہی رہے اور خوش خوشیاں منائیں۔ ایک سنسنی خیز اور دردناک کہانی۔

دعا اور ازان ایک دوسرے سے بہت ہی پیار کرتے تھے دعا ایک اچھی اور سلیقہ مند لڑکی تھی اور خوبصورت تو وہ حد کی تھی۔

کوئی ایک بار دیکھے تو بلکہ یوں کہیے کہ ایک بار دیکھا بار بار دیکھنے کی تمنا ہے لیکن دعا کے دل دماغ اور زبان پہ ازان کا ہی نام تھا۔

جو اس کی زندگی تھا پیار تھا اپنا تھا کیوں کہ دعا کا ازان کے بغیر اس دنیا میں کوئی نہ تھا۔

وہ تنہا تھی اس دنیا میں ازان بھی تو بالکل تنہا تھا اس کا بھی دعا کے بغیر کوئی نہ تھا دونوں یتیم خانے ایک ساتھ ہی بڑے ہوئے تھے دونوں نے یتیم خانے میں ہی اپنی تعلیم مکمل کی وہاں کے بہت چاہتے تھے کہ اب ان دونوں کی شادی ہو۔

پھر بڑوں کے کہنے پہ ان کی دعاؤں کے ساتھ ان دونوں بچوں کی شادی ہو گئی ازان کو ایک جگہ پہ نوکری مل گئی ازان یہ چاہتا تھا کہ ان کا اپنا گھر ہو اس

لیے اس نے بینک سے لون لے کر اپنا گھر بنایا۔ اب دعا اور اذان اپنے گھر میں رہتے تھے آہستہ آہستہ بینک کا لون بھی ختم ہو گیا۔

اب وہ یتیم بچوں کی بہت خدمت کرتے تھے وہ بہت اچھی زندگی بسر کر رہے تھے بہت خوش تھے اپنی زندگی سے دعا کل آپ جلدی گھر آجایئے گا اذان کیوں کل کوئی خاص بات ہے آپ کھانا کھایئے میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے آپ سو جاؤ میں کھانا کھا کر سو جاؤں گا او کے ابھی اذان سویا ہوا تھا کہ دعا نے اذان کے لیے ناشتہ تیار کیا اور اذان نے گرم گرم ناشتہ کیا اور اپنے آفس چلا گیا۔

دعا نے کچھ گفٹ اور پیسے یتیم خانے بھجوائے اذان کے لیے اس کا من پسند کھانا تیار کیا اور تیار ہونے کمرے میں چلی گئی اذان سارا دن بھی سوچتا رہا کہ آج دعا نے اتنے دنوں بعد جلدی آنے کو کیوں کہا ہے پھر شام کو سات بجے ہی وہ گھر آ گیا۔

دعا کو دیکھ کر بہت خوش ہوا گلابی کپڑوں میں اس کا سفید رنگ اور بھی خوبصورت لگ رہا تھا۔

اس کے بال کھلے ہوئے تھے اچانک ہی اذان کے منہ سے یہ شعر نکلا

آج رات اس نے میری محبت کو اک نیا موڑ دیا
میرے لیے اپنی زلفوں کو کھلا چھوڑ دیا

یہ شعر اذان نے دعا کی زلفوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے دعا نے کہا اذان آج کوئی خاص بات ہے دعا آج کے دن آپ میری زندگی میں آئے تھے کھانے سے فری ہو کر دعا نے اور اذان نے نماز پڑھی اور سونے چلے گئے باتیں کرتے کرتے دونوں سو چکے تھے۔

وقت اپنی رفتار سے چلتا رہا کچھ دنوں بعد اذان کے فون پر ایک کال آئی ہیلو جی کون اذان بھائی میں فیصل ہوں آپ کا کزن آپ آج چوبیس سال کے ہو گئے ہیں۔

اس لیے آپ کو اب واپس گھر آنا چاہیے میں آپ کو پتہ بتاتا ہوں آپ نے کل کھاریاں آنا ہے جب آپ کھاریاں آ جائیں گے۔

تو میں آپ کو لینے آ جاؤں گا خدا حافظ فون بند ہو گیا اذان بہت پریشان ہوا اور اسی عالم میں گھر آ گیا دعا نے پوچھا تو اس نے کہا کہ آج مجھے ایک کال آئی تھی کہہ رہا تھا کہ میں تیرا کزن ہوں اور تو چوبیس سال کا ہو گیا ہے کل کھاریاں آ جانا میں تمہیں لینے آ جاؤں گا دعا بھی یہ سب سن کر پریشان ہو گئی بولی ایسا نہ ہو کہ کوئی آپ سے مذاق کر رہا ہو۔

اذان نے پھر اسی نمبر پر کال کی ہیلو بھائی اُدھر سے آواز آئی بھائی میں فیصل ہوں آپ پریشان نہ ہوں بھابی کو بھی لے کر آنا ہے دعا یہ سن کر خوش بھی ہوئی اور پریشان بھی پریشان اس لیے کہ یہ سب کچھ کیسے جانتا ہے اور خوش اس لیے کہ کوئی تو ہے جو اس دنیا میں ہمارا ہے صبح صبح دعا نے ناشتہ بنایا اور دونوں نے مل کر ناشتہ کیا۔

اور اور سفر کیلیے تیار ہو گئے دعا نے کچھ ضروری چیزیں گاڑی میں رکھ لیں اور روانہ ہو گئے پورے تین گھنٹے کے بعد وہ دونوں کھاریاں میں موجود تھے۔

انتظار کر رہے تھے اور سوچ بھی رہے تھے کہ فیصل کو پہچانیں گے کیسے تھوڑی دیر میں ایک لڑکا مسکراتا ہوا ان کے پاس آیا اور بولا اسلام علیکم بھائی میں فیصل ہوں سوری تھوڑا انتظار کرنا پڑا اور پورے تیس منٹ بعد ہم ایک گھر کے سامنے تھے۔

وہ گھر نہیں کوٹھی تھی ایک بہت ہی بڑی کوٹھی اس نے ان دونوں کو ایک کمرے میں بٹھا دیا دونوں نے سامان رکھ کر باری باری فریش ہوئے۔

شام سے رات ہو گئی تھی مگر ابھی تک کوئی بھی نہ آیا تھا رات کے دس بجے ایک نوکر آیا اور کہا کہ آپ کو بڑے صاحب بلا رہے ہیں۔

کھانے کی میز پر آ جایئے کچھ ہی دیر میں وہ

دونوں ان کے ساتھ کھانے کی میز پر تھے سوچ رہے تھے کہ بڑے صاحب چاچا جی تایا جی یا پھر نجانے کون ہوں گے مگر وہ تو دادا جی تھے۔

دادا جی نے اذان کو اپنے سینے سے لگایا اور ان کی آنکھیں بھر آئیں اذان نے کہا دادا جی یہ سب کیا ہے اور یہ کون کون ہیں۔

دادا جی نے بتایا کہ یہ تمہارے چاچا جی اور چاچی جی اور یہ فیصل ان کا بیٹا ہے اذان اور امی ابو کہاں ہیں۔

دادا جی پہلے کھانا کھالو باقی باتیں بعد میں ہونگی چلو کھانا کھاؤ کھانے سے فری ہو کر سب دادا جی کے کمرے میں گئے دادا جی نے سب کو بٹھا کر کہا کہ سب میری بات کان کھول کر سنو دادا جی کی نظر اذان پر پڑی اور وہ رو رہا تھا۔

دادا جی بولے کیا بات ہے اذان بیٹا اذان بولا اگر کوئی میری فیملی ہے تو میرے ماں باپ کہاں ہیں دادا جی کہنے لگے صبر کرو اور میری بات کو غور سے سنو۔

دادا جی آج سے کافی عرصہ پہلے کی بات ہے جب تمہارے ابو بائیس سال کے تھے میں اور تمہارے ابو کسی عزیز کی شادی میں گئے۔

ہم شادی سے واپسی پر بہت لیٹ ہو گئے تھے اور پھر گاڑی کو پتہ نہیں کیا ہوا تمہارے ابو نے کہا ابو جان جانے کیوں گاڑی کو کیا ہو گیا ہے۔

ہم یہ باتیں کرتے ہوئے آ رہے تھے کہ اچانک ایک لڑکی سامنے آئی اور کہنے لگی میرے ابو کی طبیعت بہت ہی خراب ہے آپ پلیز میری مدد کریں میں پریشان ہوں۔

ہم نے نے اسے کہا کہ کہاں ہیں تمہارے ابو تو وہ بولی میرے ساتھ آؤ وہ ہمیں ایک جھونپڑی میں لے گئی اور خود اندر چلی گئی ہم رک گئے۔

اس نے اندر آنے کا اشارہ کیا اور ہم اندر گئے تو اندر کا نقشہ ہی کچھ اور تھا ہم بہت حیران تھے کہ یہ کیا ہے یہ تو ایک محل تھا جو کسی بادشاہ کا لگتا تھا وہ لڑکی جو کچھ دیر پہلے ایک غریب اور مجبور لگ رہی تھی۔

وہ ایک حسن پری لگنے لگی وہ لڑکی بولی آپ پریشان نہ ہوں شہنشاہ جنات کا محل ہے۔

اور آپ محفوظ ہیں میں ان کی بیٹی ہوں آپ کو ایک مقصد کے لیے یہاں لے کر آئی ہوں وہ ہم کو شہنشاہ جنات کے پاس لے گئی وہاں انہوں نے ہمارا بے حد خیال رکھا۔

اور بات شروع کر دی کہ اسد علی آپ میری بات غور سے سنو آپ باپ بننے والے ہیں سب کو پتا ہے لیکن ہم کو یہ بھی پتہ ہے کہ آپ کی اولاد بیٹا ہوگا اور خدا نے اس دنیا میں ایک ظالم اور سفاک جادوگر سے پیدا کیا ہے۔

آپ کے بیٹے کی کمر پہ ایک چاند کا نشان ہوگا وہ جادوگر کو ختم کرے گا۔

اور اس دنیا سے برائی کو ختم کرنے کی کوشش کرے گا لیکن آپ کو ایک بہت ہی بڑے امتحان سے گزرنا ہوگا۔

آپ نے اس بچے کا نام اذان رکھنا ہے اور اس کو چوبیس سال تک خود سے دور رکھنا ہے جب وہ چوبیس سال کا ہوگا تو میں خود اس کو اپنے پاس بلاؤں گا اور اس کو اس کے پیدا ہونے کا مقصد بھی بتاؤں گا شہزادی ماہ نور آپ ان کو ان کے گھر تک چھوڑ آئیے۔

ہم نے آنکھیں بند کیں تو ایسا لگا جیسے ہم ہوا میں اڑ رہے ہیں کچھ دیر میں آواز آئی کہ آنکھیں کھولو ہم نے آنکھیں کھولیں تو ہم اپنے گھر کے سامنے تھے اور گاڑی بھی ہمارے ساتھ تھی۔

ہم نے گھر آ کر سب کچھ بتایا ان دونوں میں تمہاری امی تمہاری نانی امی کے گھر گئی ہوئی تھیں کیوں کہ تم پیدا ہونے والے تھے کچھ دنوں بعد ہمیں خبر ملی کہ تم پیدا ہوئے ہو شام کو ہم آپ کو لینے گئے۔

اور واپسی پر تمہارے امی ابو الگ تھی ور تم

ہمارے ساتھ اگلی شام کو ہم واپس آ رہے تھے کہ تمہاری چاچی نے شور مچا دیا کہ میں اس کو اپنی ہی گود میں رکھوں گی اس کی اس بات پر سب ہنس پڑے کہ اچانک ایک زوردار دھماکہ ہوا ہم ڈر گئے وہ دھماکہ تمہاری امی اور ابو کی گاڑی میں ہوا تھا۔

وہ ہم سب کو چھوڑ کر جا چکے تھے خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا تم نے اس شیطان کو ختم کرنا تھا اس لیے تم کو کچھ بھی نہ ہوا تمہارے آنے سے بہت بڑی خوش خبری ملی تھی۔

لیکن ایک غم بھی ملا تھا دادا جی یہ کہہ کر رونے لگے پھر اذان نے بھی رونا شروع کر دیا ہر کوئی رو رہا تھا لیکن اذان کچھ دیر ہی میں دادا جی نے اذان کو گلے لگایا اور پیار سے چپ کروایا۔

پھر دادا جی نے سب سے کہا کہ اپنے اپنے کمروں میں جا کر سو جائیں رات کا ایک بج چکا تھا تہجد نماز بھی پڑھنی تھی سب سونے چلے گئے دعا اور اذان بھی سونے گئے کچھ دیر سونے کے بعد اذان ڈر گیا اور دعا نے جلدی سے اسے پانی دیا۔

اور پوچھا کہ کیا کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہے کیا اذان پانی پی کر کچھ ہوش میں آ گیا اور بولا کہ وہ ڈر گیا تھا تہجد سب نے نماز پڑھی اور وہ اذان ابھی تک نہیں نکلا تھا سب پریشان تھے۔

کہ اذان کمرے سے نہیں نکلا سب اسے باری باری آوازیں دینے لگے اذان ہوتا تو بولتا نا اتنے میں دادا جی نے کہا بیٹا وہ شہنشاہ جنات کی بیٹی سویرے سویرے اذان کو اپنے ساتھ لے گئی ہے دعا پریشان ہو گئی۔

کہ اب کیا ہو گا لیکن سب نے اسے باری باری سمجھایا کہ کچھ نہیں ہو گا وہ ایک نیک کام کرنے گیا ہے ایک شیطان کو مارنے گیا ہے۔

لیکن سب کی باتیں سن کر وہ خاموش ہو گئی وہاں شہنشاہ جنات نے اذان کو بتانا شروع کر دیا کہ وہ ہمارا بہت بڑا دشمن ہے اس نے آپ کی دنیا پر اپنے بہت سارے چیلے چھوڑ رکھے ہیں۔

جو برائی بڑھا رہے ہیں اس ظالم نے ہمارے پرستان پر بہت ہی حملے کیے ہیں۔

جس کی وجہ سے ہمارے بہت سے شہزادے اور شہزادیاں لقمہ اجل ہوئے ہیں۔

اب تمہیں اس کو مارنا ہے لیکن کیسے تمہیں پتہ ہے کہ تمہاری کمر پر چاند کا نشان ہے تم ہی ہو جو اس شیطان کو مار سکتے ہو اذان اس کے محل کے چار طلسم ہیں وہ اس کی طاقت ہیں تم نے چار سوال حل کر کے وہ طلسم ختم کرنا ہو گا۔

اور تب جا کے وہ کمزور ہو گا جس سے اس کا مارنا آسان ہو جائے گا اب تم جاؤ بیٹا اللہ تمہارا حامی و ناصر ہے رکو بیٹا ایک ضروری بات تو میں بتانا بھول ہی گیا ہوں میں نے اپنے جادوئی طلسم سے تمہاری گھر کی فیملی کو سلا دیا ہے۔

اور اپنا طلسم تمہارے گھر کے چاروں طرف پھیلا دیا ہے اب وہ ظالم تمہارے گھر کے کسی بھی ممبرز کو کوئی بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

تم یہ بھی سوچ رہے ہوں گے کہ میں خود اس ظالم کا مقابلہ کیوں نہیں کرتا اس نے پرستان پر سب سے پہلا حملہ کیا تھا ہم نے بھی اس پر حملہ کرنے کا سوچا لیکن ہم کو ایک بزرگ نے منع کر دیا تھا کہ پچاس سال بعد ایک اذان نام کا لڑکا پیدا ہو گا۔

جو اس شیطان کو ختم کرے گا اذان چار سوال یاد رکھنا پہلا سوال تمہیں آگ کا سمندر پار کرنا ہو گا شیطان کا ایک چیلا جو دوسرے معصوم لوگوں کو تنگ کرتا ہے اس کو مارنا ہو گا۔

تم نے ایک شہزادی کی مدد کرنی ہو گی چوتھا سوال ایک پتھر دل بادشاہ کے پاس ایک بونا ہے تم نے وہ بونا حاصل کرنا ہو گا پھر اس بونے کو مار کر اس کے دل سے ایک چابی نکلے گی۔

اس چابی سے وقت کا دروازہ کھلے گا چلو بیٹا خدا حافظ وہ چلنے لگا تو پیچھے سے ماہ نور نے آواز دی اذان رکو میں تم کو تمہاری دنیا سے اس راستے تک چھوڑ آتی ہوں اذان نے آنکھیں بند کیں اور ہوا میں اڑنے لگا ماہ نور نے کہا اذان آنکھیں کھولو۔

اچانک ایک طرف سے بہت سارے گھوڑا سوار آئے جنہوں نے اذان پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن ماہ نور نے ان کو روک کر ختم کر دیا اور اذان سے کہا کہ اب تم جاؤ اس دیوار کے پار ہو جاؤ آگے تمہارا سفر شروع ہو جائے گا وہ بھاگتا ہوا دیوار سے پار ہو گیا دیوار کے پار ایک بہت بڑا جنگل تھا۔

کچھ دور آگ کے شعلے آسمانوں کو چھو رہے تھے اذان پریشان ہو گیا کہ یہ کیا ہے وہ اچانک رک گیا آگ کے سمندر سے اٹھنے والے شعلے آسمان تک جا رہے تھے وہ سوچنے لگ کہ میں اب کیسے جاؤں گا اچانک جنگل میں سے ایک شیر نکلا اذان پر حملہ کر دیا اس کی قسمت اچھی تھی کہ بچ گیا تھا۔

ان دونوں کی جنگ جاری تھی وہ دونوں لڑ لڑ کر تھک چکے تھے شیر کا مقابلہ کرتے کرتے آذان بہت زخمی ہو گیا تھا۔

اچانک شیر کے پاؤں میں کانٹا چبھا وہ درد کی تکلیف سے غرغرانے لگا اذان نے اس کی درد بھری آواز سنی تو اٹھ کر اس کے پاؤں میں سے کانٹا نکال دیا جیسے ہی کانٹا نکلا۔

وہ شیر ایک بہت بڑا جن بن گیا اور اس نے اذان کا شکریہ ادا کیا اور پوچھا کہ تم یہاں کیوں آئے ہو اس نے کہا میں جادوگر نقاب کو مارنے آیا ہوں وہ ہمارا دشمن ہے جن نے کہا کہ وہ تو میرا بھی دشمن ہے اس نے ہی مجھے شیر بنا کر یہاں پر چھوڑ دیا تھا۔

میں ایک نیک جن تھا اور لوگوں کی مدد کرنا میرا کام تھا مگر اس نے مجھے شیر بنا دیا۔

اب بتاؤ میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں اذان نے کہا کہ میں نے آگ کا یہ سمندر پار کرنا ہے جن نے کہا یہ لو کشتی یہ لوہے کی بنی ہے تم اس میں بیٹھ کر یہ سمندر پار کر سکتے ہو۔

اللہ تمہیں کامیاب کرے آمین، جیسے ہی آذان کی کشتی سمندر میں اتری تو اس پر عجیب پرندوں نے حملے کرنے شروع کر دیئے آگ برسانے لگے گرمی کی تاپ برداشت کرنا مشکل تھا۔

مگر اذان آگ کے سمندر میں تیرتا رہا کئی دن راتیں گزر گئیں آگ کا سمندر ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا کافی مہینوں کے بعد آگ کا سمندر ختم ہوا اور اس کو ایک کنارہ نظر آیا۔

وہ جیسے ہی کنارے پر اترا آگ کا سمندر پھولوں کا باغ بن گیا اور زمین پر بھونچال آ گیا یہ اذان کی پہلی کامیابی تھی۔

اور شیطان کی پہلی طاقت ختم ہوئی تھی یعنی اس کا ایک طلسم ٹوٹ گیا تھا کنارے پر اتر کر اذان کو ایک بابا جی نظر آئے جو اذان کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے انہوں نے اذان کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور دعا دی اذان کے جسم پر بہت زخم تھے۔

بابا جی اس کے جسم پر ہاتھ پھیرتے جا رہے تھے اور زخم بھرتے جا رہے تھے جیسے ہی اس کے زخم بھرتے گئے اور اسے آرام ملتا گیا اذان کو بہت زور کی بھوک لگی ہوئی تھی۔

اس نے جو کھانا سفر کے لیے رکھا تھا مکمل طور پر ختم ہو چکا تھا بابا جی نے اسے کھانا دیا کھا کر اس کو کچھ سکون ہوا اچانک بہت دور سے ڈھول کی آواز آنے لگی اذان اس طرف چل پڑا۔

اسے ایک گاؤں نظر آیا وہاں کافی ہجوم تھا ایک طرف ڈھول بج رہا تھا ایک طرف بہت سے لوگ بہت سارا اناج اور اپنے جانور اور تین لڑکوں کو لے کر کھڑے تھے دوسری طرف ایک بہت ہی بدصورت ایک کالا سا لمبا سا آدمی بیٹھا تھا۔

وہ بہت خوش تھا ڈھول کی آواز بند ہوئی وہ آدمی لوگوں کی طرف بڑھ گیا وہ چلتا چلتا بہت ہی بڑا ہوتا گیا اس نے ان سے بہت سارا اناج لے کر کھا لیا اور پھر ایک ایک کر کے سارے جانور کھا گیا۔

پھر لڑکوں کی باری تھی اس نے بہت بڑا منہ کھولا اور لڑکوں کو بھی نگل گیا اور پھر واپس چلا گیا گھروں سے رونے کی آوازیں آنے لگی اذان گاؤں میں داخل ہو گیا۔

اور گاؤں کے لوگوں نے کہا کہ کیا تم بھی ہمیں کھانے یا مارنے آئے ہو اذان نے کہا نہیں میں تمہاری مدد کرنے آیا ہوں۔

لوگوں نے کہا کیا تم اذان ہو تو وہ حیران ہو گیا کہ ان کو میرا نام کیسے پتہ چلا پھر ایک لڑکا اذان کے پاس آیا اور کہا کہ بھائی پلیز خدا کے لیے ہم کو اس سے بچا لو ورنہ یہ ہم سب کو کھا جائے گا۔

آج سے کئی سال پہلے ہمارا گاؤں جنت کا ایک ٹکڑا تھا ہم لوگ بہت خوش تھے۔

ہمارے گاؤں میں ایک شادی تھی ہم جشن منا رہے تھے اس رات یہ دشمن گاؤں کے اوپر سے گزرا دیکھا کہ گاؤں خوش حال ہے۔

تو ہمیں برباد کرنے اتر آیا بس تب سے ہم لوگ مصیبت میں پھنسے ہوئے ہیں۔

اس نے گاؤں کی ہر چیز ختم کر دی ہے اذان اس کو کیسے مارا جا سکتا ہے پتہ نہیں لیکن تم لوگ پریشان نہ ہوں میں اسے ماروں گا۔

لیکن اذان بھائی اس گاؤں سے آگے ایک برف کا پہاڑ ہے اور اس پہاڑ میں ایک گدا ہے اس گدے پر سات پرندوں اور سات جانوروں کا خون ڈالنا ہو گا۔

پھر وہ ایسے جانور جو حرام ہوں اذان بولا بھائی بہت رات ہو چکی ہے پھر پتہ ہی نہ چلا کہ کب دن ہو گیا پھر وہی لڑکا آیا اور اذان کو لے کر جنگل کی طرف چل دیا انہوں نے سات پرندوں کا اور سات جانوروں کا خون الگ الگ بوتلوں میں بھر لیا تھا اور اور چلتے گئے برف کے پہاڑ تک چلے گئے۔

انہوں نے جیسے ہی پہاڑ پر پاؤں رکھا اوپر سے ایک بہت بڑا برف کا طوفان آ گیا۔

وہ دونوں پہاڑ کے غار میں داخل ہو گئے اور بچ گئے اندر بہت اندھیرا تھا آتے وقت اذان کو بابا جی نے ایک موتی دیا تھا اذان نے موتی کو ہاتھ میں لے کر اوپر کیا تو اس موتی میں سے بہت روشنی نکلی اور غار روشن ہو گیا اچانک ہی سے ایک سانپ نکلا جس نے اسد کے پاؤں پر ڈس لیا۔

اس سے درد برداشت نہیں ہو رہا تھا اذان نے وہ موتی اسکے پاؤں پر رکھ دیا اور موتی نیلا ہو گیا۔

اور اس کو آرام مل گیا۔

کچھ دیر بعد موتی پھر سرخ رنگ کا ہو گیا اور روشن بھی انہوں نے جلد سے جلد اس موم سے گدے کو تلاش کیا اور وہ خون کو گدے پر ڈال دیا جیسے ہی گدے پر خون پڑا کمرے میں ایک بہت ہی بری بو پھیل گئی۔

اور دونوں نے اپنی اپنی ناک پر ہاتھ رکھ لیا اور باہر کو بھاگے اور پورا پہاڑ ہی برف کا پانی بن گیا۔

اور وہ جیسے ہی گاؤں میں داخل ہوئے گاؤں کا تو نقشہ بدل گیا وہ جگہ جنت کا ٹکڑا ہی لگ رہا تھا ایک دم پھر بھونچال آ گیا

لیکن اس بار اذان پریشان نہ ہوا خوش ہوا کیوں کے اس کو پتہ چل چکا تھا۔

کہ یہ شیطان کی ہار اور میری جیت ہے وہاں اس شیطان کے چیلے کی لاش پڑی ہوئی تھی۔

وہ دیکھتے ہی دیکھتے راکھ بن گئی سب گاؤں والے بہت ہی خوش ہوئے انہوں نے کافی دنوں تک جشن منایا اور اذان کو اس میں شامل کیا اور پھر اذان کو ایک تلوار دی۔

جس پر یا علی لکھا تھا اور کئی تحفے اور کچھ کھانے
پینے کی چیزیں دے کر رخصت کیا سفر کے لیے اذان
کے پاس ایک گھوڑا تھا۔

جو اذان کو بہت ہی پسند تھا زیادہ تر سفر پیدل کیا
تھا اس کے گھوڑے کو بہت پیاس لگی تھی اذان پانی کی
تلاش میں اِدھر اُدھر پھر رہا تھا۔

کچھ فاصلے پر اسے پانی نظر آیا وہ گھوڑے کو لیکر
گیا گھوڑے نے بہت سارا پانی پیا اور گھاس کھانے
لگا اور اذان ایک درخت کے نیچے سو گیا اس کو سوتے
ہوئے ابھی کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ اچانک کسی کے چیخنے
کی آواز آئی۔

تو اذان کی آنکھ کھل گئی وہ پریشان ہو کر ادھر
ادھر دیکھنے لگا وہ اسی طرف چل پڑا جس طرف سے
آواز آئی تھی سامنے ایک محل تھا آوازیں محل میں سے
آرہی تھیں شیشے کی چیزیں تھیں جو ٹوٹ رہی تھیں
اذان ایک کمرے کے سامنے رکا اور اس نے دیکھا
کہ ایک بہت ہی خوبصورت شہزادی ہے جو اپنے
کمرے کے گلدان اور شیشے توڑ رہی ہے اس کمرے
میں ایک کنیز کھڑی تھی شہزادی کے گلے سے آواز نہیں
نکل رہی تھی اذان پریشان ہوا کہ یہ سب کیا ہے کنیز
نے مجھے دیکھ لیا تھا اور کہنے لگی شہزادی ماہ نور اذان آ گئے
ہیں اور پھر شہزادی ماہ نور اذان سے لپٹ گئی اور بہت
روئی اذان نے اسے خود سے الگ کیا اور پوچھا کہ کیا
ہوا ہے تو ماہ نور شہزادی نے اشارہ کیا اور کنیز بولی آپ
کا یہاں آنے کا شکریہ میرے محسن ایک آپ ہی ہیں
جو میری آواز واپس لا سکتے ہیں اذان نے کہا میں کیسے
آپ کی آواز لا سکتا ہوں اور آپ یہ سب مجھے کیا بتا
رہی ہو شہزادی نے پھر کوئی اشارہ کیا اور پھر کنیز بولنے
لگی شہزادی صاحبہ کی آواز بہت پیاری تھی ہماری
شہزادی کو اپنی آواز پر ناز تھا اور بہت مغرور تھی اس کو
اپنی آواز کے علاوہ کسی کی آواز اچھی نہ لگتی تھی ہماری
شہزادی اور ان کی کچھ سہیلیاں جنگل میں سیر کرنے
گئیں اور وہاں گانے گانے لگیں اور گاتے گاتے بہت دور
نکل گئیں اور بہت اونچی آواز میں گا رہی تھیں وہاں
ایک بابا جی تھے جو اللہ کی عبادت میں مصروف تھے
شہزادی جب گاتے گاتے بابا جی پاس سے گزری تو
بابا جی نے اپنی آنکھیں کھولیں اور کہا کہ بیٹا میں دنیا
جہاں سے دور یہاں اللہ کی عبادت کے لیے آیا
ہوں گانا مت گاؤ اگر گانا بھی ہے تو یہاں سے چلی جاؤ
اور شہزادی نے ان سے بہت بدتمیزی کی ان کو بہت برا
کہا بابا جی نے ان کو بددعا دی کہ جا آج کے بعد تم
کبھی نہیں بول سکو گی بس اس دن سے شہزادی کا یہ
حال ہے اور کچھ دن بعد شہزادی پھر گئی بابا جی اسی
جگہ ملے شہزادی نے بابا جی سے بہت معافیاں مانگیں
بہت روئی پھر بابا جی شہزادی پہ ترس آ گیا انہوں نے
کہا میں اپنی بددعا واپس لیتا ہوں لیکن تمہاری آواز
ایک اذان نام کا لڑکا آئے گا اس نے تین کام کرنے
ہوں گے یعنی تین سوال اور تین کام پھر تمہاری آواز
واپس ملے گی اس دن سے یہ آپ کے انتظار میں اسی
طرح روتی ہے اور سب کچھ توڑتی ہے اذان بولا مجھے
بابا جی کے پاس لے چلو کنیز بولی کہیں بھی جانے کی
ضرورت نہیں بابا جی ہمارے ہی محل میں ہیں اس
کمرے میں جاؤ اور بابا جی کے تین سوال کا جواب
دے کر ہماری شہزادی کی آواز لے کر آؤ اذان اس
کمرے میں داخل ہو گیا اور سامنے ایک بابا جی بیٹھے
تھے جو اللہ کی عبادت میں مصروف تھے ماہ شور تھے ان
کے چہرے پر بہت ہی نور تھا اذان کا کمرے میں
داخل ہونے کا ان کو پتا چل چکا تھا بولے آؤ اذان کیا تم
اپنے امتحان کے لیے تیار ہو آپ مجھے بتائیے کہ مجھے
کیا کرنا ہوگا پہلے تو بیٹا تم بہت خوش قسمت ہو کہ جو
یہاں تک آئے ہو وہ دیکھو سامنے کچھ سانپ ہیں ان
میں ایک ایسا سانپ ہے جو اللہ کا نام لیتا ہے جاؤ اس
سانپ کو لے کر آؤ اذان نے سانپ کو ڈھونڈنا شروع
کر دیا بابا جی نے کہا وہ کون سا پرندہ ہے جو سانپ

کھاتا ہے اذان نے کہا سانپ جیسے ہی اذان نے سوال کا جواب دیا سانپوں میں سے ایک سانپ کھڑا ہو گیا اور اپنا پھن پھیلا لیا اور وہ سانپ اللہ ہو اللہ ہو کا ورد کر رہا تھا اذان نے اس کو پکڑا اور بابا جی کے پاس لے آیا اور بابا جی اس سانپ کو جھولے میں ڈال لیا اور اذان نے کہا کہ بابا جی دوسرا سوال بابا جی نے کہا کہ وہ سامنے ایک مچھلی ہے تم نے اس کی آنکھ میں یہ تیر مارنا ہے اگر تم نے تین نشانے سے یہ کام نہ کیا تو تم جل جاؤ گے اذان نے تیر اور کمان اٹھایا اور پہلا تیر خطا ہو گیا اور اذان کے گھٹنو میں آگ لگ گئی اذان نے آگ کی پرواہ نہ کی اور دوسرا تیر مارا وہ بھی نہ لگا تو اذان کی کمر تک آگ لگ گئی پھر اذان نے آگ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اللہ کا نام لے کر تیسرا تیر مارا تو سیدھا مچھلی کی آنکھ میں جا کر لگا بابا جی نے سوال کیا کہ دنیا کی کون سی چیز پگھلتی نہیں اذان نے جواب دیا کہ لوہا ۔ چاندی ۔ سونا ۔ تو اذان کی آگ ختم ہو گئی اذان کے جسم پر جیسے کوئی بھی نشان نہ تھا وہ بالکل ٹھیک تھا اور اسے کوئی درد بھی نہیں ہو رہا تھا وہ بہت ہی خوش ہوا تھا اب اذان کا تیسرا اور آخری سوال رہ گیا تھا جو بہت ہی مشکل تھا تیسرا سوال شروع ہو چکا تھا اس کا یہ سوال آخری بھی اور خطرناک بھی پہلے اس نے جلتے ہوئے کوئلوں پر چلنا تھا اس نے چلنا شروع کر دیا کوئلے بہت ہی گرم تھے اس نے پرواہ نہ کی پھر اسے بعد مینڈکوں کو پار کرنا تھا پھر تلواریں اور اس نے یہ سوال بھی پار کر دیا اور بابا جی نے ایک سوال کیا کہ انسان کی زندگی کی سب سے بڑی سچائی کیا ہے اذان نے جواب دیا کہ موت پھر وہ تلواروں پر سے گزر رہا تھا کہ اس کے پاؤں سے بہت زیادہ خون بہہ رہا تھا اس نے خون کی پرواہ نہ کرتے ہوئے آگے کا سفر جاری رکھا اس کا درد برداشت سے باہر تھا اور ہو جاتا تھا کا اللہ اس کے ساتھ ہے وہ ایک بوتل کے پاس پہنچ گیا جیسے ہی اس نے بوتل ہاتھ میں پکڑی اس کے پاؤں کے

نیچے پھول اور کلیاں تھیں اذان سے چلا نہیں جا رہا تھا لیکن وہ شہزادی کیا پاس گیا اور بوتل کھول دیا اور شہزادی کی آواز واپس آ گئی اذان بے ہوش ہو گیا بابا جی کمرے میں داخل ہوئے اور نہوں نے کنیز کو لیپ دیا کہ اذان کے پاؤں پر لیپ لگا دو اور خود پھر اسی جنگل میں چلے گئے اور شہزادی خود اذان کی خدمت کرتی رہی جب اذان کو ہوش آیا تا شہزادی بہت خوش ہوئی اذان نے کہا مجھے جانا ہوگا شہزادی نے روکنے کوشش کی لیکن جب اذان نے اپنا مقصد بیان کیا تو شہزادی کے دل میں محبت اور عزت دونوں بڑھ گئے شہزادی نے اذان کو ایک قالین دیا کہا کہ اگلا سفر بہت مشکل ہے اور گھوڑے پر سفر کرنا مناسب نہیں لوت جو حکم آپ قالین کو دیں گے وہ وہی کرے گا اذان نے اس پر بیٹھ کر اسے حکم دیا اور وہ آسمانوں میں اڑنے لگا اذان آسمان میں اڑ رہا تھا کہ نیچے اس کو ایک ہجوم نظر آیا اور ہجوم میں شور بھی تھا ایسا لگ رہا تھا جیسے بہت سارے لوگ رو رہے ہیں اذان نے قالین کو حکم دیا کہ وہ زمین پر اترے جہاں پر ہجوم تھا اذان نے لوگوں سے پوچھا کیا ہوا ہے تو ایک لڑکے نے کہا وہی ہوا ہے جو روز ہوتا آج پھر وہ ایک لاش جس کے جسم پر نہ گوشت ہوتا ہے نہ دل نہ آنکھیں کچھ بھی نہیں ہوتا اذان نے پوچھا یہ کیوں اور کون کرتا ہے لڑکا بولا یہ سب ہمارا ہی بادشاہ کر رہا ہے اس کی بیٹی ایک دیو کے پاس ہے اور وہ دیو ہر روز ایک آدمی کے دل گردے اور گوشت کھا جاتا ہے اذان بولا کیا بادشاہ کو کوئی روکتا کیوں نہیں ہر انسان نے روکنے کی کوشش کی ہے بادشاہ کہتا ہے میں یہ سب بند کر دوں گا تم میری بیٹی مجھے واپس لا دو جو انسان اس پتھروں کی وادی میں جاتا ہے وہ بھی پتھر ہو جاتا ہے اذان بادشاہ سے ملا اور جانے کی اجازت لی اور رات کافی ہو چکی تھی رات کو اذان نے آرام کرنا چاہا اسے رات کو یاد آیا کہ پرستان کی پری نے کہا تھا جب تم کو میری ضرورت

پڑے مجھے یاد کرنا میں حاضر ہو جاؤں گی ازان نے اسے یاد کیا اور ہوا آ گئی اور ہو چھا کہ کیا ہوا ہے ازان نے ساری بات پری کو بتا دی پری نے کچھ دیر اپنی آنکھیں بلند رکھیں اور پھر کھولیں اور کہا کہ ازان وہ پتھروں کی وادی بہت زیادہ خطرناک ہے اور آج تک وہاں جو بھی گیا ہے واپس نہیں آیا ازان بولا جب لوگ پتھر کے بن جاتے ہیں اور اس کی کوئی تو وجہ ہوگی پری بولی ہاں جب لوگ جاتے ہیں تو ان کو پیچھے سے آوازیں آتی ہیں ہماری مدد کرو ہماری مدد کرو جب وہ پیچھے دیکھتے ہیں تو پتھر کے بن جاتے ہیں اور کچھ ضروری باتیں ازان نے پری سے پوچھیں اور پری بتا کر واپس چلی گئی ازان نے صبح ہوتے ہی اپنا سفر جاری کر دیا سب سے پہلے ازان کو ایک پھولوں کا باغ نظر آیا ازان جیسے ہی اس میں داخل ہوا کہ کیا دیکھتا ہے اس کو پھولوں کے بجائے انسانوں کے سر لٹک رہے ہیں وہاں ایک سفید درخت تھا جس میں سے آوازیں آرہی تھیں اور وہ کہہ رہا تھا ازان رک جاؤ ہم تمہیں کچھ بھی نہیں کہیں گے تم ایسا کرو ایک پہاڑ کا ایک غار ہے تم اس میں چلے جاؤ وہاں ایک کتاب ہے اس کا ہر ورق خالی ہے تم جیسے جیسے اس کا ورق پلٹو گے تو ہر ورق تم سے ایک سوال کرے گا اگر تم نے ہر سوال کا سہی جواب دیا تو ہم سب آزاد ہو جائیں گے پہاڑ زیادہ بڑا بھی نہیں تھا اور دور بھی نہیں تھا وہ جیسے ہی گیا اور پہاڑ میں داخل ہو گیا سامنے ایک میز پر کتاب پڑی تھی ازان نے کتاب کھولی اور اس کا ہر ورق کو خالی تھا ازان نے کتاب پر ہاتھ رکھا اور کتاب میں سے آواز آئی اس دنیا کا کون سا درخت ہے جس کے تین بچے دھوپ میں اور دو سائے میں ہیں ازان پڑھا لکھا تھا پانچ وقت کی نماز باقاعدہ پڑھتا تھا اس نے کہا کہ ظہر عصر، اور مغرب تین نمازیں دن میں اور دو اندھیرے میں پڑھی جاتی ہیں جیسے ہی ازان نے سوال کا جواب دیا وہ غار سے باہر نکل آیا اور سارا نقشہ ہی بدل گیا تھا

سب لوگوں کے جسن اور سر مکمل تھے یعنی سب لوگوں کے جسموں پر سر موجود تھے ازان نے کہا کہ اب مجھے آگے جانا چاہیے وہ آگے کو چل پڑا سامنے ایک بہت بڑا پہاڑ تھا اس نے پہاڑ پر چڑھنا شروع کر دیا جیسے ہی وہ اوپر چڑھا تو دیکھ کر حیران رہ گیا کہ بہت سے لوگ پتھر کے بنے ہوئے تھے وہ پہاڑ کی دوسری جانب نیچے اترا جیسے ہی نیچے اترا ہر طرف شور ہی شور تھا مدد کرو مدد کرو ازان سوچنے لگا اچانک اس کو پری کی بات یاد آ گئی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھنا ازان آگے ہی آگے بڑھتے جاتا ہے سامنے ایک محل تھا وہ سوچنے لگا کہ پتھروں کی وادی میں اتنا خوب صورت محل جب وہ محل میں داخل ہونے لگا تو وہاں دو جن نمودار ہوئے انہوں نے اس پر حملہ کر دیا ازان نے دونوں کو ختم کر دیا وہ حیران تھا کہ اس نے کبھی بھی تلوار نہیں چلائی تھی اس نے اپنی تلوار کے وار سے دونوں کو وہی ختم کیا اور وہ اس سوچ میں اندر داخل ہو گیا اور وہاں پر بہت سے لوگ پتھر بنے ہوئے تھے وہ ان جسموں کو دیکھتا رہا اور سوچتا رہا کہ وہ کتنے بیزار تو ہوں گے اسے دیکھ کر غصہ بھی آ رہا تھا جسے کی صورت میں وہ ایک کھلے سے صحن میں تھا وہاں اس نے دیکھا کہ ایک بہت ہی بدصورت دیو بیٹھا ہوا ہے اور کچھ لڑکیوں کے مردہ جسم اس کے سامنے پڑے ہیں اور وہ ان کو مزے سے کھا رہا ہے ازان کا دل بہت ہی خراب ہوا اس نے اسے آواز دی او بزدل مردہ جسم کھانے والے اگر ہمت ہو تو مجھ سے مقابلہ کر وہ اسے دیکھ کر ایسے اٹھا جیسے کوئی بھوکا شیر شکار کو دیکھ کر اٹھتا ہے اس نے ازان پر ایک خطرناک حملہ کیا جس اس کا بازو زخمی ہو گیا ازان نے بہت ہی ہوشیاری سے اس پر ایک زوردار وار کیا جس سے وہ بچ نہ سکا اور یک ہی وار سے اس کا خاتمہ ہو گیا اور ایک زوردار دھماکہ ہوا جس جو بت پتھر کے ہوئے تھے وہ بھی ٹھیک ہو گئے صحن کے ساتھ والے کمرے سے رونے کی آواز آرہی تھی ازان نے دروازہ کھولا تو سامنے ایک لڑکی

بیٹھی رو رہی تھی اس نے پوچھا کہ تم رو کیوں رہی ہو اور پھر مسکرانے لگی ابھی نے رونے اور مسکرانے کی وجہ پوچھی تو اس لڑکی نے کہا کہ تو لڑکی بالی بھائی اللہ نے آپ کو یہاں بھیجا ہے میں نے اس دیو کو مار ڈالا ہے اب تم اللہ کا شکر کرو اور وہ لڑکی زیادہ عمر کی نہیں تھی سولہ یا سترہ سال کی تھی دیو نے اس پر بہت ہی ظلم کیا تھا اذان نے سب لوگوں سے کہا کہ آپ چلیں ہم آتے ہیں اذان نے کالین کو حکم دیا کہ ہمیں بادشاہ کے محل تک لے چل تو کالین نے ہوا میں اڑنا شروع کر دیا کچھ ہی دیر میں اذان اور شہزادی تاج بادشاہ کے محل میں تھے اس نے شہزادی کو اٹھا رکھا تھا اور جا کر بادشاہ کے سامنے پیش ہوا بادشاہ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا اور پھر بادشاہ نے سب لوگوں سے معافی مانگی سب نے بادشاہ کو معاف کر دیا اور بادشاہ نے سب کو بہت ساری دولت بھی دی اور ایک بہت بڑے جشن کا اعلان کیا پھر ایک جشن ہوا ان سب کاموں کے بعد اذان نے پوچھا کہ آپ کے پاس کوئی بونا ہے بادشاہ نے کہا ہاں ہے اور آج تک جو بھی کام کیے ہیں اس بونے نے ہی کیے ہیں اس لیے میں نے اسے قید میں ڈال رکھا ہے تاکہ وہ کسی اور کو پریشان نہ کرے بادشاہ نے کہا کہ تم یہ باتیں چھوڑو تم کو کیا انعام دوں تم نے میرے دل کو موہ لیا ہے میرے سارے گناہ معاف کر دو تم نے میری بیٹی کو بچایا ہے مانگو کیا مانگتے ہو اذان اگر مجھے کچھ دینا چاہتے ہیں تو مجھے وہ بونا دے دیں اس بات پر بادشاہ نے تالی بجائی اور ایک نوکر حاضر ہوا بادشاہ نے حکم دیا کے بونے کو لے کر آؤ تو وہ بونے کو لے کر آ گیا اس نے بادشاہ کا شکریہ ادا کیا اور بونے کو لے کر جنگل کی طرف چل پڑا زمین ایک بار پھر زور زور سے تھرتھرائی کیوں کہ اب شیطان کا چوتھا تم بھی گر چکا تھا اس کی آدھی طاقت ختم ہو چکی تھی اب اذان کے لیے اسے مارنا آسان تھا لیکن اتنا بھی نہیں اذان نے جنگل میں جا کر اس کا سر قلم کر دیا اور پھر ایک

بھوکے شیر کی طرح وہ بونے کا سینہ چیرنے لگا اور اس کے سینے سے ایک چابی نکلی اس نے بونے کو ایک طرف دفن کر دیا اور چل پڑا چلتے ہوئے اسے بہت سردی لگ رہی تھی اس کے پاس ایسی کوئی چیز بھی نہ تھی کہ جو اپنے اوپر اوڑھ لیتا اور اس نے دیکھا کہ موسم تو بالکل ٹھیک ہے اور دھوپ بھی ہے پھر یہ سردی کیوں وہ کچھ پریشان سا ہو رہا تھا اس نے سامنے دیکھا کہ ایک دروازہ بنا ہوا تھا لیکن وہ دروازہ کوئی عام نہ تھا ایک گھڑی کی طرح تھا جس پر ٹائم نظر آ رہا تھا اور ایک طرف چابی کا نشان بنا ہوا تھا یعنی تالا بنا ہوا تھا اور برف اس دروازے کی طرف سے پڑ رہی تھی لیکن سردی نہیں تھی اذان نے جیسے ہی دروازے کو چابی لگائی تو دروازہ غائب ہو گیا اب اذان کسی اور ہی جگہ تھا جہاں آگ ہی آگ اور پہاڑ ہی پہاڑ تھے اب اسے گرمی لگنا شروع ہو گئی اور اس کی کوئی بھی طاقت کام نہیں کر رہی تھی اسے بہت بھوک بھی لگی تھی نہ ہوئی بس بکواس تھی اور اذان کے سامنے بہت سی آگ لگی ہوئی تھی اذان نے سوچا شیطان کا محل اس طرف ہی ہوگا وہ سوچ رہا تھا کہ کیا کروں اس کے کانوں میں ایک آواز آئی اس نے دیکھا تو ایک مکان تھا وہاں تین لڑکیاں رہتی ہیں وہ لڑکیاں نہیں چڑیلیں ہیں تم کو ان تینوں سے کسی طریقے سے بھی شادی کرنی ہوگی پھر ایک بات کو جاننا ہوگا اور یہاں سے پار جانے کے لیے ان تینوں سے ایک ایک ہتھیار لینا ہوگا تاکہ تم اپنی منزل تک پہنچ جاؤ اذان نے مکان کے دروازے پر دستک دی اندر سے آواز آئی جی کون اذان نے کہا کہ میں اپنا راستہ بھول گیا ہوں پلیز میری مدد کریں ان میں سے ایک نکلی اور اسے اندر لے گئی اسے بٹھا کر کہا کہ میں تمہارے لیے کھانا لاتی ہوں تینوں عاشق مزاج تھیں اسے دیکھ ہی عاشق ہو گئیں ایک کا نام نیلا، پیلا، سبز، ان کو پسند تھے انہوں نے وہی نام رکھے ہوئے تھے جس کو نیلا رنگ پسند تھا اسے نیلا کہتے تھے اور جس

کو پیلا اسے پیلا کہتے اور سبز کو سبز کہتے تھے اذان کو ان کے ساتھ رہتے ہوئے کافی دن ہو گئے تھے اذان آج صبح اٹھا اور دیکھا کہ سبز تو گھر پہ ہے اور نیلا پیلا نہیں ہیں اذان نے سبز سے کہا کہ وہ دونوں کہاں ہیں تو اس نے کہا کہ وہ دونوں آقا کو ملنے گئی ہیں اس نے باتوں باتوں میں پوچھا کہ تم یہاں کیوں رہتی ہو اور آگ کیوں لگائی ہوئی ہے اس نے کہا کہ ہمارے آقا کا محل ہے وہاں کوئی نہ جاسکے اس لیے یہاں آگ جل رہی ہے ہم یہاں اس لیے ہیں کہ ہم تینوں کی وجہ سے یہ آگ ختم ہو جائے گی اذان نے پوچھا کہ کیسے تو سبز بولی کہ ہم تینوں اگر الگ الگ ہوں تو ہم کمزور ہوں گی اور اگر ایک ساتھ ہوں تو کوئی بھی ہمیں ہرا نہیں سکتا اس نے کہا کہ تم اس طرف کس طرح جاتی ہو تو سبز نے کہا کہ اس شیشے کی مدد سے کیوں کہ آگ میں تو ہم بھی جل جائیں مگر اس کی وجہ سے ہم وہ پل پار کر لیتی ہیں اس نے پوچھا کہ درمیان میں کیا ہے اس نے کہا کہ ایک پل ہے جو صرف شیشے سے ہی نظر آتا ہے اذان نے اس سے وہ شیشہ لیا اور سبز کو آگ میں پھینک دیا اتنی دیر میں وہ دونوں بھی آ گئیں انہوں نے سبز کا پوچھا تو اذان نے کہا کہ اس طرف گئی ہے اس نے آگ کی طرف اشارہ کیا وہ اس کو آگ کے پاس دیکھ رہی تھی کہ اذان نے اسے بھی دھکا دے دیا اور ان تینوں کا اس طرح خاتمہ ہو گیا اور اذان شیشہ لے کر چل پڑا اور چلتے چلتے وہ محل کے دروازے پہ آ گیا اور اس دروازے پر اس کو کاتب تقدیر ملا اس نے کہا کہ یہاں سے واپس چلے جاؤ میں یہاں پر تمہاری موت لکھ چکا ہوں تم یہیں مر جاؤ گے اس نے کہا کہ کیا ہوا جو میں مر بھی جاؤں میں اس شیطان کو مار کر ہی مروں گا اور اندر داخل ہو گیا اس نے شیطان کو آواز دی باہر نکلو آج اگر میں مروں گا تو تم کو ساتھ لے کر ہی مروں گا تو شیطان باہر نکلا اس کی تمام تر طاقتیں تو اذان پہلے ہی ختم کر چکا تھا تو اذان نے اس پہ جنگ شروع کر دیا

کبھی شیطان اذان پہ بھاری ہوتا تو کبھی اذان شیطان پہ بھاری ہوتا وہ کافی دیر تک لڑتے رہے اذان کافی زخمی ہو چکا تھا بلکہ زخموں سے چور چور ہو چکا تھا شیطان کو بھی بہت سے زخم آئے تھے آخر کار جو اذان نے اس پہ وار کیا اور اس کی گردن جدا کر دی اور وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا اذان بھی گر گیا کیوں کہ وہ زخموں سے چور تھا اتنی دیر میں وہاں ماہ نور پری آئی اور اذان کو لیکر چلی گئی وہ زخمی حالت میں تھا آنکھ بھی نہیں کھول سکتا تھا پھر شہنشاہ جنات اذان کے گھر والوں کو بھی وہاں لے گئے تا کہ وہ بھی اذان کو مل سکیں دعا نے آ کر اذان کا ہاتھ پکڑا اذان نے کہا کہ دعا میں نے اپنے مقصد کے ساتھ وفا کی ہے پر تمہارے ساتھ وفا نہیں کی مجھے معاف کر دینا پلیز پلیز مجھے معاف کر دو اتنا کہہ کر اذان نے اپنی آنکھیں بند کر لیں سب رونے لگے پری ماہ نور بھی رو رہی تھی اذان کے سبھی رشتہ دار تھے دادا، چاچا، چاچی اور فیصل اور دعا سبھی رو رہے تھے اذان نے بے شک دعا سے وفا نہیں کی لیکن اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا تھا اذان نے بے وفائی کر کے بھی وفا کی وہ ایک نیک انسان تھا دعا یہ سوچ ہی رہی تھی کہ وہاں ایک انسان نمودار ہوا اور اس کے ہاتھ میں ایک ورق تھا اس نے وہ ورق دعا کو دیا اس نے لے کر جب کھولا تو اس میں اذان کی ایک تصویر تھی جس میں وہ سب کے ساتھ تھا سب اسے دیکھ کر خوش ہوئے اور پھر کافی دن وہ پرستان میں ہی رہے اور خوشیاں منائیں کچھ دنوں بعد دعا کے گھر میں دو بچے پیدا ہوئے ان کی کمر پہ بھی چاند کا نشان بنا ہوا تھا فیصل نے ہنستے ہوئے سب کی ایک تصویر بنائی اور سب ہی خوش ہو گئے اور ہنسی خوشی رہنے لگے۔

جی جناب میری یہ پہلی کہانی ہے پلیز مجھے ضرور بتائیے گا کہ کیسے لگی

عجب کھیل

---تحریر: فلک زاہد۔لاہور

میرے اعصاب شل ہو رہے تھے اور اگلے ہی لمحے میں دنیا سے بے خبر ہو گیا۔ ہوش تب آیا جب سلینا میری کلائی سے اپنا منہ لگائے نجانے کیا کر رہی تھی۔ اگلے ہی لمحے میں سمجھ گیا کہ وہ کیا کر رہی ہے سلینا میرا خون چوس رہی تھی مجھے مکمل طور پر ہوش آ چکا تھا میں جھٹ سے اٹھا اور سلینا کو ایک طرف دھکا دے دیا وہ بیڈ سے نیچے جا گری جب کہ میں بیڈ پر ہی بیٹھا ہوا تھا۔ سلینا کی شکل دیکھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے وہ کوئی بپھری ہوئی شیرنی معلوم ہو رہی تھی ایک ویمپائر کی طرح اس کے دانت نوکیلے تھے اور آنکھیں خدا کی پناہ کیسی دہشت ناک تھیں مجھا پنی کلائی پر جلن کا احساس ہوا تھا میں نے دیکھا تو وہاں پر دو سوراخ تھے جو سلینا نے اپنے نوکیلے دانتوں سے کئے تھے سلینا نے میری طرف خونخوار نظروں سے دیکھا اب سمجھ آ گیا تھا سلینا ہی وہ قاتل تھی جس کی ہم سب کو تلاش تھی سلینا جھٹ سے اٹھی۔ اور اگلے ہی لمحے وہ مجھ پر حملہ آور ہونے والی تھی کہ میں نے اسے ایک بار پھر دھکا دیا اور وہ دوبارہ دوسری طرف جا گری میں بھی بیڈ سے اتر گیا اگر عین وقت میری آنکھ نہ کھلتی تو میرا حال بھی وہی ہوتا جو باقی لڑکیوں کا ہوا تھا سلینا ایک بار پھر اٹھ کر کھڑی ہوگئی وہ ہانپ رہی تھی۔ سلینا تم یہ سب کیوں کر رہی ہو تم تو مجھ سے پیار کرتی ہو نا۔ میں نے سلینا کو پرسکون کرنے کے لیے ایسا کہا۔ نہیں میں تم سے پیار نہیں کرتی میں ایک بدروح ہوں مری ہوئی ہوں میرے دوسرے ساتھی نے ان لڑکیوں کو جو حال کیا میں بھی تمہارے ساتھ ایسا کر کے اپنی پیاس بجھانا چاہتی ہوں سلینا نے آنکھیں نکال کر کہا۔ سلینا کی روح والی بات سن کر میں دم بخود رہ گیا تو تم یہ سب کرتے ہو کتنے ساتھی ہو تم لوگ۔ میں نے ہمت سے کہا۔ کیونکہ وہ خود ایک قاتل تھی اور میں کتنا بے وقوف تھا اور وہ کتنی ماہر نکلی وہ مجھے اپنے پیار میں پھنسا لی رہی اور میں پھنستا چلا گیا اتنی دیر سے قاتل میرے سامنے تھا اور میں بے خبر تھا۔ ہم دو ہیں میرے دوسرے ساتھی کا نام جیک ہے جیک نے ان پانچ لڑکیوں کو اپنی محبت میں پھنسایا اور انہیں ہوٹل لا کر ان کے ساتھ جیوں کی اور ان کا خون چوس کر اپنا پیٹ بھی بھرا سلینا نے حقارت بھری ہنسی ہنستے ہوئے کہا اب سمجھ آ گیا ابھی تو پوسٹ مارٹم کی رپورٹ میں لکھا ہوتا تھا کہ خون کی کمی ہونے کی وجہ سے موت ہوئی اور یہ سب تو روح تھے تبھی لڑکیوں کے جسم پر ان کی جوس کا ڈی این اے موجود نہیں ہوتا تھا مجھے دنیا گھومتی ہوئی محسوس ہو رہی میرے دل سے ٹیسیں اٹھ رہی تھی کہ میں نے جسے چاہا وہ آخر کیا نکلی مگر میں نے حقیقت کو قبول کیا مگر میں تمہیں اپنے ساتھ یہ سب نہیں کرنے دوں گا میں نے کہا اور جلدی سے شیشہ توڑ کر نیچے کود گیا۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی۔

اس وقت شہر کے سب سے مہنگے ہوٹل کے میں کمرے میں کھڑا تھا۔ جس کے بیڈ پر ایک نوجوان لڑکی کا جسم ساکت پڑا تھا اس کے جسم پر لباس نام کی کوئی چیز نہیں تھی لڑکی شکل وصورت سے خوبصورت تھی کہ دیکھ کر پیار آتا تھا ایک فوٹو گرافر نے لڑکی کے بدن کو سفید چادر سے ڈھانپ دیا

اور پھر باقی فوٹوگرافر پورے کمرے کی تصویر اتارنے لگے میرے ساتھ میرے سنیئر انسپکٹر ڈونلڈ بھی یہاں موجود تھے شہر میں کہرام مچا ہوا تھا ایک مہینے میں یہ تیسرا قتل تھا وہ بھی خاتون کا لیکن اب تک یہ ہم پتہ نہیں لگا پائے کہ کہ قاتل کون ہے اور وہ صرف لڑکیوں کو ہی کیوں نشانہ بناتا ہے اس سے پہلے دو خواتین بھی اسی ہوٹل کے کمرے میں بے جان پائی گئی تھیں کمرے میں کوئی کھڑکی یہ بالکونی موجود نہیں تھی صرف ایک دروازہ تھا جس سے اندر باہر آیا جاتا تھا اس بار بھی پہلے کی طرح اندر سے مقفل پایا گیا تھا۔ سوچنے کی بات یہ تھی کہ قاتل عورتوں کو مار کر جاتا کہاں ہے اور وہ ایسا کیوں کرتا ہے جبکہ کمرے میں آنے جانے والے کے لیے صرف ایک ہی دروازہ ہے تو پھر ہمیشہ کمرے کا دروازہ اندر سے مقفل کیوں پایا جاتا ہے ہمیشہ کی طرح اس بار بھی ہوٹل کے منیجر نے ہمیں فون کر کے اطلاع دی تھی کہ ایک خاتون کمرے میں موجود ہے کئی بار کھٹکھٹانے پر بھی وہ دروازہ نہیں کھول رہی ہے پہلے پہل تو یہ بات ہمیں معمولی سی لگی لیکن پھر ہم اپنی ٹیم کو لے کر پہنچے اور دروازہ توڑ دیا لیکن کیا دیکھا کہ عورت بیڈ پر بے لباس اور مردہ پڑی ہے اور آج یہ تیسری بار ہوا تھا ہوٹل کے نام کا اس بار بھی یہی کہنا تھا کہ اس نے خاتون کو ہوٹل میں اکیلے ہی داخل ہوتے ہوئے دیکھا تھا اور وہ اکیلے ہی کمرے میں موجود تھی جس کا مطلب تھا کہ قاتل پہلے ہی سے منصوبہ بنا کر ہوٹل کے اندر موجود تھا۔ سب یہ بات تو سمجھ میں آتی تھی لیکن جب دروازہ اندر سے بند ہوتا تو قاتل مار کر کہاں سے بھاگتا سوال تھا جو کہ چین سے نہیں بیٹھنے دیتا تھا۔ پچھلی دو لڑکیوں کا فیملی بیک گراؤنڈ چیک کیا گیا تو وہ اچھے خاندان کی معلوم ہوئی ورنہ ان کی لاشوں کا حال دیکھ کر میرے ذہن میں کال گرلز کا خیال آیا تھا کہ ضرور یہ لڑکیاں اور قاتل اپنے جذبات کی تسکین کے لیے یہاں بوس و کنار کر رہے تھے اور ہوس پوری کرنے کے بعد قاتل نے لڑکیوں کو مار دیا یہ خیال جب میرے ذہن میں آیا تو میں نے سنیئر انسپکٹر ڈونلڈ سے اس بات کا اظہار کیا تھا انہوں نے میرے خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے لڑکیوں کی لاشوں کو پوسٹ مارٹم کے لیے بھیج دیا تھا رپورٹ سے ظاہر ہوتا تھا کہ لڑکیوں کو ہوس کا نشانہ نہیں بنایا گیا اور نہ ہی انہیں قتل کرنے کے لیے اوزار کا استعمال کیا گیا ہے لیکن جو بات میرے رونگٹے کھڑے کر گئی تھی وہ یہ تھی کہ لڑکیوں کے جسم سے خون کی کمی پائی گئی ہے اور یہی ان کی موت کی وجہ بنی ہے ان سب سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قاتل لڑکا ہے لیکن اسے یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی اور وہ یہ ایسا کیوں کر رہا ہے کس کے لیے کر رہا ہے یہ وہ سوال تھے جنہیں جاننے کے لیے پورے شہر کی پولیس کر تو ڑ محنت کر رہی تھی۔

انسپکٹر کورنیلس۔ انسپکٹر ڈونلڈ کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

جی سر۔ میں نے سنبھلتے ہوئے کہا۔

اس لڑکی کا بیک گراؤنڈ چیک کرواؤ اور اس کے ماں باپ کو اطلاع کر دو انسپکٹر ڈونلڈ نے کہا۔

جی سر میں نے احتراماً جواب دیا۔

لڑکی کے والدین ایک ہفتے کے لیے فرانس سے باہر گئے تھے اپنی بیٹی کی موت کی خبر سنتے ہی وہ روتے چلے آئے اور بیٹی کی لاش پر روتے چلے گئے ہم پولیس والے انہیں تسلی دیتے رہے اور ساتھ میں یہ بھی یقین دلاتے رہے کہ ہم قاتل کو جلد از جلد پکڑ لیں گے یہ خاندان بھی بھلا معلوم ہو رہا تھا لڑکی کی تدفین کے بعد میں نے اس کے والد سے سوال کیا۔

سر کیا آپ کی بیٹی کا کوئی بوائے فرینڈ تھا۔

مجھے نہیں معلوم انسپکٹر صاحب لیکن جہاں تک میں جانتا ہوں وہ سنگل تھی اگر ایسا کچھ ہوتا تو وہ ہمیں ضرور بتاتی لڑکی کے والد نے روتے ہوئے کہا۔ یہی جواب مرنے والی باقی دو لڑکیوں کے والدین بھی دے چکے تھے اس کا مطلب تھا کہ تینوں لڑکیوں کو مارنے والا ایک ہی شخص تھا میں نے مزید سوال کرنا بہتر نہ جانا اور وہاں سے واپس آ گیا۔ خاصا الجھا ہوا کیس تھا اگر قاتل لڑکیوں کو ہوس کا نشانہ بناتا تو یقیناً ان کے جسم پر اس کا ڈی این اے موجود ہوتا جس سے اس کی شناخت ہو سکتی تھی لیکن ایسا کچھ نہیں تھا رپورٹ بتاتی تھی کہ لڑکیوں کو ہوس کا نشانہ نہیں بنایا گیا ان کی موت خون کی کمی ہونے کی وجہ سے ہوئی ہے یہ بات صرف میرے لیے نہیں پورے شہر والوں کے لیے حیران کن تھی پہلی بار ایسی موت کا تذکرہ سنا تھا پھر بھی ایک اور بات سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ اگر لڑکیوں کو ہوس کا نشانہ نہیں بنایا گیا تو پھر ان کے جسم پر لباس کیوں نہیں ہوتا اور پھر لڑکیوں کے جسم پر کسی قسم کا نشان بھی نہیں پایا جاتا تھا جس سے پتہ چل سکتا کہ خون یہاں سے نکالا گیا ہے لڑکیوں کی میڈیکل رپورٹ بتاتی تھی کہ وہ بہت صحت مند تھیں تو پھر خون کی کمی کیسے اور کہاں سے پیدا ہوئی شہر میں لوگوں نے ہڑتال کر رکھی تھی کہ ہم تینوں لڑکیوں کو انصاف دلوائیں قاتل تک پہنچنا تو میں بھی چاہتا تھا لیکن کیسے بہت چالاک آدمی معلوم ہوتا تھا نجانے کہاں تھا پکڑا گیا تو سزائے موت اس کی یقینی تھی میرا ذہن سوچ سوچ کر بہت تھک گیا تو میں نے ایک اہلکار سے کہہ کر کافی کا مگ منگوایا جب اہلکار کافی لے کر آیا تو میں چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے کر کافی پینے لگا لیکن پھر بھی میرا ذہن اسی کسی کے متعلق سوچے جا رہا تھا ہوٹل والوں کا کہنا تھا کہ لڑکیاں بہت صحت مند اور تندرست تھیں ان کو دیکھ کر لگتا نہیں تھا کہ ان کو کوئی بیماری ہو سکتی ہے اور ہوٹل میں قدم رکھنے کے ٹھیک آدھے گھنٹے بعد یعنی رات کے پورے ساڑھے دس بجے تینوں لڑکیوں کی موت واقع ہوئی تھی وہ بھی اسی ہوٹل کے اسی کمرے میں اسی حالت میں ان کی لاش کو دیکھ کر لگتا تھا کہ جیسے ان کے جسم سے پورا خون نچوڑ لیا ہو لاش کا رنگ سفید پڑا ہوتا تھا لیکن خون کی کمی ہوٹل میں ہی کیوں ہوئی وہ بھی تینوں کی ایک ہی وقت میں اور ایک ہی کمرے میں اور ایک ہی حالت میں پہلے کیوں نہیں پورے کمرے کا جائزہ لیا گیا تھا لیکن ایسی کوئی چیز ہمارے ہاتھ نہ لگ سکی جس سے کچھ معلومات فراہم ہوتی کیا راز تھا اس کے پیچھے میں جانے بغیر چین سے نہیں بیٹھ سکتا تھا میں یہ سب سوچ ہی رہا تھا کہ ایک اہلکار نے اندر آ کر مجھے یہ اطلاع دی کہ مجھے انسپکٹر ڈونلڈ اپنے آفس میں بلا رہے ہیں میں نے کافی کا مگ اپنے منہ سے لگایا اور ایک سانس میں باقی بچی ہوئی کافی پی گیا میں اپنا منہ ٹشو سے صاف کرتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور انسپکٹر ڈونلڈ کے آفس میں پہنچ کر میں نے ان سے اندر آنے کی اجازت طلب کی انہوں نے ہمیشہ کی طرح خوش اخلاقی سے مجھے اندر آنے کی اجازت دے دی انسپکٹر ڈونلڈ ایک ادھیڑ عمر اور سنجیدہ مزاج آدمی تھے باہر سے ان کی شخصیت میں کافی رعب لگتا تھا لیکن اندر سے وہ بہت نرم اور نیک دل انسان تھے انہوں نے مجھ سے ہمیشہ اپنے سگے بیٹے جیسا سلوک کیا تھا میں ان کی قربت پا کر بہت خوش تھا۔ میرے ساتھی کولیگ اس بات پر مجھ سے حسد کرتے تھے لیکن مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا میں اپنے کام سے کام رکھتا تھا میں انسپکٹر ڈونلڈ کے سامنے براجمان ہو گیا دو تین منٹ وہ کسی فائل کی ورق گردانی کرتے رہے پھر اسے ایک طرف رکھتے ہوئے مجھ سے مسکراتے

ہوئے مخاطب ہوئے۔
نوجوان کورنیلئس سنڈفی کا کیس میں تمہارے حوالے کرتا ہوں آج سے تم اس کیس پر کام کرو گے سنڈفی اس تیسری لڑکی کا نام تھا جو ہمیں ہوٹل میں بے جان ملی تھی۔
سر۔سر میں۔ مجھے اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا۔
کیوں بھئی نروس ہو سر ڈونلڈ ہلکا سا ہنسے۔
جی سر۔میں نے بمشکل کہا۔
کوئی بات نہیں نوجوان مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے تم یہ کیس ضرور حل کرلو گے انسپکٹر ڈونلڈ نے بھرپور انداز سے کہا۔ان کا لہجہ دیکھ کر میرے اندر بھی حوصلہ پیدا ہوا اور میں نے یہ کیس قبول کرلیا قبول ہی کرنا تھا کیونکہ انکار کر نہیں کرسکتا تھا میں نے کھڑے ہوکر سر ڈونلڈ کو سلوٹ کیا اور واپس جانے کے لیے مڑا ہی تھا کہ انہوں نے مجھے روک لیا وہ اپنی سیٹ سے اٹھے اور میرے ساتھ پورے جوش سے مصافحہ کیا
گڈ لک مائی سن۔انہوں نے مضبوط لہجے میں کہا میرے لیے یہ بہت عزت کی بات تھی کہ انسپکٹر ڈونلڈ نے میرے ساتھ مصافحہ کیا تھا۔ اور مجھے بیٹے کا درجہ دیا تھا ایسا پہلی بار نہیں ہوا تھا وہ تو اکثر مجھے اپنے گھر تو کبھی کہیں لے جاتے تھے اکثر میرے ساتھ بغلگیر بھی ہوتے تھے غرض وہ ہمیشہ مجھے اپنے ساتھ رکھتے لیکن پھر بھی میں نے کبھی غرور نہیں کیا تھا بلکہ میں پہلے سے زیادہ اچھی طرح اپنی ڈیوٹی انجام دیتا لیکن اس بار کے مصافحے میں کچھ اور ہی اپنائیت تھی شاید اس لیے کہ وہ مجھ پر بھروسہ کرتے تھے تبھی تو انہوں نے ایک اہم کیس میرے حوالے کیا تھا۔ اس سے پہلے میں کئی کیس سلجھا چکا تھا۔ میرا ریکارڈ اچھا تھا لیکن ایسا عجیب وغریب کیس پہلی بار سلجھا جا رہا تھا۔

میں اس کیس میں اپنی جان لڑا دوں گا سر۔میں نے اعتماد سے کہا اور انسپکٹر ڈونلڈ سے اجازت لے کر انکے آفس سے اپنے آفس میں آکر براجمان ہوگیا۔ میں یتیم تھا میری ماں مجھے جنم دیتے ہی چل بسی تھی اور والد صاحب کو گزرے صرف دو تین سال ہی گزرے تھے مجھے خوشی تھی کہ اپنے جیتے جی وہ مجھے ایک پولیس انسپکٹر کے طور پر دیکھ چکے تھے ان کا شروع سے یہ خواب رہا تھا کہ ان کا بیٹا ایک پولیس انسپکٹر بنے جو میں نے پورا کیا میں گھر پر اکیلا ہی رہتا تھا کھاتا پیتا تھا میرا میرے لیے والد صاحب نے دوسری شادی نہیں کی تھی اسی ڈر سے کہ نجانے دوسری ماں کا میرے ساتھ پیار ویسا ہو میں ان سے بے حد محبت کرتا تھا اور ان کی عزت کرتا تھا میں باقاعدگی سے اپنے والدین کی قبر پر حاضری دیتا تھا میں خوبصورت دراز قد نوجوان تھا گہری آنکھیں اور گولڈن بال تھے کالج کے زمانے سے ہی لڑکیاں مجھ پر جان چھڑکتی تھیں لیکن یہ حسن وعشق میرے بس کی بات نہیں تھی میرا رویہ ہر لڑکی کے ساتھ خشک ہوتا تھا جس وجہ سے وہ بدگمان جاتی تھیں انسپکٹر ڈونلڈ کی اہلیہ بھی وفات پاچکی تھیں وہ اپنی اکلوتی بیٹی کے ساتھ رہتے تھے بیٹے کی آرزو ان کی پوری نہ ہوسکی کیونکہ ڈاکٹروں نے مزید بچے پیدا کرنے سے خبردار کردیا تھا اس لیے ان کو میری شکل میں ایک بیٹا نظر آتا اور میں ان کی توقعات پر پورا بھی اترتا تھا ان کی بیٹی آئرس نے اکثر مجھے اظہار محبت کیا تھا لیکن میں نے کبھی اس کی اس بات پر کان نہیں دھرے تھے جس وجہ سے وہ مجھ سے آج کل ناراض تھی پہلی لڑکی جو ہوٹل میں مری تھی اس کے کیس کی ذمہ داری کسی اور انسپکٹر کو سونپی گئی تھی پہلی قتل ہونے والی لڑکی کا نام کیٹ تھا۔اور جو انسپکٹر اس کیس پر کام کررہا تھا وہ انسپکٹر نام تھا نام سے میری بات سے ف

سلام دعا تک ہی محدود تھی مجھے لوگوں سے زیادہ ملنا
جلنا پسند نہیں تھا اور دوسرے قتل ہونے والی لڑکی کا نام
روز تھا جس کی ذمہ داری ایک لیڈی انسپکٹر کو سونپی گئی
تھی جس کا نام انسپکٹر مرلین تھا اپنے کیس کو حل کرنے
کے لیے مجھے جاننا ضروری تھا کہ باقی دونوں اس
کیسوں کو حل کرنے کے لیے کیا کر رہے تھے کیسے
کام کر رہے ہیں اور کس طرح کا طریقہ اپنا رہے
ہیں میں نے یہ بھی سوچ لیا تھا کہ اگر میں یہ کیس حل
نہ کر سکا تو اپنی جاب سے استعفیٰ دے دوں گا کیونکہ
انسپکٹر ڈونلڈ کے ساتھ لوگوں لڑکیوں کے والدین
اور میڈیا والوں کی نظریں بھی جلد مجھ پر ہوں گی جو
مجھ سے امید لگائے بیٹھے ہوں گے باقیوں کا تو مجھے
پتہ نہیں ابھی لیکن انسپکٹر ڈونلڈ کے بارے میں مجھے
یقین تھا کہ وہ مجھ سے کامیابی کی امید رکھتے ہیں اگر
میں کامیاب نہ ہوا تو میں ان کی نظروں میں گر
جاؤں گا اور دوبارہ ان سے آنکھ ملانے کی جرات
شاید ہی مجھ میں نہ ہوگی اس لیے یہ فیصلہ میں نے
سوچ سمجھ کر کیا تھا لیکن یہ بعد کی بات تھی ابھی تو مجھے
صرف کامیابی کے بارے میں سوچنا تھا اور لگن سے
کام کرنا تھا۔

کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔ میں نے نظریں
اٹھا کر چونک کر اس آواز کی سمت دیکھا۔

آ جائیے۔ انسپکٹر ٹام میں نے مسکراتے
ہوئے کہا۔ انسپکٹر ٹام میرے سامنے براجمان
ہو گیا۔

بتائیے کیسے آنا ہوا۔ میں نے گفتگو کا آغاز
کیا۔ ہی تھا کہ انسپکٹر مرلین بھی آدھمکی۔

کورنیلکس کیا میں اندر آ سکتی ہوں۔ انسپکٹر
مرلین نے ہمیشہ کی طرح اپنے حسن کے جلوے
بکھیرتے ہوئے کہا انسپکٹر مرلین مجھ سے محبت
کرتی تھی جس کا اظہار اس نے خود ایک دفعہ مجھ
سے کیا تھا جواب میں میں نے کوئی قابل بخش
جواب نہیں دیا تھا جس وجہ سے وہ مجھ سے کافی دن
ناراض بھی رہی مگر میں نے اسے منانے کی زحمت
نہیں کی کیونکہ میرا اس سے اس طرح کا تعلق
دور دور تک نہیں تھا مرلین خوبصورت تھی اس پر
سٹاف کے کافی لڑکے مرتے تھے لیکن وہ تھی کہ
صرف مجھ پر ہی مرتی تھی اور میں اسے گھاس تک
نہیں ڈالتا تھا مرلین مجھے گہری نظروں سے دیکھتی
ہوئی میرے سامنے براجمان ہو گئی۔ میں نے اہلکار
سے کہہ کر کافی کے تین مگ منگوا لیے۔ اور گفتگو کا
آغاز کر دیا۔

یوں اچانک آپ دونوں یہاں کیسے۔

دراصل ہم تمہیں مبارک باد دینے آئے ہیں
کہ تمہیں یہ کیس سونپا گیا ہے انسپکٹر ٹام نے کہا۔

بھلا اس میں مبارکباد کیسی۔ میں نے سوچا۔

کورنیلکس تم چاہو تو ہم تینوں اس کیس پر مل
کر کام کر سکتے ہیں کیونکہ ہمارا شکار ایک ہی ہے۔
مرلین نے اپنی نظریں میرے چہرے پر مرکوز
کرتے ہوئے کہا۔

نہیں شکریہ مجھے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں
ہے میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ اور مرلین کا چہرہ
اتر سا گیا۔

ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی اب دیکھنا یہ ہے
کہ ہم تینوں میں سے سب سے پہلے یہ کیس کون حل
کرتا ہے انسپکٹر ٹام نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے
ہوئے کہا۔

جی بالکل میں نے اسی لہجے میں کہا کافی کے
دوران ہم تینوں نے پیچ صرف کیس کو لے کر ہی
گفتگو کی کہ کیسا پراسرار کیس ہے ہمیں بڑی احتیاط
سے کام لینا ہوگا کیونکہ قاتل بہت ہی ہوشیار ہے
انسپکٹر ٹام نے مجھے چیلنج کیا تھا کہ کیس کو سب سے
پہلے کون اور کس طرح حل کرتا ہے اور میں نے بھی
ان کا یہ چیلنج قبول کر لیا تھا جو بات پہلے میرے ذہن

میں آئی تھی کہ مجھے ان کے کیس پر کام کرنے کے طریقے پر نظر رکھنی چاہیے کہ وہ کیسا کام کر رہے ہیں یہ خیال میں نے رد کر دیا۔ اور خود سے کہا کہ میں اپنے طریقے سے خود ہی یہ کیس حل کروں گا اس کے لیے مجھے کسی کی نقل یا مدد کی ضرورت نہیں جانتا تھا کہ بے شک یہ اتنا آسان نہیں لیکن پھر بھی میں نے ان دونوں کی مدد لینے سے انکار کر دیا تھا میں نے ایسا کیوں کیا میں خود نہیں جانتا تھا کافی ختم ہونے کے بعد انسپکٹر تام میرے آفس سے چلے گئے۔ لیکن مرلیین براجمان رہی میں اسے حیرانی سے دیکھنے لگا۔ کہ یہ اٹھ کر کیوں نہیں جا رہی ہے۔

ایسے کیا دیکھ رہے ہو مرلیین نے اٹھلا کر کہا۔

نہیں کچھ نہیں۔ میں یکدم چونکا۔

کورنیلئس مجھ میں ایسی کیا کمی ہے جو تم مجھ سے اتنا سرد رویہ رکھتے ہو مرلیین نے گہری سانس لے کر کہا۔ یہی کہنے کے لیے مرلیین اٹھ کر نہیں گئی تھی اس نے تنہائی کا فائدہ اٹھا کر مجھ سے یہ سوال کر ڈالا مرلیین کے روز روز کے سوالوں سے میں تنگ آ گیا تھا وہ اکثر مجھ سے یہی سوال کرتی تھی نجانے کیوں مجھے اس میں کشش محسوس نہیں ہوتی تھی میں نے بھی اس کے ایسا کہنے کا ناجائز فائدہ بھی نہیں اٹھایا تھا میری جگہ کوئی اور ہوتا تو یقیناً وہ ناجائز فائدہ اٹھاتا۔

انسپکٹر مرلیین یہ پولیس اسٹیشن ہے یہاں ایسی باتیں آپ کو شوبہ نہیں دیتیں آپ ڈیوٹی پر ہیں زیادہ مرلیین مونو رو بننے کی کوشش مت کیجئے۔ اگر آپ کو ایسا کچھ کرنا ہی ہے تو پلیز آپ فلم لائن میں جایئے میں نے غصے سے کہا۔

مرلیین کو میری بات کا بہت غصہ لگا وہ خونخوار نظروں سے مجھے گھورتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی وہ کوئی بپھری ہوئی شیرنی معلوم ہو رہی تھی مرلیین پاؤں پٹختی ہوئی میرے آفس سے باہر چلی گئی مجھے کوئی فرق نہیں پڑا الٹا میں نے سکون کی سانس لی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کہاں سے شروع کروں ایسا کوئی ثبوت بھی نہیں تھا جو ہمیں قاتل تک لے جا سکتا میں نے اکیلے کام کرنے کا فیصلہ کر لیا اور ڈیوٹی آف ہوتے ہی گھر کی جانب چل پڑا راستے میں میں نے پہلے کھانا کھایا اس کے بعد گھر کو آیا میں اپنے اس چھوٹے اور کشادہ گھر میں بہت ہی خوش تھا مجھے کبھی تنہائی کاٹتی تھی نہ ہی میں نے اسے آباد کرنے کرنے بارے میں کبھی سوچا تھا زندگی بہت مصروف گزر رہی تھی۔ کبھی کوئی کیس تو کبھی کوئی جس وجہ سے ان فضول چیزوں کے لیے میرے پاس وقت نہیں تھا فارغ وقت اکثر میرا انسپکٹر ڈونلڈ کے ساتھ گزرتا تھا میں خود کو اکیلے گھر میں بند کر لیتا لڑکیاں وبے شمار تھیں مجھے پسند کرنے والیں مگر میں نے کسی کو پسند نہیں کیا تھا میں اپنے آپ میں اکیلا خوش تھا میرا صرف ایک ہی خواب تھا کہ میں انسپکٹر سے جلد ترقی کر کے کمشنر بن جاؤں میرے نزدیک لڑکیاں سر درد تھیں میں لڑکیوں سے دور بھاگتا تھا بیڈ پر دراز ہو کر میں نے ہیڈ فون کانوں سے لگا لیا اور کب موسیقی سنتا سنتا خوابوں کی دنیا میں چلا گیا مجھے پتہ نہیں چلا۔

صبح میری ٹھیک سات بجے آنکھ کھل گئی نہا دھو کر ناشتہ کر کے میں پورے آٹھ بجے اپنے آفس میں موجود تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں اپنی ٹیم کیساتھ اس ہوٹل میں گیا جہاں قتل ہوئے تھے میں نے استقبالیہ کی اس دن کی پوری لسٹ چیک کی جس دن سنڈلی کا قتل ہوا تھا اس دن اندر آنے اور جانے والوں کے نمبر اور ایڈریس نوٹ کر کے سب سے پوچھ تاچھ کی گئی لیکن ان سب میں سے کوئی بھی وہ قاتل نہیں تھا میری حیرت دوچند تھی میں نے سختی سے دو تین بار استقبالیہ میں نام درج کرنے والے سے پوچھا کہ کہیں اس سے کوئی غلطی تو نہیں ہوئی

لیکن ہر بار اس کا ایک ہی جواب تھا کہ اس دن جتنے لوگ یہاں آئے تھے ان سب کے نام درج ذیل ہیں ان کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں آیا یہ سب کرتے کرتے سہ پہر ہو گئی تھی میں واپس پولیس اسٹیشن آ گیا اور اہلکار سے کہہ کر کھانا منگوا کر کھانے لگا کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کافی پر اسرار اور دلچسپ کھیل تھا ساتھ میں الجھا ہوا بھی مری دلچسپی اس میں مزید بڑھتی جا رہی تھی کچھ بھی کر کے میں اس کیس کی تہہ تک جانا چاہتا تھا میں نے شہر کے تمام ہوٹلز کے باہر بغیر وردی کے پولیس کھڑی کر دی تھی اور سب کو سختی سے ہدایت کی تھی کہ ہر آنے جانے والے آدمی پر نظر رکھی جائے کہ کون کیا کر رہا ہے سر ڈونلڈ کی طرف سے اجازت تھی کہ اس کیس کو حل کرنے کے لیے جو کچھ بھی کرنا پڑے کرو کیونکہ یہ پولیس والوں کی عزت کا سوال تھا۔ لوگوں نے ہڑتال کر رکھی تھی۔ میڈیا والے الگ بات کو اچھال رہے تھے اور تینوں لڑکیوں کے والدین ان کو انصاف دلانے کے لیے کوشاں تھے۔

لنچ میں مجھے اور شام کو جوائن کرو گے انسپکٹر مرلین کی آواز پر میں چونکا۔

جی نہیں شکریہ۔ میں لنچ کر چکا ہوں۔ میں نے سپاٹ لہجے میں کہا مرلین مجھے دو تین منٹ عجیب نظروں سے گھورتی رہی پھر بغیر کچھ کہے واپس چلی گئی میں نے بے خیالی میں کندھے اچکائے وہ ایک بار پھر ناراض ہو کر چلی گئی ہے میں نے کرسی سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں جب ہی فون کی گھنٹی نے مجھے ایک بار پھر چونکا دیا فون میرے موبائل پر آ رہا تھا اور اسکرین پر میں آئرس کا نمبر جگمگا رہا تھا میں نے اکتا کر فون اٹینڈ کیا۔

ہیلو میں نے کہا۔

لگتا ہے آپ ہمیں بھول ہی گئے ہیں اتنے دن سے نہ کوئی میسج نہ فون ملنے بھی نہیں آئے آئرس نے شوخی سے کہا جب میں انسپکٹر ڈونلڈ کے ساتھ ان کے گھر جاتا تھا تو میری کوشش ہوتی تھی کہ آئرس سے میرا سامنا نہ ہی ہو تو اچھا ہے اور فون اکثر وہ مجھے خود ہی کرتی تھی میں نے اسے کبھی کوئی فون یا میسج نہیں کیا تھا جب بھی اس کا فون آتا تھا تو کبھی اٹھا لیتا تو کبھی فون آف کر دیتا اور میسج کا جواب دینا میں ویسے ہی پسند نہیں کرتا تھا۔

مصروف تھا اسی لیے میں نے سرد لہجے میں کہا۔

آپ کو میری یاد نہیں آتی آئرس نے رومینٹک ہوتے ہوئے کہا۔ دل تو چاہا کہ نہ کر دوں مگر ہمت نہیں ہوئی۔

نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ میں نے تنگ آ کر کہا آئرس کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

پھر کیسی بات ہے۔

مجھے نہیں معلوم۔ مجھے غصہ آ گیا۔

مجھے تو آپ کی بہت یاد آتی ہے۔ میرا بس چلے تو میں زندگی کا ہر لمحہ آپ کے ساتھ گزاروں آئرس کی جذبات میں ڈوبی ہوئی آواز ابھری۔

اچھی بات ہے ہوتا ہے ایسا میں نے سنجیدگی سے کہا۔

آپ کتنے بورنگ انسان ہیں۔ آئرس سمجھ گئی کہ میرے ساتھ اس کی بات نہیں بننے والی۔

تعریف کا شکریہ میں نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا

بھاڑ میں جاؤ۔ آئرس غصے سے بول کر فون بند کر گئی۔ میں نے ہنستے ہوئے فون ایک طرف رکھ دیا اور شکریہ ادا کیا کہ آئرس سے جان تو چھوٹی رات ساڑھے دس بجے میرے ساتھ پورے ملک کے لیے یہ دھماکے خیز اور حیران کن خبر تھی کہ جو ہم سب کے رونگٹے کھڑے کرتی تھی وہ یہ کہ اسی ہوٹل کے اسی کمرے میں ایک اور لڑکی کا قتل منظر عام پر آیا قتل ہونے والی لڑکی کا نام لوسی تھا ایسا

کیسے ممکن تھا جب کہ میں نے پورے شہر کے ہوٹلوں کے باہر بغیر وردی کے پولیس کھڑی کی ہوئی تھی اور کافی اچھے سے نظر رکھی جارہی تھی۔

میں نام اور مرلیین ہوٹل پہنچے تو سب پولیس والے شرمندگی سے سر جھکائے ہوئے کھڑے تھے وہ شاید ہماری ڈانٹ ڈپٹ سننے کے لیے تیار تھے۔ نام ان سے باز پرس کرنے لگا میں اور مرلیین استقبالیہ پر پہنچے لیکن وہاں سے پہلے کی طرح اس بار بھی پتہ چلا کہ لڑکی اکیلی ہی یہاں موجود تھی ایسا کیسے ہوسکتا تھا ہمیں ہوٹل والوں پر شک ہوا کہ کہیں یہ لوگ عورتوں کا دھندا تو نہیں کرتے نجانے کیوں ہمیں شک ہو رہا تھا کہاں لڑکیوں کے قتل کے پیچھے ہوٹل والوں کا ہی ہاتھ ہے جب ہی تو ہم خالی ہاتھ واپس لوٹ جاتے تھے ہمیں شک ہو رہا تھا کہ یہ لوگ ہم سے جھوٹ بول رہے ہیں اور انہی ہوٹل والوں کا وہ آدمی ہے جو ایسا کرتا ہے اور شاید یہ سب اسے بچانے کی کوشش کر رہے ہیں مرلیین اپنی ٹیم کے ساتھ ہوٹل کے تمام افراد سے پوچھتا چھ کرنے لگی اور میں اس کمرے میں آگیا جہاں ہونے والا یہ چوتھا قتل تھا دروازہ اندر سے مقفل تھا میں نے ہوٹل والوں سے چابی لے کر اسے کھولا اور اپنی ٹیم سمیت اندر داخل ہوگیا۔ میں نے اپنے ساتھ آئے ہوئے اہلکار ساتھیوں سے کہا کہ وہ کمرے کا کونا کونا چھان ماریں ہوسکتا ہے کہ یہاں کوئی تہہ خانہ ہو یہ خیال اچانک سے میرے ذہن میں آیا تھا کیونکہ دروازہ ایک بار پھر مقفل دیکھ کر مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے کہ قاتل کہاں سے بھاگا مگر کمرے میں تہہ خانے کا کوئی نام و نشان تک موجود نہیں تھا میں نے دور ہی سے ایک نظر ڈال کر بیڈ پر پڑی مردہ لڑکی کو دیکھا لڑکی شکل سے ہی بیس سال کی ہوگی اس کے جسم پر لباس نام کی کوئی چیز نہیں تھی میں نے آنکھیں چراتے ہوئے اس پر چادر ڈالدی اور اس کی وحشت سے کھلی آنکھیں بند کردیں جو کہ اس طرح کھلی تھیں جیسے مرنے سے پہلے اس نے بے حد خوفناک چیز دیکھ لی ہو میری ٹیم نے کمرے کا اچھے سے معائنہ کیا لیکن اس بار بھی کوئی قابل بخش چیز ہمارے ہاتھ نہ لگ سکی میرا ذہن ماؤف ہوگیا۔ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اس کیس کو کیسے حل کروں کیس مزید الجھا جا رہا تھا۔ بہت سے سوال تھے جن کا جواب میں ہر حال میں چاہتا تھا۔ ہم سب کام ختم کر کے پولیس اسٹیشن واپس آگئے کھانے کو بھی دل نہیں کر رہا تھا میرا ذہن مسلسل کیس کے متعلق سوچے جا رہا تھا نام اور مرلیین بھی میرے ساتھ موجود تھے۔

ہوٹل والے تمام لوگ بے قصور ہیں انکا لڑکیوں کے قتل سے کوئی لینا دینا نہیں ہے میں نے انکا باریک بینی سے پتہ لگایا ہے لیکن کچھ ہاتھ نہیں لگ رہا مرلیین نے گفتگو کا آغاز کیا۔ میں خاموش رہا اور اس بار لڑکیوں کے قتل کا ذمہ دار نجانے میرا دل مجھے کیوں کہہ رہا تھا وہ اس لیے شاید کہ میں ایک پولیس انسپکٹر ہو کر ان کے لیے کچھ کرنے سے قاصر تھا۔

ہمیں مل کر اس کیس پر کام کرنا چاہیے نام نے کہا تو میں یوں چونکا جیسے نیند سے بیدار ہوا ہوں میں اپنی سوچوں سے باہر آگیا۔

ہاں م ٹھیک کہتے ہو میں نے نام کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

مجھے یقین ہوگیا تھا کہ میں اکیلے کچھ نہیں کرسکتا اس دن خواہ مخواہ میں کسی ملنے کی خوشی سے پاگل ہوگیا تھا جو ذرا زیادہ کہہ گیا تھا مجھے اپنے کیے پر ندامت ہوئی۔

تو ہمیں سب سے پہلے کیا کرنا ہوگا۔ مرلیین نے سوال کیا۔

اسی دوران ایک اہلکار اندر آیا اور اس نے ہم

تینوں کو سلوٹ کر کے پیغام دیا کہ انسپکٹر ڈونلڈ ہمیں اپنے آفس میں طلب کر رہے ہیں۔ ہم تینوں کی سانسیں خشک ہو گئیں بے شک وہ مجھے بیٹا سمجھتے تھے لیکن ڈیوٹی کے وقت رشتے داری بھی نہیں چلتی اور پھر یہاں تو چار لڑکیوں کے قتل کا معاملہ تھا ہم تینوں جانتے تھے کہ ہماری خوب کلاس لگنے والی ہے ہم تینوں نے بیک وقت ایک دوسرے کو دیکھا اور خود کو انسپکٹر ڈونلڈ کی ڈانٹ سننے کے لیے تیار کر لیا۔ اور اٹھ کر ان کے آفس چلے گئے ہم نے ان سے اندر آنے کی اجازت لی اور ان کو سلوٹ کر کے ان کے سامنے شانے چوڑے کر کے ان کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اس وقت وہ لوسی کی پوسٹ مارٹم رپورٹ کی ورق گردانی کر رہے تھے۔ جس پر لکھا تھا لڑکی کی موت خون کی کمی ہونے کی وجہ سے واقع ہوئی ہے انسپکٹر ڈونلڈ نے پوسٹ مارٹم رپورٹ ایک طرف رکھ کر ہم تینوں کو گھری نگاہوں سے دیکھا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

یہ کیا ہو رہا ہے تقریباً ڈیڑھ ماہ میں یہ چوتھا قتل ہے اور اب تک قاتل ہماری پہنچ سے دور ہے تم لوگ اپنی ڈیوٹی ٹھیک سے انجام کیوں نہیں دے رہے انسپکٹر ڈونلڈ نے نرم مگر اونچے لہجے میں کہا۔

سر میں نے تمام ہوٹلوں کے باہر پولیس کھڑی کی تھی لیکن اس کے باوجود وہ قاتل نجانے اندر کیسے آیا اور ہوٹل والوں کا کہنا ہے کہ اس بار بھی لڑکی اکیلی ہی اندر موجود تھی اور اس بار بھی دروازہ اندر ہی سے بند تھا میں نے کہا۔

سر ہمیں ہوٹل والوں پر شک ہوا اور سر میں نے سب کے بارے میں باریک بینی سے چھان بین کی مگر کچھ خاص نہیں ملا وہ سب بے قصور ہیں یعنی ان میں سے کوئی بھی وہ قاتل نہیں اس بار سر لیمن نے حوصلہ دکھایا۔

سر ہم اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں ٹام بولا۔

انسپکٹر ڈونلڈ کو ہماری باتوں پر یقین تھا انہوں نے کہا۔ میں سب جانتا ہوں لیکن وہ لوگ نہیں سمجھ رہے ہیں وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم پولیس والے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔

آپ فکر نہ کریں سر ہم جلد ہی یہ کیس حل کر لیں گے میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔

رات ہو چکی تھی ڈیوٹی آف ہو جانے کے بعد ہم تینوں پولیس اسٹیشن سے نکلے تو میڈیا والوں نے ہمیں گھیر لیا۔

سر ڈیڑھ ماہ میں چوتھی لڑکی کو مار دیا گیا اس بارے میں پولیس کچھ کر کیوں نہیں رہی ہے ایک صحافی نے سوال کیا۔

دیکھیے ہم اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں جلد ہی قاتل سلاخوں کے پیچھے ہو گا میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔ میں میڈیا والوں سے جان چھڑانا چاہتا تھا بمشکل ہم تینوں اپنی اپنی گاڑی تک آئے اور گھر آ گئے میں نے بیڈ پر لیٹ کر سکون کی سانس لی میری عادت تھی کہ باہر کا کام باہر ہی چھوڑ کر آتا تھا گھر پر اس بارے میں بالکل بھی نہیں سوچتا تھا لیکن یہ ایسا کیس تھا جس نے میری زندگی حرام کر دی تھی ایک پل مجھے چین نہیں آتا تھا ہر وقت کیس کے متعلق سوچتا رہتا اس وقت بھی میرا ذہن کیس کی طرف ہی تھا میں چاہتے ہوئے بھی اس کا خیال اپنے ذہن سے نہیں نکال پا رہا تھا آخر کیسی لاپرواہی ہوئی ہے مجھ سے جو ایک اور معصوم لڑکی کی جان چلی گئی ہے اگر آج کوئی لاپرواہی نہ ہوئی ہوتی تو یقیناً لڑکی کی جان بچ سکتی تھی اور قاتل ہماری حراست میں ہوتا یہی سب سوچتے سوچتے نجانے کب میری آنکھ لگ گئی اور مجھے ہر طرح کی پریشانی سے نجات مل گئی۔

اگلا دن معمول کے مطابق گزرا ہم تینوں مل کر ڈیوٹی نبھا رہے تھے ہماری کوشش تھی کہ اس بار

کئی قتل نہ ہو اور قاتل پکڑا جائے ہم دن رات کم تو ڑ محنت کر رہے تھے مگر کچھ ہاتھ نہیں لگ رہا تھا لوسی کے والدین کو خبر کر دی گئی تھی وہ رونے لگے اور ہم تسلیاں دیتے گئے پورا ایک مہینہ ہمیں ادھر ادھر چھان بین کرتے ہوئے گزر گیا۔ مگر ہم تمام کوششوں کے باوجود ناکام تھے میڈیا والوں نے ناک میں دم کر رکھا تھا لڑکیوں کے والدین روز پولیس اسٹیشن آ کر پوچھتے کہ کیس کہاں تک پہنچا ہے ہم ہر دفعہ انہیں ایک نئی امید دلا کر چلتا کر دیتے ہاں اگر اس مہینے میں جو خاص بات ہوئی وہ یہ کہ دوبارہ کسی لڑکی کا قتل نہیں ہوا شاید قاتل پہلے سے زیادہ ہوشیار ہو گیا تھا مکمل خاموشی چھا گئی تھی یا پھر قاتل شہر چھوڑ کر بھاگ گیا تھا کچھ پتہ نہیں تھا لیکن کسی اور شہر سے اس طرح کے قتل کی خبر نہیں آئی تھی جس کا مطلب تھا کہ قاتل اسی شہر میں کہیں نہ کہیں موجود تھا اور صحیح موقع کی تلاش میں تھا ایک اور خاص بات جو اس مہینے ہوئی وہ یہ کہ انسپکٹر مریلین کافی دنوں سے سب سے کھنچی کھنچی سی تھی مجھ سے بھی وہ صحیح طرح سے ڈیوٹی بھی انجام نہیں دے رہی تھی صحیح معنوں میں اس کا کام پر دل نہیں لگ رہا تھا وہ اکثر خیالوں میں کھوئی رہتی تھی میرے پوچھنے پر بھی نہ بتاتی بس ہنس کر ٹال جاتی مریلین کا یہ رویہ میں سمجھ نہ سکا وہ ایسی کیوں ہو رہی تھی ایک طرح سے تو میں خوش بھی تھا کہ انسپکٹر مریلین سے میری جان چھوٹ گئی مگر کبھی کبھار مجھے خیال آتا کہ وہ ایسا جان بوجھ کر تو نہیں کر رہی تاکہ میں اس کے قریب آ جاؤں کیونکہ اس کے اس رویے کو صرف میں نے نوٹ کیا تھا کسی اور نے نہیں لیکن پھر خود ہی اپنی سوچ پر ہنس پڑتا اور اس خیال کو جھٹک دیتا۔

آج صبح میں پولیس اسٹیشن آیا تو انسپکٹر مریلین موجود نہیں تھی پتہ کرنے پر پتہ چلا کہ آج وہ چھٹی پر ہے ایسا پہلی بار ہوا تھا ورنہ انسپکٹر مریلین نے کبھی چھٹی نہیں کی تھی میں نے اپنے فون سے مریلین کے نمبر پر کال کی مگر دوسری طرف سے آواز سنائی دی کہ موبائل بند ہے۔ میں نے کال بند کر کے فون جیب میں رکھ لیا اور انسپکٹر تام کے کیبن میں چلا گیا۔

آؤ کورنیلس بیٹھو۔ آج صبح صبح انسپکٹر تام نے خوشدلی سے کہا میں کرسی کھینچ کر براجمان ہو گیا۔

سر آج انسپکٹر مریلین نہیں آئی خیریت۔ میں اصل موضوع پر آیا۔

اس کی طبیعت ٹھیک نہیں میں یہاں آنے سے پہلے اسی کے پاس سے چکر لگا کر آ رہا ہوں انسپکٹر تام نے جواب دیا مجھے تسلی ہو گئی کہ میں تام کے آفس میں بیٹھا۔ ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا اور پھر اپنے آفس میں آ کر براجمان ہو گیا۔ میں نے سوچا کہ ڈیوٹی آف ہوتے ہی مریلین کا حال دریافت کرنے جاؤں گا اس کے بعد میں باقی کاموں میں مصروف ہو گیا۔ اور کب رات ہوئی پتہ ہی نہیں چلا مجھے کھانے پینے کا بھی ہوش نہیں رہا تھا۔ ٹھیک ساڑھے دس بجے فون کی گھنٹی بجی میں نے فون کانے لگا کر کہا ہیلو انسپکٹر کورنیلس سپیکنگ۔

سر جلدی یہاں آیئے ایک اور قتل ہو گیا ہے دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

کیا میرے منہ سے بے اختیار نکلا فون اسی ہوٹل کی طرف سے تھا جہاں پہلے چار قتل ہوئے تھے میں نے فون رکھا اور انسپکٹر تام اور اپنی ٹیم کے ساتھ ہوٹل کی طرف گاڑی دوڑائی میں اور تام استقبالیہ میں پہنچے۔

سر میں نے آپ کو فون کیا تھا ہوٹل کے ریپشنسٹ نے کہا۔ سب کے چہروں کی ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں کیونکہ ہوٹل کے باہر پولیس کا پہرہ تھا پھر دوبارہ قتل کیسے ہوا اس بار بھی اندر آنے والی واحد لڑکی تھی جو اکیلی ہی اندر موجود تھی ہوٹل کا منیجر

سخت پریشان تھا کہ یہ سب اسی کے ہوٹل میں کیوں ہو رہا تھا میں اور ٹام ہوٹل کے اسی کمرے میں بھاگے لیکن دروازہ اندر سے مقفل تھا ہم نے زور لگا کر دروازہ کھول دیا اندر کا منظر دیکھ کر میرے اور ٹام کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی بیڈ پر بے لباس انسپکٹر مرلیین بے سدھ پڑی ہوئی تھی۔

اب سارا معاملہ سمجھ میں آیا کہ مرلیین عجیب برتاؤ کیوں کرنے لگی تھی شاید وہ انجانے میں اس قاتل سے دل لگا بیٹھی تھی جس نے اس کی جان لے لی پوسٹ مارٹم کی رپورٹ نے مرلیین کے بارے میں بھی وہی کچھ بتایا جو پہلے چار لڑکیوں کے بارے میں بتا چکی تھی خون کی کمی جس کا مطلب تھا کہ قاتل ہم سے دو ہاتھ آگے نکلا ہمیشہ کی طرح اس بار بھی کمرے سے کچھ حاصل نہ ہوا اور مرلیین کی بھی رپورٹ نے ہی بتایا کہ اسے ہوس کا نشانہ نہیں بنایا گیا لیکن پھر وہ بے لباس کیوں میں ریسٹورنٹ کے باہر پہنچ کر ایک بینچ پر اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گیا مجھے بہت دکھ ہو رہا تھا مرلیین کے یوں چلے جانے سے اگر مجھے پتہ ہوتا کہ اس کی زندگی کا یوں اختتام ہوگا تو میں اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیتا جو میں نے اس کا دل دکھا کر کیے تھے مجھے بہت شرمندگی ہو رہی تھی ایک عجیب بوجھ پڑ گیا تھا۔ میرے دل میں کاش میں اس کے ساتھ ایسا نہ کرتا یا پھر میں اس سے کسی طرح پوچھ ہی لیتا کہ اسے کیا ہو گیا ہے وہ آج کل عجیب برتاؤ کیوں کر رہی ہے اسی اثنا میں ٹام میرے برابر براجمان ہو گیا اور میرا شانہ تھپتھپا کر بولا۔

میں جانتا ہوں دوست تم اس وقت کیا سوچ رہے ہو خیر کوئی بات نہیں اب وہ بہت دور چلی گئی ہے آہستہ آہستہ بھول جاؤ گے اسے بہت پیار کرتی تھی وہ تمہیں لیکن تمہاری بے رخی اسے تکلیف دیتی تھی میں نے کئی بار اس سے پوچھنے کی کوشش کی کہ وہ بدل گئی ہے ایسا کیوں کر رہی ہے مگر وہ ہمیشہ کچھ نہ کچھ کہہ کر ٹال دیتی تم کیا سمجھے تھے کہ اس کا بدلاؤ صرف تم نے غور کیا تھا نہیں دوست وہ سب میں اس قاتل سے محبت کرنے لگی تھی میں جانتا تھا کہ ایسا کچھ ضرور ہے مگر یہ نہیں جانتا تھا کہ جس سے وہ پیار کرنے لگی ہے وہ وہی قاتل ہے جس کی ہمیں تلاش ہے میں آخری بار جب ملا تھا اس سے تو اس نے سیدھے منہ بات نہ کی بس اتنا کہ کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس لیے آج وہ پولیس اسٹیشن نہیں آ رہی قاتل بہت ہی شاطر ہے اس نے مرلیین کو خوب اچھے سے اپنے شکنجے میں پھنسا لیا تھا تبھی تو وہ اپنا منہ نہیں کھولتی تھی لیکن شاید مرلیین کو اپنی موت کا دکھ نہ ہو کیونکہ جس سے وہ پیار کرتی تھی اسی نے اس کی جان لی نہ کہ کسی اور نے محبوب کی بانہوں میں جان دینا قسمت والوں کو نصیب ہوتا ہے ٹام نے گہری سانس لے کر بات ختم کر دی۔

لیکن وہ اتنی بیوقوف کیسے ہو سکتی ہے کہ اس آدمی کے ساتھ اسی ہوٹل کے اسی کمرے میں چلی گئی میں نے بھیگی ہوئی پلکوں کے ساتھ کہا۔

عشق اندھا ہوتا ہے دوست جب ہو جاتا ہے تو کچھ نظر نہیں آتا ہے اور پھر مرلیین کون سا جانتی تھی کہ اس کا محبوب قاتل ہے رہی ہوٹل اور اس کمرے کی بات وہ مرلیین نے زیادہ غور نہیں کیا ہوگا ٹام نے آسمان کو دیکھتے ہوئے کہا۔

تمہیں کسی سے پیار ہوا۔ میں نے انجانے میں ہی یہ سوال کر ڈالا۔

ہاں ٹام اٹھ گیا۔ مرلیین سے ٹام نے کہا اور چلا گیا اور میں اسے دم بخود جاتا ہوا دیکھتا رہ گیا۔۔

ساری رات کروٹیں لیتے ہوئے گزر گئی ایک پل کے لیے بھی سکون کی نیند نہ آ سکی مرلیین کا چہرہ

آنکھوں پر رقص کرتا رہا۔ اگلی صبح مریلین کی تدفین کے بعد میں نے جیب سے موبائل نکال کر آئرس کو فون کیا رابطہ ہوتے ہی میں نے اس سے کہا۔

اگر میری کسی بات سے تمہیں تکلیف پہنچی ہو تو پلیز مجھے معاف کر دینا لیکن میں اور تم ایک نہیں ہو سکتے۔ میری بات پر آئرس بہت حیران ہوئی تھی اس کی حیرت میں ڈوبی ہوئی آواز نکلی۔

کورنیلئس یہ تم ہو۔

ہاں اپنا خیال رکھنا گڈ بائے۔ میں نے کہہ کر فون بند کر دیا اسے کچھ کہنے کا موقع بھی نہیں دیا نجانے وہ کیا سوچ رہی ہوگی لیکن مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا میرے دل پر جو بوجھ تھا وہ میں نے اسے کہہ دیا تھا اب آگے اس کی مرضی۔

میں اپنے آفس میں بیٹھا ایک فائل کی ورق گردانی کر رہا تھا جب ہی فون کی گھنٹی کی آواز سنائیدی میں نے چونک کر ٹیلی فون کی طرف دیکھا اور فون اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

ہیلو انسپکٹر کورنیلئس۔ دوسری طرف سے بہت ہی باریک اور خوبصورت آواز آئی جو کہ لڑکی کی تھی سر میں آپ کو کچھ انفارمیشن معلومات دے سکتی ہوں کہ یہ چار لڑکیوں کا قتل کون اور کیسے کرتا ہے میں حیرت سے چونکا۔

ہاں ہاں بتاؤ تم نے اسے کہاں دیکھا سب بتاؤ تفصیل سے میں سن رہا ہوں میں نے ہاتھ میں کاپی پنسل پکڑ لی۔

نہیں سر میں آپ کو فون پر نہیں بتا سکتی ۔جواب میں اس لڑکی نے کہا۔

کیوں۔ میں نے سنجیدگی سے کہا۔

یہ جاننے کے لیے آپ کو کیفے میں آنا ہوگا میں آپ کا وہاں انتظار کر رہی ہوں وہیں پر میں آپ کو سب تفصیل سے بتاؤں گی لڑکی نے کیفے کا نام بتا کر رابطہ منقطع کر دیا۔ مجھے بہت غصہ آیا لیکن ضبط کر گیا کیونکہ قاتل تک پہنچنے کا یہی ایک ذریعہ تھا اگر اس لڑکی سے کچھ پتہ چلتا ہے تو یہ میرے لیے بہت ہی اچھا ہوگا اور میں کیس جلد پورا کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا ساتھ میں میری شہرت بھی زیادہ ہو جائے گی اور انسپکٹر سے کمشنر بن جاؤں گا میں نے ان خیالوں کو اپنے ذہن سے جھٹک دیا کیا فضول سوچ رہا تھا میں۔ میں نے سر پر کیپ لی اور پولیس اسٹیشن سے پیدل ہی چل دیا کیونکہ جس کیفے میں وہ تھی وہ نزدیک ہی تھا میں ان کیفے کے اندر داخل ہو کر ارد گرد نظریں دوڑائیں ایک لڑکی ٹیبل پر اکیلی ہی براجمان تھی اس نے گلابی شرٹ اور نیلی جینز پہنی ہوئی تھی بال اس کے گولڈن تھے جو کہ اس کی صرف گردن کو ڈھانپے ہوئے تھے دودھیا رنگت معصوم چہرہ ایسی خوبصورتی میں نے پہلی بار دیکھی تھی میرا دل خوشی سے اچھلنے لگا۔ جب لڑکی نے اپنے خوبصورت چہرے پر ایک دلنشین مسکراہٹ سجا کر مجھے ہاتھ کے اشارے سے ہیلو کہا میں مردانہ چال چلتا ہوا اسکے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ اور نرمی سے پوچھا۔

آپ ہی نے مجھے کال کر کے یہاں آنے کے لیے کہا تھا۔

جی بالکل۔ وہ مسکرا کر بولی۔

میں کرسی کھینچ کر اس کے سامنے براجمان ہو گیا اپنی اس کیفیت کو میں کن لفظوں میں بیان کروں۔ اس کا اتنا حسین چہرہ نزدیک سے دیکھنے کے بعد نجانے کیوں میں نا چاہتے ہوئے بھی اس کے سحر میں گرفتار ہو رہا تھا۔ میں نے خود کو سنبھال لیا کیونکہ میں ڈیوٹی پر تھا۔

جی آپ کا نام۔

سلینا۔ اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا پھر ویٹر کو دو کپ چائے کا آرڈر دیا ویٹر چائے دو پیالے رکھ کر چلا گیا تو میں نے گفتگو کا

آغاز کر دیا۔

آپ نے قاتل کہاں دیکھا اور آپ اس کے بارے میں کیسے جانتی ہیں کیا آپ اس کے ساتھ کسی قسم کے تعلق میں رہ چکی ہیں وہ دکھتا کیسے ہے کہاں رہتا ہے مجھے سب تفصیل سے بتائیں مجھے بہت تجسس ہو رہا تھا میں نے ایک ہی سانس میں سلینا سے بہت سارے سوال کر ڈالے سلینا الجھن آمیز ہنسی کہ یہ اچانک سے مجھے کیا ہو گیا ہے سلینا نے چائے کا کپ اپنے ہونٹوں سے الگ کر کے ایک طرف رکھا اور میرے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

اتنی بھی جلدی کیا ہے میں حیرت سے اسے دیکھتا رہ گیا۔

میرا ڈیوٹی پر اب دل نہیں لگتا تھا میرا زیادہ وقت اب سلینا کے ساتھ ہی گزرتا تھا ڈیوٹی کے اوقات میں بھی ہم فون پر رابطہ رکھتے اور فرصت میں تو ویسے ہی وہ میرے ہمراہ ہوتی ہم دونوں اکٹھے ڈنر کرتے اور ادھر ادھر گھومتے پھرتے تھے میں سلینا کے عشق میں بری طرح گرفتار ہو چکا تھا وہ بھی مجھ سے بہت پیار کرتی تھی میں اس کی قربت پا کر بہت خوش تھا میری زندگی بہت خوبصورت ہو گئی تھی میں خود کو دنیا کا خوش نصیب مرد سمجھتا تھا۔ کیونکہ میں نے جسے ایک نظر میں اپنے دل میں بسا لیا وہ مجھے بنا چاہے بنا مانگے یونہی مل گئی تھی میری نظر میں سلینا سے بڑھ کر کوئی خوبصورت لڑکی نہیں تھی شاید ہم دونوں بنے ہی ایک دوسرے کے لیے تھے تبھی تو میں سلینا سے پہلے عشق لفظ سے کوسوں دور تھا مگر سلینا کے آجانے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ حقیقت میں پیار ہے کیا میں نے سلینا سے دوبارہ کبھی قاتل کے متعلق نہیں پوچھا تھا نہ ہی اس نے مجھے کبھی قاتل کے بارے میں کچھ بتایا ہم جب بھی ملتے ہمارے بیچ صرف پیار و محبت کی باتیں ہوتیں اور اتنے پیارے کاموں کے بیچ کوئی بیوقوف ہی ہو گا جو ڈیوٹی نبھائے گا۔ میں تو جیسے بھول ہی گیا تھا کہ میں ایک پولیس انسپکٹر ہوں مجھے پانچ لڑکیوں کو انصاف دلوانا ہے مجھے تو ان سب کی بھی پرواہ نہیں رہی تھی کہ میڈیا والے لڑکیوں کے والدین لوگ اور انسپکٹر ڈونلڈ نے مجھ سے امیدیں لگا رکھی ہیں سلینا جب بھی میرے سامنے آتی اس کا خوبصورت ہنستا مسکراتا ہوا چہرہ دیکھ کر میں سب کچھ بھول جاتا ساری تھکن پریشانی یونہی لمحوں میں دور ہو جاتی میں دنیا و مافیہا سے بے خبر اپنی ہی دنیا میں مست ہو جاتا۔ آج سلینا کا برتھ ڈے تھا میں نے اسے سرپرائز دینے کا فیصلہ کیا میں نے ایک ہوٹل میں خوبصورت کمرہ بک کروایا بے شک میری تنخواہ زیادہ نہیں تھی لیکن پھر بھی میں نے سلینا کے لیے مہنگے ہوٹل کا کمرہ صرف ایک رات کے لیے خریدا میں جانتا تھا کہ وہ ضرور یہ سرپرائز دیکھ کر بہت ہی خوش ہو گی۔ کیونکہ اکثر وہ مجھ سے خفیہ ملاقاتوں کا کہتی تھی جس کا مطلب تھا دنیا والوں کی نظروں سے اوجھل کہیں دور صرف وہ اور میں مجھے اس کا ایسا کہنا بہت ہی اچھا لگتا تھا لیکن یہ سرپرائز میں اسے اچانک اور خاص دن دینا چاہتا تھا۔ اور آج یہ سرپرائز دینے کا دن آ گیا تھا سلینا کی برتھ ڈے پر ایسا گفٹ دینا مجھے بہت بہتر لگا۔ چنانچہ میں نے تمام تیاریاں مکمل کر لیں یہ دن میرے اور سلینا کے لیے بہت خاص دن تھا جس کی یادیں ہم برسوں تک بھلا نہیں پائیں گے ہم دونوں نے مل کر مستقبل کی بھی پلاننگ کر لی تھی ہم دونوں ایک دوسرے سے شادی کے خواہش مند تھے میں ہوٹل کے کمرے میں موجود تھا کمرے میں نیلا کالین بچھا ہوا تھا کمرہ بہت ہی بڑا اور عالیشان تھا۔ شیشے کی دیوار بائیں طرف تھی جہاں سے فرانس کا باہر کا نظارہ نظر آتا تھا کمرے

میں جدید قسم کا ہر فرنیچر آراستہ تھا جن کی ضرورت
پڑ سکتی تھی کمرے کے درمیان میں ایک بیڈ تھا جسے
خوشی سے گھورتے ہوئے میں نے پورے
ارمانوں کے ساتھ نجانے کتنے پیارے خواب
جاگتی ہوئی آنکھوں سے دیکھے ہوئے تھے اپنی جیب
سے فون نکالا اور سلینا کا نمبر ملایا رابطہ ہوتے ہی
اس کی خوبصورت باریک آواز میری سماعت سے
ٹکرائی کورنیلئس ڈارلنگ کہاں ہو تم کب سے تمہارا
انتظار کر رہی ہوں میں نے مسکراتے ہوئے سلینا کو
ہوٹل کا نام اور پتہ بتلا کر اسے سیدھا یہاں آنے
کے لیے کہا۔ سلینا کی آواز میں حیرت بھری خوشی
تھی اس نے او کے کہہ کر فون بند کر دیا میں نے اپنا
فون ایک طرف صوفے پر پھینک کر سلینا کے ان
خیالوں میں کھو گیا جو تقریبا چند منٹ بعد ہونے
والا تھا میں اپنی خوشی کو کن الفاظ میں بیان کروں
خوشی کے مارے میں تو جیسے پاگل ہو رہا تھا سلینا
صرف میری ملکیت تھی یہ سوچ سوچ کر میرا دل
خوشی سے پھولے نہیں سما رہا تھا۔

میں نے بمشکل دس منٹ ہی انتظار کیا تھا کہ
سلینا سرخ گاؤن میں چلتی ہوئی اندر داخل ہوئی.
میں نے اس کی آمد اس کے پسندیدہ پرفیوم سے
لگائی تھی مجھے اس کے اتنے جلدی آجانے پر حیرانی
ہوئی مگر اس کا خوبصورت چہرہ دیکھ کر میں سب
بھول گیا۔

ہیپی برتھ ڈے مائی وائف۔ میں نے پیار
بھرے لہجے میں کہا سلینا کی آنکھوں میں خوشی کی نمی اتر
آئی۔

کورنیلئس تم نے اتنا کچھ میرے لیے
کیا۔ سلینا کے آخری الفاظ اس کے گلے میں ہی رہ
گئے۔

آج کی رات وت مت رو پلیز آج کی
رات رونے کے لیے نہیں ہے میں نے سلینا کی
خوبصورت آنکھوں میں سے موتی جیسے آنسوؤں کو
صاف کرتے ہوئے کہا میں نے مشروب کا گلاس
اٹھا کر سلینا کو دیا اور ایک خود پکڑ کر ہونٹوں سے لگایا
سلینا نے ٹیپ پر مسحور کر دینے والا گانا لگایا ہوا تھا۔
میرا جنون تھا میری آنکھیں دھندلی ہونے لگیں
میرے کانوں میں موسیقی کی آواز جاری تھی۔ ڈو یو
لو می ٹو۔ میں نے بمشکل اپنی آنکھیں کھولیں سلینا
نشے میں نہیں تھی وہ مسکراتے ہوئے عجیب نظروں
سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

I will always
my tyihg love you till
day ایک بار پھر موسیقی کی آواز میرے سماعت
سے ٹکرائی میرے اعصاب شل ہو رہے تھے
اور اگلے ہی لمحے میں دنیا سے بے خبر ہو گیا۔ ہوش
تب آیا جب سلینا میری کلائی سے اپنا منہ لگائے
نجانے کیا کر رہی تھی۔

اگلے ہی لمحے میں سمجھ گیا کہ وہ کیا کر رہی ہے
سلینا میرا خون چوس رہی تھی مجھے مکمل طور پر ہوش
آچکا تھا میں جھٹ سے اٹھا اور سلینا کو ایک طرف
دھکا دے دیا وہ بیڈ سے نیچے جا گری جب کہ میں
بیڈ پر ہی بیٹھا ہوا تھا۔ سلینا کی شکل دیکھ کر میرے
رونگٹے کھڑے ہو گئے وہ کوئی بپھری ہوئی شیرنی
معلوم ہو رہی تھی ایک ویمپائر کی طرح اس کے
دانت نوکیلے تھے اور آنکھیں خدا کی پناہ کیسی
وحشت ناک تھیں مجھے اپنی کلائی پر جلن کا احساس
ہوا تھا میں نے دیکھا تو وہاں پر دو سوراخ تھے جو
سلینا نے اپنے نوکیلے دانتوں سے کیئے تھے سلینا
نے میری طرف خونخوار نظروں سے دیکھا اب مجھ
آ گیا تھا سلینا ہی وہ قاتل تھی جس کی ہم سب کو
تلاش تھی سلینا جھٹ سے اٹھی اور اگلے ہی لمحے وہ
مجھ پر حملہ آور ہونے والی تھی کہ میں نے اسے ایک
بار پھر دھکا دیا اور وہ دوبارہ دوسری طرف جا گری

میں بھی بیڈ سے اتر گیا اگر عین وقت میری آنکھ نہ کھلتی تو میرا حال بھی وہی ہوتا جو باقی لڑکیوں کا ہوا تھا سلینا ایک بار پھر اٹھ کر کھڑی ہو گئی وہ ہانپ رہی تھی۔

سلینا تم یہ سب کیوں کر رہی ہو تم تو مجھ سے پیار کرتی ہو نا۔ میں نے سلینا کو پر سکون کرنے کے لیے ایسا کہا۔

نہیں میں تم سے پیار نہیں کرتی میں ایک بدروح ہوں مری ہوئی ہوں میرے دوسرے ساتھی نے ان لڑکیوں کو جو حال کیا میں بھی تمہارے ساتھ ایسا کر کے اپنی پیاس بجھانا چاہتی ہوں سلینا نے آنکھیں نکال کر کہا۔

سلینا کی روح والی بات سن کر میں دم بخود رہ گیا تو تم یہ سب کرتے ہو کتنے ساتھی ہو تم لوگ۔ میں نے ہمت سے کہا۔ کیونکہ وہ خود ایک قاتل تھی اور میں کتنا بے وقوف تھا اور وہ کتنی ماہر نکلی وہ مجھے اپنے پیار میں پھنساتی رہی اور میں پھنستا چلا گیا اتنی دیر سے قاتل میرے سامنے تھا اور میں بے خبر تھا۔

ہم دو ہیں میرے دوسرے ساتھی کا نام جیک ہے جیک نے ان پانچ لڑکیوں کو اپنی محبت میں پھنسایا اور انہیں ہوٹل لا کر اکے ساتھ ہوس کی اور ان کا خون چوس کر اپنا پیٹ بھی بھرا سلینا نے حقارت بھری ہنسی ہنستے ہوئے کہا سب سمجھ آ گیا تبھی تو پوسٹ مارٹم کی رپورٹ میں لکھا ہوتا تھا کہ خون کی کمی ہونے کی وجہ سے موت ہوئی اور یہ سب تو روح تھے تبھی لڑکیوں کے جسم پر ان کی ہوس کا ڈی این اے موجود نہیں ہوتا تھا مجھے دنیا گھومتی ہوئی محسوس ہو رہی میرے دل سے ٹیس اٹھ رہی تھی کہ میں نے جسے چاہا وہ آخر کیا نکلی مگر میں نے حقیقت کو قبول کیا مگر میں تمہیں اپنے ساتھ یہ سب نہیں کرنے دوں گا میں نے کہا اور جلدی سے شیشہ توڑ کر نیچے کود گیا۔

میں دہشت کے مارے اٹھ کر بیٹھ گیا دیکھا تو میں ہسپتال میں تھا میرے ارد گرد نرسیں اور ڈاکٹر موجود تھے میرے دل میں سلینا کا خوف بیٹھ گیا تھا آہستہ آہستہ سارا منظر میری آنکھوں کے سامنے گھوم گیا اور میں رونے لگا انسپکٹر ڈونلڈ اور انسپکٹر ٹام بھی میرے پاس ہی موجود تھے مجھے روتا ہوا دیکھ کر کچھ پریشان ہو گئے مجھ سے طرح طرح کے سوالات کرنے لگے کہ میں ہوٹل میں کیا کر رہا تھا کیوں تھا وہاں کس کے ساتھ تھا اور شیشے سے نیچے کیوں کودا میں نے گول مول کر کے تمام سوالوں کے جواب دیئے انکے چہروں سے لگتا تھا کہ انہوں نے میرے جوابوں کا یقین نہیں کیا مگر میں نے کوئی پرواہ نہیں کی میں سلینا کے بارے میں سب بتا کر اپنا مذاق نہیں بنانا چاہتا تھا میرے کہنے پر استقبالیہ رجسٹر لایا گیا اور یہ دیکھ کر میرے چہرے کا رنگ اڑ گیا کہ کمرے میں صرف میں اکیلا ہی موجود تھا ہوٹل والوں کا بیان بھی یہی تھا کہ میں کمرے میں اکیلا موجود تھا اس کا مطلب تھا کہ سلینا کسی کو دکھائی نہیں دے رہی تھی وہ ایک روح تھی میرے سوا وہ سب کے لیے غائب تھی صرف میں ہی اسے دیکھ سکتا تھا سب صاف سیدھا اور سمجھ میں آ گیا تھا تبھی دروازہ اندر سے مقفل ہوتا تھا کیونکہ وہ غائب ہو جاتے تھے انہیں بھلا کھڑکی یا دروازے سے باہر جانے کی کیا ضرورت تھی۔

اگلے دن میں کافی بہتر محسوس کر رہا تھا میں نے انسپکٹر ڈونلڈ کے سامنے اپنا استعفیٰ پیش کر دیا۔ انہوں نے قدرے حیرت سے چونک کر میری جانب دیکھا۔

یہ کیا ہے۔

میں ریزائن کرتا ہوں سر میں قاتل کو پکڑ نہ سکا

میں شرمندہ ہوں کہ میں ان پانچوں کو انصاف نہ دلوا سکا۔ میں نے دوٹوک جواب دیا۔

لیکن بیٹے کوشش جاری رکھو انسپکٹر ڈونلڈ نے کچھ کہنا چاہا مگر میں نے ان کی بات کاٹ دی۔

نہیں سر میں ہار مانتا ہوں اب میں اس کیس پر کام نہیں کر سکتا۔ میں نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا۔ انسپکٹر میرے استعفیٰ پر ناخوش تھے مگر کچھ نہیں بولے انسپکٹر ٹام کے علاوہ سٹاف کے دیگر لوگوں نے اور میڈیا والوں نے مجھ سے کئی سوال کئے میرا جواب ایک ہی تھا کہ میں ناکام ہو گیا ہوں بس مجھے معاف کیجئے۔

میں اپنے گھر آ کر بیڈ پر دراز ہو گیا سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں اکیلے گھر میں خوف محسوس ہونے لگا تو اٹھ کر باہر آ گیا باہر کی تازہ ہوا اور لوگوں کو دیکھ کر کچھ اطمینان ہوا اچانک سے میرے دل میں خیال آیا جس نے مجھے پریشان کر دیا میرا سکون چھین لیا وہ یہ کہ بے شک میں سلینا کے ہاتھوں سے بچ گیا ہوں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ بھی ہار مان جائے ضرور وہ اور اس کا ساتھی جیک کسی اور کو پھنسائیں گے یہ سب میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ میرا موبائل بجنے لگا میں نے فون اٹھا کر کان سے لگایا۔ فون کرنے والا انسپکٹر ٹام تھا۔

ہیلو۔ میں نے کہا۔

کورنیلس میں تمہیں اچھے سے جانتا ہوں تم ہار ماننے والوں میں سے نہیں ایسا بھی کیا دیکھا کہ تم نے جو تم استعفیٰ دینے پر آ گئے۔ انسپکٹر ٹام نے کہا۔ تو میں نے کہا۔

میں بہت پہلے سے سوچ چکا تھا کہ اگر ناکام ہوا تو ریزائن کر دوں گا جو میں نے کر دیا بچ میں میں کچھ نہیں کر سکتا اور میرے دوست تم اپنا خیال رکھنا کسی بھی ایسے شخص کی باتوں میں مت آنا جو تمہیں کہے کہ وہ تمہیں کیسے کے متعلق کچھ بتائے گا میں نے تنبیہ کرتے ہوئے کہا۔

کیا مطلب۔ ٹام نے نا سمجھنے والے انداز میں کہا۔ تو میں نے کہا۔

مطلب صاف ہے کہ میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا تھا معاف کرنا میں تمہیں پوری تفصیل نہیں بتا سکتا میں نے دوٹوک انداز میں کہا۔

کیوں۔ ٹام نے الجھتے ہوئے کہا۔

بس نہیں میں تم سے بعد میں بات کروں گا میں نے کہہ کر فون بند کر دیا اور سوچنے لگا کہ آخر کیا کیا جائے میرے دماغ میں خیال آیا اور میں چرچ کی طرف بھاگا چرچ پورا خالی تھا صرف ایک پادری موجود تھا میں نے پادری کو اعتماد میں لے کر سب سچ بتا دیا۔ جو میرے ساتھ پیش آیا تھا اور وہ پانچ لڑکیوں کا واقعہ بھی پادری نے بڑے تحمل سے میری بات سنی کیونکہ وہ بھی اس طرح کے قتل سے واقف تھا اور میری مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

ٹھیک دو دن بعد مجھے پادری کا فون آیا جس سے مجھے پتہ چلا کہ سلینا اور اس کے ساتھی جیک کو کسی نے سرعام قتل کر دیا تھا وہ قاتل مارنے تو کسی اور کو آیا تھا مگر غلطی سے سلینا اور جیک اس کا نشانہ بن گئے دونوں درد سے کراہتے رہے مگر کوئی بھی ان کی مدد کو آگے نہیں بڑھا دونوں کو گولیوں سے مارا گیا تھا سب انہیں مرتا ہوا دیکھتے رہے ان کے جسم سے سارا خون ضائع ہو گیا اور وہ وہیں مر گئے تھے۔

مجھے سلینا اور جیک کی کہانی سن کر دلی دکھ ہوا مگر جس بات سے مجھے خوشی ہوئی کہ انہیں سکون نصیب ہو گیا تھا سلینا اور جیک اب اس دنیا میں موجود نہیں تھے یہ سب پادری کی بدولت ہوا تھا اور یہ سب اس نے کیسے کیا یہ وہی جانتا تھا میں نے اس کا شکریہ ادا کر کے فون بند کر دیا دل کو اطمینان ہو گیا تھا کہ میں نے مزید جانیں ضائع ہونے سے

بچالیں سلینا اور جیک اپنی موت کا کافی بدلہ لے چکے تھے اب ان کا یہ دنیا چھوڑ کر جانا بنتا تھا کیونکہ یہ دنیا ان جیسوں کے لیے نہیں ہے بلکہ زندہ لوگوں کے لیے ہے طویل عرصہ کے بعد جب کوئی ایسا قتل دوبارہ نہ ہوا تو اس کیس کی فائل بند کردی گئی پورا شہر خوش تھا کہ قاتل پکڑا نہ گیا تو کوئی بات نہیں کم از کم قتل ہونے بند ہو گئے تھے مگر کچھ لوگ خوفزدہ تھے کہ اگر قاتل واپس آ گیا تو لڑکیوں کے والدین بھی خوش نہیں تھے وہ ہر حال میں اپنی بیٹیوں کو انصاف دلوانا چاہتے تھے لیکن حقیقت میرے علاوہ اور کوئی بھی نہیں جانتا تھا اور نہ ہی میں نے کسی کو بتانا پسند کیا پادری نے بھی میرے کہنے پر اپنی زبان پر تالا لگایا ہوا تھا پولیس کی نوکری چھوڑ کر میں بھی ایک پادری بن گیا میں آج بھی اکیلا ہوں اور دوبارہ پھر کبھی کسی لڑکی سے عشق نہیں کیا میرے دل میں آج بھی سلینا ہے یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ مر چکی ہے لیکن دل تو پاگل ہے میری کلائی پر اکثر جلن ہوتی ہے جہاں سلینا نے اپنے نوکیلے دانتوں سے مجھے کاٹا تھا وہ دو نشان اب بھی موجود ہیں جو مجھے یقین دلاتے ہیں کہ سلینا ایک حقیقت تھی میرا وہم نہیں میں ہمیشہ اس کی مغفرت کی دعا کرتا ہوں اور شکر کرتا ہوں کہ اس طرح کے قتل ہونا بند ہو گئے یقیناً سب بھول گئے ہوں گے ان قتلوں کو مگر جو نہیں بھولا وہ میں اور وہ لڑکیوں کے والدین ہوں گے جن پر یہ قیامت گزری تھی آج اس واقعہ کو چالیس سال گزر گئے ہیں لیکن آج بھی یہ واقعہ اور سلینا کا چہرہ میرے ذہن میں اور دل کی کتاب میں روشن ہے جیسے ابھی کل کی بات ہو۔

قارئین کیسی رہی میری کاوش اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازیئے گا مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا تا کہ میں پھر سے آپ کے اس سے بھی بہتر کہانی لے کر حاضر ہو سکوں۔

وہ بیتا دور

ماما کی گود اور بابا کے کندھے
نہ شادی کی فکر نہ لیو چر کے سپنے
وہ سکول کے دوست وہ کپڑے گندے
وہ گھومنا پھرنا وہ تفریح کرنا
وہ ہر عید میں کہنا ابو ہمارے نئے کپڑے
لیکن
اب کل کی ہے فکر اور ادھورے ہیں سپنے
مڑ کے دیکھو تو بہت دور ہیں اپنے
منزلوں کو ڈھونڈتے ہوئے کہیں کھو گئے ہم
اور کتنی جلدی بڑے ہو گئے ہم

شاہد اقبال۔ چتوکی

عبدالباسط کے نام

ٹھکرا کر محبت میری تمہیں جانے کا ارادہ ہے
مجھے کسی کے کس موڑ پہ لانے کا ارادہ ہے
یہ جو آپ خفا خفا سے رہنے لگے ہو
یہ پیار کا عروج ہے یا چھوڑ جانے کا ارادہ ہے
جاتے جاتے یہ تو بتا جاؤ
میرے پیار میں کمی تھی یا کسی اور سے دل لگانے کا ارادہ ہے
میری بعد میری یاد تو مڑ کے نہ دیکھنا اے دوست
کیونکہ تیرے بعد میرا بھی اس دنیا کو چھوڑ جانے کا ارادہ ہے

شاہد اقبال۔ چتوکی

خمیازہ

۔۔تحریر۔ثمینہ طاہر بٹ۔جھگٹ پورہ لاہور۔۔

پوچھو ان سے عبدالکریم تم جو بار بار کہہ رہے ہو نادان بچے ہیں غلطی ہو گئی ان سے تو جانتے ہو ان کی چھوٹی موٹی شرارتیں اور غلطیاں تو ہم نے کبھی پکڑی نہیں کیونکہ جس طرح ہم اپنے بچوں سے پیار کرتے ہیں یہ بچے بھی ہمیں پیارے لگتے ہیں اللہ کی مخلوق ہیں یہ بھی مگر اس دن ان سب نے حد ہی کر دی تھی پہلے تو احاطے والے مزار شریف پر جا کر دھما چوکڑی مچائی اور پھر اپنی کسر اس لڑکے نے پوری کر دی جھنڈ والے احاطے میں جوتوں سمیت گھستا چلا آیا تمہیں پتا ہے عبدالکریم دادا جی کی برسی تھی اس روز اور درس قرآن پاک ہو رہا تھا اس قدر مقدس محفل اس قدر پاک ماحول اور ایسے میں یہ نالائق چھپن چھپائی کھیلتا ہوا اسی جگہ چھپنے کے چکروں میں گھس آیا اپنے گندے جوتوں سے ساری چاندنیاں خراب کریں اور تو اور اندھا دھند دوڑتا ہوا آیا۔اور اپنے دھیان بیٹھے درس پاک سنتے ہوئے ہمارے معزز مہمانوں کے ہاتھ اور پاؤں کچل ڈالے اور پھر اسی پر ہی بس نہیں کیا سیدھا قاضی صاحب کے اوپر ہی چڑھتا چلا گیا اب تم خود بتاؤ کہ کیا یہ غلطی تھی اس قابل کہ میں انہیں معاف کر دیتا۔شاہ میر نے غصے سے کہا۔میں مانتا ہوں عبدالجلال غلطی ہو گئی ہے ان سب سے معاف کر دو انہیں یہ تو نادان ہیں مگر تم تو دانا و بینا ہو ناں اپنی دانائی کا ثبوت دو اور ایک بار معاف کر دو انہیں میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اب آئندہ ایسا نہیں ہوگا کم از کم اس خاندان کا کوئی بچہ اب کبھی کھیلنے کے لیے قبرستانوں اور ویرانوں کا رخ نہیں کرے گا۔کیوں محمد نذیر صاحب میں ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں۔جی جناب آپ بالکل درست فرما رہے ہیں میں اس خاندان کا بزرگ ہونے کے ناطے اپنی ذمہ داری پر وعدہ کرتا ہوں کہ اب ہمارا کوئی بچہ بلاوجہ ایسی جگہوں پر نہیں جائیگا انہوں نے فوراً ہی عبدالکریم صاحب کی ہاں میں ہاں ملا کر پکا وعدہ کیا تو وہ ایک بار پھر شاہ میر عبدالجلال کی طرف متوجہ ہو گئے۔لو عبدالجلال یہ پانی پی لو انہوں نے پانی سے بھرا گلاس ایک بار پھر شاہ میر کی طرف بڑھایا تو وہ انہیں دیکھنے لگا۔ٹھیک ہے عبدالکریم۔اگر یہ لوگ وعدہ کرتے ہیں تو آخری بار انہیں معاف کرنے کو تیار ہوں لیکن بتا دینا ان کو اب اگر انہوں نے ایسی ویسی کوئی حرکت کی تو ذمہ دار یہ خود ہوں گے۔شاہ میر نے ان کے ہاتھ سے گلاس پکڑتے ہوئے کہا پھر جیسے ہی اس نے پانی سے بھرا گلاس منہ کے قریب کیا تو کمرے میں موجود تمام نفوس ایک بار پھر دہشت زدہ ہو گئے کیونکہ پلک جھپکتے ہی پانی ایسے غائب ہو گیا تھا جیسے کسی نے اسٹرا کے ذریعے یکلخت ہی کھینچ لیا ہو۔۔۔ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔

اوائل جون کی تپتی دوپہر تھی گرمی کا وہ عالم کہ چیل بھی انڈہ چھوڑ کر بھاگ جائے۔ سڑکیں سنسان اور گلیاں جیسے ایک دم ویران ہو گئی تھیں انسان تو انسان چرند پرند بھی اس جلتے بلتے موسم کی سختی اور اس دھوپ کی تپش سے بچنے کے لیے کونوں کھدروں میں پناہ لے چکے تھے ایسے میں

بڑے سے بڑا جگر والا بھی قبرستان کے نام
سے ہی ہول اٹھتا ہوگا مگر بچپن تو پھر بچپن ہی ہے نہ
اسے کسی کا ڈر نہ خوف نہ آنے والے وقت کا خیال
اور نہ ہی گزرتے وقت کی پرواہ۔ اس تپتی سلگتی
دوپہر میں شہر کے سب سے پرانے اور بڑے
قبرستان کے ایک طرف بنے الگ تھلگ سے
احاطے میں جو گھنے درختوں کی چھاؤں کی وجہ سے
اس موسم میں بھی خوب ٹھنڈا اور پرسکون ہو رہا تھا
چند بچے چھپن چھپائی کھیلنے میں مشغول تھے یہ بچے
نزدیکی محلے کے رہنے والے محمد نذیر کے بھانجا
بھانجی بھتیجے بھتیجیاں اور خود ان کے اپنے بچے تھے
۔ان کی بہن بچوں کے ساتھ چھٹیاں منانے آئی
ہوئی تھی اور تو ان کا تقریباً ہر سال کا معمول تھا کبھی
وہ گوجرانوالہ آجاتے تو کبھی ان کے ماموں زاد
ان کے پاس لاہور چلے جاتے

شاہ میر کہاں چھپے بیٹھے ہو تم کب سے ڈھونڈ
رہے ہیں لیکن یہ میر کا بچہ جانے کس کونے میں گھس
کر بیٹھ گیا ہے کہ دکھائی نہیں دے رہا ہے۔

شاہ میر شاہ میر باہر آجاؤ یار ہم ہار گئے تم
جیت گئے بس اب تو آجاؤ۔ باہر فرحان نے اپنے
پھوپھو زاد شاہ میر کو ڈھونڈنے کے ہر کوشش میں
ناکام ہونے کے بعد با آواز بلند اپنی ہار کا اقرار
کرتے ہوئے پکارا تھا تا کہ وہ جہاں بھی ہو جیت
جانے کی خوشی اسے باہر کھینچ لائے مگر اس کے باقی
تمام کزنز سمیت اس کی بھی یہ کوشش ناکام ہی رہی
تھی اور شاہ میر کہیں سے بھی آتا نظر نہیں آرہا تھا۔

دیکھا میں تم لوگوں کو پہلے ہی منع کر رہی تھی
ناں کہ اس بھری دوپہر میں اس سنسان ویران جگہ
پر کھیلنے کا پروگرام مت بناؤ۔ اب دیکھا ناں ہو گیا
ناں شاہ میر گم میری تو کوئی سنتا ہی نہیں اب ہم
پھوپھو کو کیا جواب دیں گے اور امی ابو تایا ابو ہائے
میرے اللہ امی تو میرا قیمہ بنا دیں گی سب سے بڑا
ہونا بھی نرا عذاب ہی ہے اب سب کے سوالوں
کے جواب بھی مجھے ہی دینے پڑیں گے اور سب
سے زیادہ مار بھی مجھے ہی کھانی پڑے گی ان تمام کزنز
میں شمیم سب سے بڑی تھی اور جتنی بڑی تھی اتنی ہی
ڈرپوک بھی۔

ماں باپ کا سب سے زیادہ رعب بھی اس پر
تھا تو چھوٹے بھائی بہنوں کی ذمہ داری بھی اس
بے چاری کے ناتواں کندھوں پر رہتی تھی جو ایک
سے بڑھ کر ایک شرارتی اور لفنگے تھے شمیم اکثر ان
کی شرارتوں کی بھینٹ چڑھتی رہتی تھی اور پھر ان
کی شرارتوں کی وجہ سے امی جان کے دھموکے بھی
کھاتے رہتی تھی اس لیے شاہ میر کی گمشدگی نے
سب سے زیادہ اس کے ہی اوسان خطا کیے تھے۔

فرقان۔ عدنان خدا کے لیے ڈھونڈو کہیں
سے شاہ میر کو اگر وہ نہ ملا تو ماموں اور مامی تو بعد
میں کوئی ایکشن لیں گے امی ضرور بے ہوش ہو
جائیں گی یہ خبر سن کر اور پھر ابو ہمیں کبھی ماموں کی
طرف نہیں آنے دیں گے۔

خدایا کیا کریں اب

ارے کچھ تو کرو تم لوگ اب ایسے کیوں
کھڑے ہو گئے ہو پتھر بن کر۔

شمیم کا واویلا ابھی ختم بھی نہیں ہوا تھا کہ ماہ
رخ شاہ میر کی بڑی بہن دہائیاں دینے لگی۔ اس کا
حال بھی کچھ شمیم جیسا ہی تھا بڑی ہونے کے ناطے
زیادہ پوچھ گچھ ہمیشہ اسی سے ہوتی تھی۔

ارے بیٹا آج پھر آگئے ادھر تم لوگ شور
مچانے کے لیے منع کیا تھا ناں تم لوگوں کو ادھر مت
آنا لیکن تم لوگ بھی تاں باز نہیں آتے ہو شرارتیں
کرنے سے لگاتا ہوں تم لوگوں کی شکایت بڑے
ڈار صاحب کی وہ ہی کان کھینچیں گے تم لوگوں کے
میری تو سنتے ہی نہیں ہو تم لوگ اور یہ تم رو کیوں
رہی ہو دونوں۔ کیا ہوا چوٹ لگی ہے کہیں یا پھر

ڈر گئی ہو تم۔

قبرستان کے رکھوالے منگو بابا نے انہیں پریشان حال روتے ہوئے دیکھ کر پہلے تو خوب ڈانٹا مگر پھر شمیم اور ماہ رخ کو بری طرح سے روتا دیکھ کر خود بھی پریشان ہو گئے۔

نہیں بابا نہیں ابھی تو چوٹ نہیں لگی ابھی تو چوٹیں لگیں گی جب ہم لوگ شاہ میر کے بغیر گھر جائیں گے اور امی اور ماموں کے سوالوں کے ساتھ ساتھ ان کی مار بھی کھائیں گے تو چوٹیں تو پھر لگیں گی ابھی تو ہم اس لیے رو رہے ہیں کہ شاہ میر گم ہو گیا ہے ہر جگہ دیکھ چکے ہیں اسے مگر وہ کہیں بھی نہیں مل رہا۔

ماہ رخ نے روتے ہوئے اپنے اکلوتے چھوٹے بھائی کی گمشدگی کی خبر سنائی تو بابا منگو بھی پریشان ہو گیا۔ پھر انہوں نے ایک بار پھر شاہ میر کی تلاش میں دوڑ بھاگ شروع کر دی جلد ہی انہیں احاطے سے باہر کافی دور درختوں کے جھنڈ کے پاس شاہ میر گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھا ہوا نظر آیا اسے اس طرح اچانک اپنے سامنے دیکھ کر وہ سب اس قدر خوش ہوئے کہ اس سے یوں غائب ہونے اور پھر آپوں آپ ہی مل جانے کے بارے میں بھی پوچھنا یاد نہیں رہا۔ مگر منگو بابا اسے اس طرح اور اس جگہ بیٹھے دیکھ کر وہ سے زیادہ پریشان نظر آنے لگے۔

شاہ میر بیٹے تم کیسے آ گئے یہاں۔ اور اس طرح کیوں بیٹھے ہو بچے کیا تمہیں ان سب کے پکارنے کی آوازیں سنائی نہیں آ رہی تھیں۔

بابا نے اسے سہارا دے کر اٹھاتے ہوئے پوچھا تو وہ بے حد عجیب نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا اس کی آنکھیں غیر معمولی سرخ ہو رہی تھیں اور چہرہ بھی لال بھبھوکا ہو رہا تھا بال اور کپڑے پسینے سے اس طرح بھیگے ہوئے تھے جیسے ابھی ابھی کپڑوں سمیت نہا کر آیا ہو۔۔

شمیم پتر مجھے کچھ اچھے آثار دکھائی نہیں دے رہے ہیں اس لیے تم لوگوں کو منع کرتا تھا کہ بھری دوپہروں میں یہاں نہ آیا کرو اللہ خیر کرے اب جانے کیا ہونے والا ہے شاہ میر کو خالی خالی اجنبی نگاہوں سے اپنی جانب تکتے پا کر بابا منگو نے اپنی پریشانی کا اظہار کچھ اس طرح کیا کہ تمام بچوں کے دل میں خوف سا ابھر آیا۔

جلد ہی بابا منگو کے اس خوف نے پوری فیملی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا شام تک شاہ میر سخت بخار میں مبتلا ہو چکا تھا۔ اس کا جسم ایسے جل رہا تھا جیسے بھٹی سارے گھر والے اس کی حالت دیکھ کر پریشان ہو چکے تھے اور پھر اسی پریشانی میں لاہور فون کر کے مصطفیٰ صاحب کو بھی بلا لیا گیا انہوں نے جب اکلوتے بیٹے کی یہ حالت دیکھی تو ان کا دل جیسے بیٹھ سا گیا۔ فوری طور پر انہوں نے اسے گاڑی میں ڈالا اور لاہور بھاگے وہاں اسے شہر کے سب سے بڑے اور اچھے ہاسپٹل میں داخل کروا دیا گیا مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی اس کی حالت سنبھلنے میں ہی نہیں آ رہی تھی وہ اس دن سے جیسے گم صم ہو چکا تھا جانے خلاؤں میں کیا کھوجتا رہتا تھا۔ اور جب چلانے پر آتا تو سارا ہاسپٹل سر پر اٹھا لیتا کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ بڑے سے بڑے ڈاکٹر کو دکھایا جا رہا تھا مگر بے سود۔

مصطفیٰ صاحب ناہید بیگم اور ماہ رخ بے حد پریشان تھے ان کی زندگی کا رخ جیسے ایک دم سے بدل گیا تھا شاہ میران کا بے حد لاڈلا اور چاہا جاتا تھا پورے گھر میں بلکہ پورے خاندان کی رونق اور جان ہو جیسے۔ اور اب اس کی ذری حالت دیکھ دیکھ کر وہ سب بے جان ہوتے جا رہے تھے

مصطفیٰ صاحب ہم سے جو کچھ بھی ہو سکتا تھا ہم
کر چکے اس سے آگے ہماری ڈاکٹری ہماری
سائنس بے بس ہو چکی ہے آپ شاہ میر کو لے کر گھر
جائیں اور اس کے لیے دعا کریں کہ اللہ اسے
صحت عطا فرمائے۔ اب اس سے زیادہ ہم آپ
کی مدد نہیں کر سکتے۔

پندرہ دن تک ہر طرح کی ناکام کوششیں
کرنے کے بعد ڈاکٹرز نے انہیں جواب دے دیا
تھا اور اس خبر نے اس فیملی کے صحیح معنوں میں ہوش
اڑا دیئے تھے ناہید بیگم کے آنسو رکنے میں نہیں
آرہے تھے اور مصطفیٰ صاحب کی تو لگتا تھا جیسے کمر
ہی ٹوٹ گئی ہو۔

اللہ۔۔اللہ مجھے معاف کردے اللہ۔ یا اللہ
غلطی ہوگئی مجھ سے معافی۔ معافی۔ شاہ میر کی
چیخوں سے پورا گھر گونج رہا تھا دو ماہ سے اوپر
ہو چکے تھے ہر طرح کا علاج کروایا جا چکا تھا دم
درود جھاڑ پھونک تعویذ دھاگے کچھ بھی کام نہیں
آرہا تھا۔ شاہ میر کی حالت دیکھ دیکھ کر سب کانوں
کو ہاتھ لگاتے تھے اور تو اور ماہ رخ سمیت تمام
کے تمام بچے اپنی دھیما چوکڑیاں بھلا چکے تھے شاہ
میر کی حالت نے ان سے جیسے ان کی شوخیاں ہی
چھین لی تھیں اس فیملی میں ہر طرف ڈر اور خوف کا
راج سا ہو گیا تھا۔

اس وقت بھی مصطفیٰ صاحب جمعہ کی نماز پڑھ
کر مسجد سے آئے تھے اور بے حد مایوسی کے عالم
میں سر جھکائے بے سدھ لیٹے شاہ میر کے سرہانے
بیٹھے تھے اس کے دوسری طرف ناہید بیگم بیٹھی سورہ
یاسین کی تلاوت کر رہی تھی اور اسی کمرے میں
ایک طرف کونے میں جائے نماز بچھائے ہوئے
ماہ رخ رو رو کر اپنے بھائی کی زندگی تندرستی
اور سلامتی کی دعائیں مانگ رہی تھی۔

بھائی جان کھانا یہیں لے آؤں یا ڈائننگ
ٹیبل پر لگا دوں ان کی پرانی خاندانی ملازمہ جمیلہ
بی جسے دونوں بچے خالہ بی کہتے تھے نے اندر آکر
مصطفیٰ صاحب سے پوچھا تو انہوں نے نفی میں
سر ہلا کر کھانے سے منع کر دیا۔

لیکن بھائی جان باجی نے بھی صبح سے کچھ
نہیں کھایا اور ماہ رخ بے چاری بھی۔۔۔؟

اللہ۔۔اللہ۔۔معافی۔۔اللہ معاف کر
دے اللہ ابھی جمیلہ بی کا جملہ بھی پورا نہیں ہوا تھا
کہ شاہ میر کی حالت بگڑنے لگی وہ دونوں ہاتھ
جوڑے کمرے میں لگے جابجا قرآنی آیات
والے قطعوں اور خطاطی کے اعلیٰ نمونوں سے
مزین پورٹریٹس کے سامنے جھکتا جا رہا تھا دیکھتے ہی
دیکھتے اس نے زور زور سے چیخنا چلانا شروع
کر دیا۔ اس کا جسم بیڈ پر سے دو دو فٹ اوپر اچھل
رہا تھا وہ کسی کے قابو نہیں آرہا تھا اس کا شور سن کر
گھر کے دوسرے ملازم بھی اندر بھاگے آئے تھے
اور اب مصطفیٰ صاحب کے ساتھ مل کر شاہ میر کو قابو
کرنے کی کوشش میں مصروف ہو گئے تھے۔ مگر اس
وقت اس میں جانے کہاں سے اتنی طاقت آگئی تھی
کہ وہ ان تینوں بندوں مصطفیٰ صاحب جمیلہ بی
اور شہور منور اور بیٹے انور، کے قابو بھی نہیں آرہا تھا
اس کی حالت نے کمرے میں موجود دونوں
خواتین اور ماہ رخ کی بھی چیخیں نکلوا دی تھیں
اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کا سر ایک دم گھوم گیا
اس طرح کے اس کا چہرہ پیچھے کی طرف ہو گیا اس
کی یہ حالت دیکھ کر ناہید بیگم اور ماہ رخ بے ہوش
ہو گئیں۔ اور جمیلہ بی مارے وحشت کے کانپنے
لگیں۔ کانپ تو مصطفیٰ صاحب منور بھی رہے تھے
مگر وہ مرد تھے اس لیے خود پر قابو رکھ کر میر کو
سنبھالنے کی کوشش کر رہے تھے۔

نہیں چھوڑوں گا۔ کسی کو بھی نہیں چھوڑوں گا

۔ایک ایک سے بدلہ لوں گا چن چن کر ماروں گا تم سب کو کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑوں گا گیارہ سالہ شاہ میر کے منہ سے نکلنے والی آواز ہرگز بھی گیارہ سالہ بچے کی نہیں تھی بے حد بھاری مردانہ غصہ سے بھری ہوئی گڑگڑاتے بادلوں جیسی گھن گرج والی آواز شاہ میر کی ہرگز نہیں تھی۔

کون ہو تم۔ اور کیا بگاڑا ہے میرے بچے نے تمہارا کیوں پیچھے پڑ گئے ہو اس معصوم کے تمہیں اللہ کا واسطہ ہے جان چھوڑ دو ہماری ارے ہماری تو کسی انسان کے ساتھ بھی دشمنی نہیں رہی تو پھر کسی دوسری مخلوق سے دشمنی کیسے مول لے سکتے ہیں ہم بھلا۔

مصطفیٰ صاحب سے بیٹے کی حالت دیکھی نہ گئی تھی تو انہوں نے روتے ہوئے اس کے سامنے ہی ہاتھ جوڑ دیئے۔

اب کیوں معافیاں مانگ رہے ہو پہلے اپنے بچوں کو کھلی چھوٹ دیتے ہو انہیں تمیز تہذیب سکھانے کی بجائے لاڈ پیار میں اتنا بگاڑ دیتے ہو کہ یہ چھوٹے بڑے اچھے برے کی تمیز بھول جاتے ہیں نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں بے ادب بدتمیز اور بے ہودہ ہو جاتے ہیں اور تم لوگ تم انسان انکی ایسی حرکتوں کو ان کی شرارتیں سمجھ کر خوش ہوتے ہو ارے واہ کسی کی جان گئی اور آپ کی ادا ٹھہری بس بہت برداشت کر لیا میں نے اب اور نہیں اب تو سزا ملے گی اور ملی کرتی رہے گی۔ اس لڑکے کو تو میں نے نہیں چھوڑنا اور اس کے بعد باقی کے ان سارے بچوں کی بھی باری آئے گی جو بھری دوپہروں میں سنسان قبرستان کو کھیل کا میدان سمجھ کر کدکڑے لگاتے پھر رہے تھے۔

بس عبدالجلال بس۔ بہت ہو گیا۔ ان بچوں کی غلطی سے زیادہ تم ان کو سزا دے چکے ہو اب کیا جان لو گے ان معصوموں کی۔

کمرے کے کھلے دروازے کی جانب سے ابھرنے والی آواز نے ان سب کے ساتھ ساتھ شاہ میر کو بھی جیسے چونکا دیا۔ دروازے سے چند قدم آگے محمد نذیر اور محمد لطیف کھڑے تھے اور ان کے درمیان ایک دراز قد باریش نورانی صورت والا جوان جس نے آسمانی سادہ سا لباس پہن رکھا تھا کھڑا تھا۔ اس کے سر پر سفید عمامہ بندھا ہوا تھا۔ اس کا سفید نورانی چہرہ سیاہ چمکدار داڑھی سے سجا تھا اس کے پورے وجود سے جیسے نور کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں اور آنکھوں میں ایک خاص قسم کی چمک جس سے شاہ میر پریشان نظر آنے لگا تھا

اوہ عبدالکریم۔ تو آ گئے تو میرا راستے کا منع کیا تھا ناں میں نے تمہیں کہ میرا پیچھا چھوڑ دو میں نہیں معاف کروں گا کسی کو بھی۔ نہیں ہرگز نہیں نہیں چھوڑوں گا کسی کو بھی۔

شاہ میر کے حلق سے ایک بار پھر بھاری گرج دار آواز نکلی اور اس کے ساتھ ہی وہ ایک بار پھر تڑپنے اور اچھلنے لگا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کی گردن ایک بار پھر مڑ کر پیچھے جا لگی اور کی حالت نے ایک بار پھر ناہید بیگم اور جمیلہ بی اور ماہ رخ کی چیخیں نکلوا دیں تھیں۔

بھائی جان میرا بچہ۔ میرا میر۔ بھائی جان ۔ناہید بیگم روتی ہوئی بھائیوں کی طرف بڑھیں اور ان کی بانہوں میں جھول گئی۔ یہی حال ماہ رخ کا بھی ہوا تھا۔

محمد لطیف صاحب آپ ان بیبیوں کو باہر لے جائیں اور جب تک میں نہ کہوں انہیں کمرے میں نہ آنے دیا جائے اور ایک گلاس پانی منگوا دیجئے مجھے عبدالکریم صاحب نے بیڈ کے پاس پڑی ہوئی کرسی پر اطمینان سے بیٹھتے ہوئے کہا تو شاہ میر نے بے حد غصہ سے انہیں گھورا۔

عبدالکریم سنا نہیں تم نے میں نے کیا کہا ہے۔ جاؤ چلے جاؤ یہاں سے اور ان کو انکے حال پر چھوڑ دو میں اپنا بدلہ لیے بغیر نہیں رہوں گا۔ عبدالجلال کی آواز شاہ میر کے حلق سے پھر برآمد ہوئی تھی مگر عبدالکریم صاحب نے اس کا کوئی اثر نہیں ہو وہ اطمینان سے اس پانی پر دم کرنے میں مصروف رہے جو انہیں انور نے لا کر پکڑایا تھا۔

عبدالجلال ضد چھوڑ دو کیا ملے گا تمہیں بدلہ لے کر یہ بچے تو نادان ہیں تم تو سمجھدار ہو ناں جانتے ہو اچھی طرح سے کہ بدلے اور انتقام کی راہ کس قدر خطرناک ہوتی ہے مسلمان ہو ناں تم بھی تو پھر اپنے نبی پاک ﷺ کا فرمان کیسے بھول سکتے ہو کہ بدلہ لینے کی طاقت رکھتے ہوئے بھی معاف کر دینا سب سے افضل عمل ہے تو تم بھی معاف کر دو ان کی نادانی اور لو یہ پانی پی لو۔ اس کی برکت سے تمہارا غصہ بھی کم ہو جائے گا اور تمہیں فیصلہ کرنے میں بھی آسانی ہو جائے گی میری بات مان لو عبدالجلال کیونکہ یہ تو تم بھی جانتے ہو کہ ہماری طرح تمہاری بھی کچھ حدود مقرر ہیں اور اگر تم ان سے تجاوز کرو گے تو بلاشبہ نافرمانوں میں شمار ہو گے اور تم جو ایک نیک اور اچھے قبیلے سے تعلق رکھتے ہو نیکو کاروں میں شمار ہوتا ہے تمہارا اور تمہارے بزرگوں کا تو کیا تم چاہو گے کہ ایک معمولی ضد اور غصہ اور انتقام کی وجہ سے تم دھتکار دیئے جاؤ تمہاری وجہ سے تمہارا قبیلہ بدنام ہو جائے کیا تم پسند کرو گے بتاؤ مجھے عبدالجلال کیا تمہیں اچھا لگے گا۔

تم ٹھیک کہہ رہے ہو عبدالکریم میں واقعی نہیں چاہتا تھا کہ اپنی حدود سے تجاوز کر کے نافرمان اور گستاخ بن جاؤں اپنے غصہ اور انتقام کی آگ میں اپنے معزز قبیلے کا نام بدنام کر ڈالوں مگر میں کیا کرتا تم خود انصاف کرو کتنی بار منع کیا ان انسانوں اور ان کے بچوں کو اس منگو بابا کو بھی کئی بار سختی سے تنبیہہ کی کہ ان بچوں کو منع کرے مگر یہ بچے یہ شرارتی اور نافرمان بچے کسی کی سنتے ہی نہیں اور ان بچوں کے ساتھ ساتھ ان کے والدین کا بھی پورا پورا قصور ہے خاص طور پر انکی مائیں جو خود تو گرمیوں کی بھری دوپہروں میں پنکھے چلا کر ٹھنڈے نیم تاریک کمروں میں سو جاتی ہیں اور بچوں کو باہر نکال دیتی ہیں آوارہ اور لور لور پھرنے کے لیے اور یہ بھی نہیں سوچتیں کہ ان سے زیادہ حفاظت کی ضرورت ان معصوم پھولوں کی ہوتی ہے جو ذرا سی گرمی سے جھلس جاتے ہیں مرجھا جاتے ہیں مگر یہ عورتیں ان کو تو اپنے آرام اور باتوں سے ہی فرصت نہیں ملتی یہ کیا رکھیں گی خیال بچوں کا میرے اور میرے دوسرے ساتھیوں کے بار بار منع کرنے کے باوجود بھی یہ باز نہیں آئے تو مجھے انہیں سبق سکھانے کے لیے آنا ہی پڑا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر شاہ میر نے بے حد غصے سے کہتے ہوئے باری باری مصطفیٰ صاحب اور ناہید بیگم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو دروازے سے باہر کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھیں۔

پوچھو ان سے عبدالکریم تم جو بار بار کہہ رہے ہو نادان بچے ہیں غلطی ہوگئی ان سے تو جانتے ہو ان کی چھوٹی موٹی شرارتیں اور غلطیاں تو ہم نے کبھی پکڑی نہیں کیونکہ جس طرح ہم اپنے بچوں سے پیار کرتے ہیں یہ بچے بھی ہمیں پیارے لگتے ہیں اللہ کی مخلوق ہیں یہ بھی مگر اس دن ان سب نے حد ہی کر دی تھی پہلے تو احاطے والے مزار شریف پر جا کر دھیما چوکڑی مچائی اور پھر اپنی کسر اس لڑکے نے پوری کر دی جھنڈ والے احاطے میں جوتوں سمیت گھستا چلا آیا تمہیں پتا ہے عبدالکریم دادا جی کی برسی تھی اس روز اور درس قرآن پاک ہو رہا تھا اس قدر مقدس محفل اس قدر

پاک ماحول اور ایسے میں یہ نالائق چھپن چھپائی کھیلتا ہوا اسی جگہ چھپنے کے چکروں میں گھس آیا اپنے گندے جوتوں سے ساری چاندنیاں خراب کریں اور تو اور اندھا دھند دوڑتا ہوا آیا۔ اور اپنے دھیان بیٹھے درس پاک سنتے ہوئے ہمارے معزز مہمانوں کے ہاتھ اور پاؤں کچل ڈالے اور پھر اسی پر ہی بس نہیں کیا سیدھا قاضی صاحب کے اوپر ہی چڑھتا چلا گیا اب تم خود بتاؤ کہ کیا یہ غلطی تھی اس قابل کہ میں انہیں معاف کر دیتا۔ شاہ میر نے غصے سے کہا۔

میں مانتا ہوں عبدالجلال غلطی ہو گئی ہے ان سب سے معاف کر دو انہیں یہ تو نادان ہیں مگر تم تو دانا و بینا ہو ناں اپنی دانائی کا ثبوت دو اور ایک بار معاف کر دو انہیں میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اب آئندہ ایسا نہیں ہوگا کم از کم اس خاندان کا کوئی بچہ اب کبھی کھیلنے کے لیے قبرستانوں اور ویرانوں کا رخ نہیں کرے گا۔ کیوں محمد نذیر صاحب میں ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں۔

جی جناب آپ بالکل درست فرما رہے ہیں میں اس خاندان کا بزرگ ہونے کے ناطے اپنی ذمہ داری پر وعدہ کرتا ہوں کہ اب ہمارا کوئی بچہ بلاوجہ ایسی جگہوں پر نہیں جائیگا انہوں نے فوراً ہی عبدالکریم صاحب کی ہاں میں ہاں ملا کر پکا وعدہ کیا تو وہ ایک بار پھر شاہ میر عبدالجلال کی طرف متوجہ ہو گئے۔

لو عبدالجلال یہ پانی پی لو انہوں نے پانی سے بھرا گلاس ایک بار پھر شاہ میر کی طرف بڑھایا تو وہ انہیں دیکھنے لگا۔

ٹھیک ہے عبدالکریم۔ اگر یہ لوگ وعدہ کرتے ہیں تو آخری بار انہیں معاف کرنے کو تیار ہوں لیکن بتا دینا ان کو اب اگر انہوں نے ایسی ویسی کوئی حرکت کی تو ذمہ دار یہ خود ہوں گے۔ شاہ میر نے ان کے ہاتھ سے گلاس پکڑتے ہوئے کہا پھر جیسے ہی اس نے پانی سے بھرا گلاس منہ کے قریب کیا تو کمرے میں موجود تمام نفوس ایک بار پھر وحشت زدہ ہو گئے کیونکہ پلک جھپکتے ہی پانی ایسے غائب ہو گیا تھا جیسے کسی نے اسٹرا کے ذریعے یکلخت ہی کھینچ لیا ہو۔

ٹھیک ہے عبدالکریم۔ جا رہا ہوں میں اور وہ بھی صرف تمہارے کہنے پر اور ویسے بھی ٹھیک کہا تھا تم نے یہ محمد مصطفیٰ صاحب اور محمد نذیر اچھے انسان ہیں رحم دل اور نیک یاد رکھنا تم لوگ تمہاری رحمدلی اور نیکی نے بھی تمہیں بچانے میں اہم کردار ادا کیا ہے اب چلتا ہوں میں۔

لیکن ان لوگوں کو کیسے پتہ چلے گا عبدالجلال کہ تم چلے گئے ہو جاتے جاتے کوئی نشانی تو دے کر جاؤ تا کہ یہ مانیں کہ تم نے انہیں معاف کر دیا اور واپس چلے گئے ہو عبدالکریم نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

تو پھر ٹھیک ہے تم سنبھالو انہیں میں تو چلا اور اس کے ساتھ ہی شاہ میر لہرا کر ایک طرف بے ہوش ہو کر گر پڑا اور اس کے ساتھ ہی کمرے کی کھڑکی کے سامنے پڑا بھاری پردہ خود بخود اوپر کی طرف اٹھ گیا اور اس کے ساتھ ہی بند کھڑکی کا شیشہ اس بری طرح تڑخ گیا جیسے کسی نے بھاری بھرکم گیند پوری قوت سے ان پر دے ماری ہو محمد مصطفیٰ صاحب آپ کا بیٹا اب ماشاء اللہ بالکل ٹھیک ہے اب آپ احتیاط کیجئے گا اور بچوں کو ایسی خطرناک اور سنسان جگہوں پر مت جانے دیا کریں۔

شاہ میر کو ہوش آیا تو عبدالکریم صاحب نے اسے بھی دم کیا ہوا پانی پلایا اس کے ساتھ ساتھ ماہ رخ کو بھی پانی پلایا گیا انہوں نے ناہید بیگم اور مصطفیٰ کو بہت کچھ پڑھنے کے لیے بھی بتایا اتنی

دیر میں شاہ میر بالکل ہوش میں آ چکا تھا اس کا ہاتھ محمد مصطفیٰ کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے عبدالکریم صاحب نے کہا تو ان کی آنکھوں میں مارے تشکر کے آنسو بہنے لگے۔

ہم آپ کا احسان کیسے اتاریں گے عبدالکریم صاحب آپ کو تو اللہ پاک نے ہمارے لیے فرشتہ بنا کر ہی بھیجا ہے آپ بتائیں ہم آپ کی کیا خدمت کریں۔ مصطفیٰ صاحب ان کے ہاتھ چومتے ہوئے بھیگے لہجے میں کہا تو وہ مسکرانے لگے۔

نہیں نہیں محمد مصطفیٰ صاحب ایسا مت کہیں آپ میں بھی اللہ کا ایک معمولی بندہ ہوں اور اس کے حکم پر ہی آپ کی مدد کے لیے آیا ہوں آپ مجھے شرمندہ مت کریں مجھے کچھ بھی نہیں چاہیے سوائے دعاؤں کے بس میرے حق میں دعا کر دیا کریں اور ہاں جیسا کہ عبدالجلال نے کہا آپ رحمدل اور نیک انسان ہیں اللہ نے آپ و بہت نواز رکھا ہے اس کی خاص رحمت ہے آپ پر آپ اس کی دی ہوئی نعمتوں سے اس کی مخلوق کی ہمیشہ مدد کرتے رہیے گا۔ جس طرح پہلے حقداروں کی مدد کرتے آئے ہیں اپنی یہ روش ہمیشہ جاری رکھئے گا بس یہ ہی ہماری خدمت ہوگی عبدالکریم صاحب نے سب سے ہاتھ ملایا اور حویلی سے باہر چلے گئے۔

محمد مصطفیٰ ہم تم سے بے حد شرمندہ ہیں کہ ہم بچوں کے ماموں ہونے کا حق ادا نہیں کر سکے بچے ہم سے ملنے آتے ہیں تو ان کی حفاظت بھی ہماری ہی ذمہ داری ہوتی ہے مگر ہم سے چوک ہوگی اور منگو بابا کے بارہا بتانے کے باوجود ہم نے بچوں پر توجہ نہ دی اور نہ ہی سختی کی بس یہ ہی سوچتے رہے کہ بچے ہی تو ہیں اگر یہ شرارتیں نہیں کریں گے تو پھر کون کرے گا مگر انکی شرارتیں اور ہماری لاپرواہی ہمارے شاہ میر کو اس حالت تک لے آئے گی اگر مجھے ذرا سا بھی اندازہ ہوتا تو میں کبھی بھی یہ لاپرواہی نہ کرتا۔ ہمیں معاف کر دو مصطفیٰ ہماری وجہ سے تم سب کو یہ عذاب جھیلنا پڑا محمد نذیر صاحب نے بہن اور بہنوئی سے معافی مانگی تو وہ شرمندہ ہو گئے۔

ارے نہیں بھائی جان آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں یہ سب تکلیفیں تو ہماری قسمت میں لکھی تھیں یہ تو اللہ کی طرف سے آزمائش تھی اور شکر ہے کہ اس کی ہی مدد سے ہم اس آزمائش سے باہر آنے میں کامیاب ہو گئے۔

ویسے بھائی جان یہ عبدالکریم صاحب آپ کو کہاں ملے انہیں تو واقعی میں اللہ نے ہمارے لیے فرشتہ بنا کر بھیجا۔ اللہ ان کا بھلا کرے میرا بچہ ٹھیک ہو گیا۔ مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔ مصطفیٰ صاحب کی بات کاٹ کا ناہید بیگم بھی شاہ میر کو بانہوں میں بھرتے ہوئے بولیں تو سب نے دل سے آمین کہا تھا۔

انہیں منگو بابا ہی لائے تھے شاید بابا نے ہی ان سے ذکر کیا ہو شاہ میر کی حالت کا۔ اور واقعی تم نے ٹھیک کہا بیٹا اللہ نے انہیں فرشتہ بنا کر ہی بھیجا اللہ ان کا بھلا کرے اور میں تو اب یہ ہی دعا کرتا ہوں کہ اللہ ہمیں اپنا وعدہ نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

قارئین کرام یہ کوئی قصہ تھا اور نہ ہی کہانی یہ ایک ایسا واقعہ تھا جو میں نے اپنی آنکھوں کے سامنے وقوع پذیر ہوتے دیکھا اور سچ کہوں تو اس کی دہشت سے ابھی تک خود کو آزاد نہیں کروا پائی ہوں ابھی بھی سنسان جگہوں قبرستانوں اور بھری دوپہروں میں مجھے انجانا سے خوف میں مبتلا کر دیتی ہیں اس واقعے کو گزرے ہوئے برسوں

بیت چکے ہیں مگر اس کے اثرات ابھی بھی باقی ہیں اس دن کے بعد سے ہماری فیملی کا کوئی بھی بچہ کبھی بھی تنہا اور اجاڑ سنسان جگہ پر نہیں گیا اور ہم نے اس بات کا ہمیشہ خیال رکھا ہے کہ ہمارے بزرگ جو وعدہ کر گئے تھے ہم اسے اچھی طرح نبھائیں اور اب یہ ہی خیال یہ ہی ذمہ داری ہمارے بچوں نے اٹھالی ہے آپ بھی خیال رکھئے گا کہ کہیں آپ کے بچوں سے بھی ایسی بھول ایسی خوفناک غلطی نہ ہو جائے جس کے نتیجے میں آپ کو بھی لینے کے دینے نہ پڑ جائیں اور کہیں ایسی ہی سزا نہ مل جائے جیسے کہ ہمارے بزرگوں کو اٹھانی پڑی اپنا اور اپنے بچوں کا خیال رکھنا اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی بنائی تمام مخلوقات کا خیال رکھنا ہی ہم سب کا فرض اولین ہے کیونکہ ہمیں اشرف المخلوقات ہونے کا شرف حاصل ہے اور اسی شرف اور اسی اعزاز کا تقاضا ہے کہ ہم اپنا فرض نہ صرف پہنچائیں بلکہ اس پر دل و جان سے عمل بھی کریں۔

ثمینہ طاہر بٹ۔ لاہور

دل کو بہلانا

ہم تیری یاد کے پنجرے میں قید پنچھی
اڑنا چاہیں بھی تو یہ سوچ کر اڑ نہیں پاتے
باہر تنہائی کی ہوا ہو گی
بے رحم وقت کی فضا ہو گی
کون ڈالے گا تیرے پیار کا دانہ ہم کو
تجھ سے ملنے کا نہ ملے گا بہانہ ہم کو
دن کہیں گزرے گا اس کی تو خبر ہی نہیں
کیسے گزرے گی رات اپنا تو کوئی گھر بھی نہیں
بس یہی سوچ کر خود کو سمجھاتے ہیں اکثر
تیری یادوں سے ہی دل کو بہلاتے ہیں اکثر
ہم تیری یاد کے پنجرے میں قید پنچھی

☆ ---------- رئیس ارشد۔ شیر خان بیعہ

غزل

اداس شاموں میں وہ لوٹ کر آنا بھول جاتا تھا
کر کے جفا مجھ کو منانا بھول جاتا تھا
انہیں خصلتوں نے اس کی مجھے بدنام کر ڈالا
وہ لکھ کے نام دیواروں پہ مٹانا بھول جاتا تھا
مت پوچھ محبت میں لاپرواہی اس کی
دے کر زخم وہ مرہم لگانا بھول جاتا تھا
کتنا دل نشین ہوتا تھا اس کی یاد کا منظر پرنس
وہ جب بھی یاد آتا تھا زمانہ بھول جاتا تھا

☆ ---------- محمد عمران پرنس۔ حاصل پور

غزل

کب دل میں تیری یاد کا ساماں نہیں رہا
اشکوں سے تر کیا گوشہ مژگاں نہیں رہا
دل مرا منتشر ہے غم روزگار میں
خوابوں کا آنا اب کوئی آساں نہیں رہا
رونا رہے گا اب تو ان آنکھوں کا عمر بھر
اچھے دنوں کا اب کوئی امکاں نہیں رہا
دنیا ہمارے رہنے کے قابل نہیں رہی
چہرے مصنوعی تو ہیں مگر انساں نہیں رہا
نیرنگیاں دکھائی ہیں دنیا نے بارہا
مدت سے محفل عقل بھی حیراں نہیں رہا
مستی کسی کی آنکھ کی بھولا نہیں واجد
مجھ کو خیال گردش دوراں نہیں رہا

☆ ---------- پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی

اس نے یہ سوچ کر ٹھکرا دیا ہم کو اے نادان عامر
یہ غریب لوگ ہیں محبت کے سوا کیا دیں گے

☆ ---------- عامر شہزاد وفا۔ میری پور

کتابوں میں رکھ کر بھلا گیا ہم کو
آنکھ بند کی اور بھلا گیا ہم کو
عجیب مصور تھا جو بارشوں میں بھی
دیواروں پہ بنا گیا ہم کو

قاتل دھاگہ

۔۔تحریر۔رابعہ ارشد۔منڈی بہاؤالدین۔۔

احمد یار میری بات غور سے سنو میرے پاس وقت بہت کم ہے مجھے آگے جانا ہے تمہیں مشکل میں دیکھا تو رک گیا یہاں آج سے قریباً پچاس برس قبل ایک ہندو خاندان آباد تھا ان کے ایک بیٹے آکاش کو جادو سیکھنے کا بہت شوق تھا گھر والوں سے چھپ کر اس نے کافی کچھ سیکھ لیا ایک دفعہ اس کو اس کے شیطان دیوتا نے حکم دیا۔اگر وہ اسے سات لڑکیوں اور سات لڑکوں کی بلی دے گا تو وہ اسے موت کا علاج بتائے گا شیطان نے اسے ورغلانے کے لیے کہا۔دیکھو میں کب سے زندہ ہوں اور زندہ ہی رہوں گا۔ اگر تم بھی میری طرح ہونا چاہتے ہو تو پہلے سات لڑکیوں کی قربانی دو پھر میں تمہیں ایک ایسی طاقت دوں گا جس سے تمہیں باقی سات لڑکوں کی قربانی دینا آسان ہوگا مگر یاد رکھنا اگر تم ناکام ہوئے تو تمہاری موت بھی ہو سکتی ہے آکاش موت کا علاج ملنے کی خوشی میں دیوانہ ہو رہا تھا وہ سوچے سمجھے بغیر اس بھیانک کام کے لیے راضی ہوگیا۔اگلے دن سے اس نے یہ کام شروع کر دیا وہ ہر روز ایک لڑکی لاتا جسے وہ شیطان کے چرنوں میں قربان کر دیتا۔اور اس کا خون اس پر ڈالتا اس طرح۔اس نے سات لڑکیوں کی قربانی دے دی آخری بلی دینے کے ساتھ ہی شیطان نے اس کو وہ طاقت عطا کی جو آج بھی تباہی مچا رہی ہے۔شیطان نے اس کو ایک طلسمی دھاگہ دیا اور کہا کہ اس دھاگے کو تم جس کا قتل کرنے کے لیے کہو گے یہ کر دے گا اگر ختم ہو گئے تو یہ اس کا تمہارے قدموں میں لا پھینکے گا مگر یاد رکھنا جب تک تم زندہ ہو یہ تمہارا مطیع رہے گا اگر تم سات بلیاں دینے سے پہلے مر گئے تو یہ آزاد ہوگا اور قتل وغارت کرے گا اور خون کی خوبصورت ندیاں بہیں گی۔ایک سنسنی خیز اور ڈروانی کہانی۔

آج گاؤں میں گیارہواں قتل ہوا تھا اس بار قتل ہونے والی لڑکی زونیرہ تھی یہ قتل بھی پہلے کی طرح تھا زونیرہ کی گردن تن سے جدا تھی اور صرف ایک دھاگے کے برابر جڑی ہوئی تھی اس کی لاش خون میں لت پت پڑی ہوئی تھی اس کی ماں پاگلوں کی طرح دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھی۔باپ بھی دیوانہ وار رو رہا تھا۔کیونکہ زونیرہ ان کی اکلوتی اولاد تھی جو پندرہ سال بعد بڑی منتوں مرادوں کے بعد پیدا ہوئی تھی اور اب محض انیس برس کی عمر میں وہ واپس خدا کے پاس چلی گئی تھی سارے گاؤں پر آفت ٹوٹ پڑی تھی ہر روز کی طرح زونیرہ کو بھی آج غسل کے بعد قبر میں اتار دیا گیا۔

رات پھر اپنے کالے پر پھیلا رہی تھی اور اپنی نحوست کا سایہ ارنگ آج جانے کس کی زندگی میں گھولنے والی تھی اچانک ایک طرف سے ایک دلخراش چیخ ابھری احمد یار جو ابھی شہر سے لوٹ رہا تھا اپنے گھر کی طرف مڑتے ہوئے رک گیا اور بائیں والی گلی کی طرف بھاگا جہاں سے آواز آئی تھی وہ موڑ مڑنے کے بعد سفید لائٹ کی روشنی میں جو منظر اس نے دیکھا وہ اس کے حواس گم کرنے کو کافی تھا کسی کے سفید کپڑے تیزی سے سرخ ہو رہے تھے۔

اس کی گردن کٹی ہوئی تھی اس کے اردگرد خون کا تالاب سا بنتا جا رہا تھا وہ بھاگ کر اس کے قریب آیا مقتول کا چہرہ دیکھتے ہی احمد یار کا رنگ فق ہو گیا وہ اس کا جگری یار موسیٰ تھا اس کی بے نور آنکھیں خوف کے مارے کھلی ہوئی تھیں موسیٰ کی موت پر اس کو یقین نہیں آیا اس نے دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دیا۔ اس کی آواز سن کر اردگرد کے گھروں کی کنڈیاں کھلنے لگیں اور لوگ تیزی سے اس طرف بڑھنے لگے سب نے جب موسیٰ کو ابدی نیند سوتے ہوئے دیکھا تو ان کی چیخیں نکل گئیں چند لوگوں نے ہمت کر کے اس کی لاش کو چارپائی پر ڈالا اور اس کے گھر لے گئے۔ جب چارپائی کو اس کے گھر میں رکھا گیا تو وہاں بھی کہرام مچ گیا اس کی ماں اور بہنیں پاگلوں کی طرح لاش پر جھپٹ پڑیں ماں رو رو کر کہہ رہی تھی کہ اسے لے جاؤ یہ میرا موسیٰ نہیں ہے وہ دوکان تک گیا ہے ابھی آ جائے گا تم دیکھ لینا مگر اس بھولی ماں کو کیا معلوم تھا کہ موسیٰ تو خدا کو پیارا ہو گیا ہے۔ صبر کے گھونٹ پی کر آخر موسیٰ کو بھی سپرد خاک کر دیا گیا۔

علی نوید اور اب موسیٰ کو کھونے کے بعد میرے اندر انتقام سر ابھارنے لگا تھا میں نے ایک مصمم ارادہ کر لیا مگر اس سے پہلے ہی ایک معجزہ ہو گیا

چندن پور ایک خوبصورت گاؤں تھا اس کے دونوں طرف بلند پہاڑ تھے جن پر لمبے لمبے سرسبز درخت اگے ہوئے تھے یہاں کے باسی آپس میں بہت محبت سے رہتے تھے اور ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے تھے مگر اچانک جانے کیا ہوا کہ گاؤں میں پے در پے قتل کی وارداتیں ہونے لگیں قتل ہونے والے کی گردن بڑی صفائی سے کٹی ہوئی تھی مگر ایک دھاگے کے برابر ریشہ جڑا ہوتا تھا باقی جسم بالکل سلامت ہوتا تھا اس لیے لوگ یہ بھی نہیں کہہ سکتے تھے کہ یہ کسی درندے کا کام ہے بھی کا خیال تھا کہ یہ کسی ہوائی مخلوق کا کام ہے۔ پولیس اپنی ہر کوشش میں ناکام ہو چکی تھی سخت نگرانی کے باوجود بھی صبح ایک لاش ضرور ملتی تھی ایک دو عاملوں کے بعد کسی عامل نے بھی ادھر کا رخ کرنے کی جرات نہیں کی کیونکہ ان کی گردن بھی ویسے ہی کٹی ہوئی ملی تھی جیسے دوسرے لوگوں کی۔ احمد یار کی ماں کو بھی یہی خوف لاحق تھا کہ کہیں وہ مخلوق اسے بھی کوئی نقصان نہ پہنچائے اس لیے وہ اسے بھی زیادہ گھر سے نکلنے نہ دیتی تھی حالانکہ وہ ایم ایس سی کیمسٹری کرنے کے بعد کالج میں لیکچرار تھا مگر اس کی ماں اسے آج بھی چھوٹا بچہ ہی سمجھتی تھی انہوں نے احمد یار کو خبردار کر دیا کہ اگر وہ عصر تک گھر واپس نہ آیا تو اسے یہ نوکری بھی چھوڑنا پڑے گی۔ مجبوراً اس نے اکیڈمی پڑھنے والی لڑکیوں اور لڑکوں کو فارغ کر دیا اور اب صرف کالج میں ہی پڑھاتا تھا۔

لیاقت علی صاحب کے چار بچے تھے سب سے بڑا احمد یار اس کے بعد بیٹی کشف پھر بیٹا شہر یار اور سب سے چھوٹی مائدہ جسے اکثر شہر یار جان بوجھ کر میدہ کہہ دیتا تھا پھر جو ہنگامہ وہ مچاتی وہ الامان الحفیظ زندگی بڑے سکون سے گزر رہی تھی۔

لیاقت علی بہت بڑے جاگیردار تھے مگر انکساری اور ہمدردی محبت اور عاجزی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی یہی خصوصیت ان کے بچوں میں بھی تھی مگر دونوں میں سے کوئی بھی زمینداری میں دلچسپی نہ لے سکا جس کا انہیں بہت قلق تھا مگر ان کے اس دکھ کو اسفند یار نے ختم کر دیا جو ان کے بڑے بھائی کا بیٹا اور کشف کا منگیتر تھا وہ اوپر والے پورشن میں رہتے تھے احمد یار کے تایا جان اس سے بہت محبت کرتے تھے آخر ان کی پیاری بیٹی ایمان اس سے منسوب تھی اس خوشیوں بھری زندگی میں غم کی لہر اس وقت اٹھی جب ایک صبح تائی جان کی لاش بھی اسی طرح ملی جیسے

باقی گھر والوں بے یقین نظروں سے دیکھ رہے تھے اس دن گھر میں قیامت برپا تھی ہر آنکھ اشکبار تھی کیونکہ تائی جان نے کبھی کسی کے ساتھ برابرتاؤ نہیں کیا تھا ان کو بھی سپرد خاک کردیا گیا مگر ایمان کی حالت غیر ہورہی تھی جیسے احمد یار بہت بے بسی سے دیکھ رہا تھا۔

تائی جان کی تدفین کے بعد وہ بے مقصد ہی نہر کے کنارے پھر رہا تھا حالانکہ گھر مہمانوں سے بھرا پڑا تھا مگر اسے جانے کیا ہو گیا تھا ایمان کی خراب حالت اور اتنا بڑا دکھ اس کے دماغ کو ماؤف کر رہا تھا ۔وہ نہر کے ایک کنارے پر سر تھام کر بیٹھ گیا تھا کہ کیا کرے۔

بیٹا پریشان معلوم ہوتے ہو وہ کوئی فقیر صفت آدمی تھا۔

جو اس کے سامنے کھڑا تھا اس نے کہا۔

ہاں بابا میں بہت پریشان ہوں۔

بابا جی بولے بیٹا اس کا ایک حل تو ہے اگر تم کرو تو بابا نے کہہ کر اس کے چہرے کی طرف دیکھا اس نے حیرت سے کہا۔

بابا جی آپ کو کیا پتہ ہے مجھے کیا پریشانی ہے

مجھے سب معلوم ہے احمد۔ اپنا نام بابا جی کے منہ سے سن کر کرنٹ کھا کر اچھلا۔

حیران نہ ہو بیٹا میں بھی تمہارے جیسا ہی عام سا انسان ہوں بس کرم ہے اس پاک پروردگار جس نے تھوڑی سی علم کی روشنی دی ہے۔ یہ کہہ کر بابا جی احمد یار کے ساتھ ہی بیٹھ گئے اور اس کے کچھ بھی بولنے سے پہلے کہنے لگے۔

احمد یار میری بات غور سے سنو میرے پاس وقت بہت کم ہے مجھے آگے جانا ہے تمہیں مشکل میں دیکھا تو رک گیا یہاں آج سے قریباً پچاس برس قبل ایک ہندو خاندان آباد تھا ان کے ایک بیٹے آکاش کو جادو سیکھنے کا بہت شوق تھا گھر والوں سے چھپ کر اس نے کافی کچھ سیکھ لیا ایک دفعہ اس کو اس کے شیطان دیوتا نے حکم دیا۔

اگر وہ اسے سات لڑکیوں اور سات لڑکوں کی بلی دے گا تو وہ اسے موت کا علاج بتائے گا شیطان نے اسے ورغلانے کے لیے کہا۔

دیکھو میں کب سے زندہ ہوں اور زندہ ہی رہوں گا اگر تم بھی میری طرح ہونا چاہتے ہو تو پہلے سات لڑکیوں کی قربانی دو پھر میں تمہیں ایک ایسی طاقت دوں گا جس سے تمہیں باقی سات لڑکوں کی قربانی دینا آسان ہوگا مگر یاد رکھنا اگر تم ناکام ہوئے تو تمہاری موت بھی ہو سکتی ہے آکاش موت کا علاج ملنے کی خوشی میں دیوانہ ہو رہا تھا وہ سوچے سمجھے بغیر اس بھیانک کام کے لیے راضی ہو گیا۔

اگلے دن سے اس نے یہ کام شروع کر دیا وہ ہر روز ایک لڑکی لاتا جسے وہ شیطان کے چرنوں میں قربان کر دیتا۔ اور اس کا خون اس پر ڈالتا اس طرح اس نے سات لڑکیوں کی قربانی دے دی آخر بلی دینے کے ساتھ ہی شیطان نے اس کو وہ طاقت عطا کی جو آج بھی تباہی مچا رہی ہے۔

بابا جی نے کہا اور پھر کچھ توقف کے بعد بولے شیطان اس کو ایک طلسمی دھاگہ دیا اور کہا کہ اس دھاگے کو تم جس کا قتل کرنے کے لیے کہو گے یہ کر دے گا اور حکم دو گے تو یہ اس کا تمہارے قدموں میں لا پھینکے گا مگر یاد رکھنا جب تک تم زندہ ہو یہ تمہارا مطیع رہے گا اگر تم سات بلیاں دینے سے پہلے مر گئے تو یہ آزاد ہو گا اور قتل و غارت کرے گا اور خون کی خوبصورت ندیاں بہیں گی میرا دونوں طرح سے فائدہ ہے اب اگر تم لمبی عمر چاہتے ہو تو جلد از جلد باقی کی سات بلیاں بھی دے دو تا کہ میں تمہیں وہ راز بتا دوں آکاش شیطان کے اس عجیب دھوکے پر حیران ہو کیونکہ اسے معلوم نہ تھا کہ شیطان ہی کے دھوکے نے تو اسے دھاگہ ملنے کی خوشی بھی بہت تھی مگر اپنی جان کی فکر زیادہ تھی اس نے دھاگے کو حکم دیا تو وہ ایک

نوجوان لڑکے کو خود میں جکڑے اس کے سامنے لے آیا اور پھر اس کے حکم پر اس کی گردن تن سے جدا کر دی اس کی یہ بلی شیطان نے قبول کر لی۔

دوسرے دن جب آکاش گھر سے نکلا تو اس کے ایک دشمن راجپال نے اس کو مار دیا وہ تڑپنے لگا جب آکاش مر گیا تو دھاگا آزاد ہو گیا اس نے سب سے پہلے راجپال کی گردن کاٹی تب سے اب تک وہ دھاگہ آزاد ہے اور یہ سب قتل وہی کر رہا ہے اب تم ہی اسے ختم کر سکتے ہو۔

باباجی نے یہ بات مکمل کر کے اس کی طرف دیکھا۔

میں کیسے باباجی۔ احمد یار نے استفہامیہ انداز میں پوچھا۔

کیونکہ تمہارے دائیں بازو پر بچپنوں سے اللہ لکھا ہوا ہے جس کی وجہ سے کوئی شیطانی طاقت تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی میں بے اختیار اپنے بازو کی طرف دیکھا۔

یہ اسم پاک میرے بازو پر پیدائشی تھا اچھا اب میں چلتا ہوں۔

باباجی نے کہا اور ایک چھوٹی سی ڈبیا اس کی طرف بڑھائی اور کہا۔

یہ چھوٹا سا تحفہ رکھ لو۔

یہ کیا ہے باباجی احمد یار نے پوچھا یہ

ایک کاغذ ہے پہلے یہ پکڑو باباجی نے دوسرے ہاتھ سے جیب میں سے کاغذ نکالا اس پر ایک ورد لکھا ہوا تھا۔

یہ تم نے سات مرتبہ پڑھنا ہے جب آخری بار پڑھو گے تو وہ دھاگہ تمہارے پاس تیرتا ہوا آ جائے گا اس پر پھونک مار دینا وہ جل جائے گا مگر اس سے پہلے اس ڈبیا میں موجود سفوف سے ساتھ حصار کھینچ لینا ہر دفعہ جب تم ایک بار ورد مکمل کرو گے تو ایک حصار غائب ہو جائے گا جب تم آخری بار پڑھو گے تو حصار غائب ہو جائے گا تب تک وہ دھاگہ تمہارے سامنے آ چکا ہوگا اگر تم نے اسی لمحے اس پر پھونک نہ ماری تو چونکہ تمہارے گرد حصار نہ ہوگا اس لیے وہ تمہاری بھی گردن کاٹ سکتا ہے اور پھر میں بھی تمہاری بھی گردن کاٹ سکتا ہے اور پھر میں بھی تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکوں گا۔

اچھا اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو اور ہاں باباجی جاتے جاتے مڑے۔

یہ ورد کرنے کے لیے تمہیں کہیں جانے کے لیے ضرورت نہیں ہے تم کسی بھی پاک جگہ پر اسے کر سکتے ہو اللہ حافظ یہ کہہ کر باباجی چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد اس نے کاغذ اور ڈبیا کی طرف دیکھا اور اللہ کا شکر ادا کیا جس نے میری اس طرح سے مدد کی۔

تم یہاں کیا کر رہے ہو میں تمہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گیا ہوں اس کا دوست اسد اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے بولا۔ اس کے سب دوستوں میں سے صرف وہی بچا تھا اسے اسد کی طرف محبت سے دیکھا اسے اپنا یہ پرخلوص سا دوست بہت اچھا لگتا تھا۔

کہاں کھو گئے ہو اس نے اس کو کندھے سے پکڑ کر ہلایا اس نے اپنی شہد رنگ آنکھوں کو دو تین بار جھپکا ہوں۔

کہیں نہیں۔ چلو گھر چلیں دونوں چپ چاپ گھر کی جانب چل دیے احمد یار کو معلوم تھا کہ اگر کوئی اور موقع ہوتا تو اس اس کو ہنسا ہنسا کر ناک میں دم کر رہتا تھا مگر اس وقت تو اس کی اپنی آنکھیں انتہائی سرخ اور سوجھی ہوئی تھیں کیونکہ تائی جان کو اس سے خصوصی لگاؤ تھا احمد یار نے اسے سب کچھ بتایا اور گھر میں کسی کو بتانے سے منع کیا تو اس نے کہا۔

یار تم بے فکر ہو کر اپنا کام کرنا باقی سب میں سنبھال لوں گا۔ اور اس نے ایسا ہی کیا۔ شہر یار اسفند یار اور باقی لڑکوں کو ساتھ لگا کر مہمانوں کو سنبھالا اور جبکہ ساتھ ساتھ اپنے چھوٹے بھائی شاہ ویز کو پابند

کیا کہ کوئی بھی احمد یار کے کمرے میں نہ جائے اس کی طبیعت خراب ہے اس لیے وہ دوا کھا کر سو رہا ہے۔

اس نے اپنا یہ فرض بخوبی نبھایا احمد یار نے سب سے پہلے وضو کیا نماز عشا ادا کی اپنے گرد حصار کھینچ کر اس میں کھڑا ہو گیا وہ ورد اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کاغذ سے پڑھنا شروع کیا تین بار پڑھنے پر بھی کوئی حصار غائب نہ ہوا تو اس نے حیرت سے سوچا کہ یہ کیا بابا جی نے تو کہا تھا کہ ہر دفعہ ایک حصار غائب ہوگا۔ اتنے میں اسے بابا جی کی آواز سنائی دی بیٹا یہ عمل رات کے پچھلے پہر کرنا ہے جو میں تمہیں بتانا بھول گیا تھا تب اسے کچھ سکون ملا اس نے باہر نکل کر انتظار کرنا شروع کر دیا مہمان آہستہ آہستہ اپنے اپنے کمروں میں جانے لگے۔

اسد نے اسے دیکھا وہ ہاتھ میں پکڑا کفگیر نیچے رکھ کر کپڑے جھاڑتا ہوا اس کی طرف آنے لگا اس کے سفید کپڑوں پر اب جا بجا سالن اور چکنائی کے داغ لگے ہوئے تھے جس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ مہمانوں کو کھانا کھلا کر آ رہا ہے۔

احمد یار نے اسے دیکھا تو کہا۔ یہ تم نے کیا کیا ہے گھر میں ملازمین کس لیے ہیں اسد بولا۔ تم بھول رہے ہو تائی جان کو اپنے ہاتھ سے کام کرنا پسند تھا اس لیے بس میں نے۔۔ اس کے گلے میں آنسوؤں کا گولہ پھنس گیا اور وہ مزید نہ بول سکا ہاں میں سمجھ سکتا ہوں۔

احمد یار نے کمال ضبط کا مظاہرہ کیا اسد نے جو دیر قابو پا کر اس سے پوچھا۔ تم نے عمل کر لیا نہیں احمد نے کہا۔ ابھی تھوڑی دیر بعد شروع کروں گا وہ رات کے پچھلے پہر کرنا ہے۔

اچھا آؤ تم بھی کچھ کھا لو۔ اس نے اس سے کہا اور اسکے انکار کرنے کے باوجود بھی اسے کھانا کھلایا مقررہ وقت پر وہ اپنے کمرے میں آیا اور اپنا عمل شروع کر دیا۔ جیسے ہی اس نے پہلی دفعہ عمل مکمل کیا ایک حصار اس کے دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو گیا اسی طرح باقی کے سارے حصار بھی غائب ہو گئے۔

آخری حصار غائب ہوتے ہی اسے ایک سرخ چمکتا ہوا دھاگہ تیزی سے اپنی گردن کی طرف بڑھتا ہوا معلوم ہوا اسے جلدی میں کچھ سمجھ نہیں آیا تو اس نے ہاتھ آگے کر دیا دھاگے نے کسی تیز دھار تلوار کی طرح اس کا ہاتھ زخمی کر دیا اس نے جلدی سے اس پر پھونک ماری تو وہ جل کر زمین پر گر گیا۔ اس کے ہاتھ سے خون تیزی سے نکل رہا تھا اس جلدی سے باہر نکل کر اسد کو آواز دی جو اس کے ساتھ والے کمرے میں تھا

کیا ہوا احمد۔ اس نے گھبرا کر دروازہ کھولا اور اس کے بولے بغیر ہی وہ اس کے ہاتھ کو دیکھ کر سمجھ گیا کہ اس وقت اس کا ڈاکٹر ہونا احمد کو کسی نعمت سے کم نہ لگا اس نے احمد یار کے ہاتھ میں ٹانکے لگائے تب کہیں جا کر خون رسنا بند ہوا۔ اس کے پوچھنے پر اس نے سارا معاملہ اس کو بتا دیا دونوں نے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا جس نے احمد یار کی جان بچالی۔

دوسری صبح سب کو یہ خوشخبری سنائی گئی کسی کو بھی یقین نہ آیا مگر جب کئی روز تک کوئی قتل نہ ہوا تو سب کو یقین ہو گیا کہ وہ طلسمی دھاگہ اپنا وجود کھو گیا ہے۔ چندن پور کی خوشیاں پھر سے لوٹ آئیں تایا جان اور ابا جان مل کر اب سب کی شادیوں کا سوچ رہے تھے اور امی جان چیش پیش تھیں ہر طرف خوشیاں لوٹ آئی تھیں ہر کسی کے لب مسکرا رہے تھے گاؤں دوبارہ خوشحال ہو گیا تھا۔

جی تو قارئین کرام یہ میری پہلی تحریر آپ کو جیسی بھی لگے اپنی قیمتی رائے سے مجھے ضرور نوازیئے گا۔ میں آپ کی تنقید کا شدت سے منتظر رہوں گی۔ کیونکہ تعریف کے قابل میرے قلم نے کچھ لکھا ہی نہیں ہے خاص طور پر اقرا راحیل ساحل دعا بخاری عائشہ سحر اسلام آباد قادری سسٹرز انیل غزل اور اسد شہزاد اور عثمان غنی کی آرا کا شدت سے انتظار رہے گا۔

عاشق بچھو

۔۔تحریر۔ رینامحمود قریشی۔ میر پور خاص۔

نم پر جھپٹا اور اس کو بالوں سے پکڑ کر جھنجھوڑ دیا۔ اور پھر ساتھ ہی اس کو کھینچتے ہوئے وہ تہہ خانہ میں لے گیا۔ جہاں بچھو کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ بچھو کی لاش کو دیکھ کر پونم زور زور سے رونے لگی اور ساتھ ہی اس نے خود کو پنڈت کے ہاتھوں سے چھڑا لیا اور بچھو سے لپٹ گئی۔ پونم کو اس طرح دیکھ کر پنڈت ہنسنے لگا اور بولا۔ واہ انسانوں کی محبت تو دیکھی تھی مگر بچھو کی معشوقہ پہلی بار دیکھ رہا ہوں ہاہاہا۔۔ ہاہاہا۔۔ دیکھ لے پنڈت اس بچھو کی معشوقہ بھی اور اس معشوقہ کا انتقام بھی دیکھ لے۔ پنڈت آگے بڑھا اور پونم کو بازو سے پکڑ کر کھینچ لیا۔ اور چیختے ہوئے بولا۔ مورکھ تم میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی۔ اتنا کہہ کر وہ اس کے منہ پر تھپڑ مارنے لگا۔ پھر اس نے ترشول اٹھایا اور پونم کے پیٹ میں مار دیا۔ پونم زمین پر گر گئی اور تڑپنے لگی تھوڑی دیر بعد پونم کا جسم بے جان ہو گیا۔ پونم بچھو کے ساتھ ہی ڈھیر ہو گئی۔ پنڈت نے شیطانی قہقہہ لگایا اور بولا۔ آئی تھی مجھے مارنے کے لیے خود ہی اپنے بچھو کی عاشق کے پاس چلی گئی ہے پونم کے جسم سے ہیولہ سا نکلنے لگا جو پنڈت کو نظر نہیں آ رہا تھا پونم کی روح چیخ کر بولنے لگی۔ پنڈت جب تک میں اپنے عاشق کی موت کا انتقام نہیں لے لیتی مجھے چین نہیں آئے گا پونم کی روح بچھو میں داخل ہو گئی اور بچھو میں حرکت پیدا ہونے لگی بچھو کو حرکت کرتے ہوئے دیکھ کر پنڈت خوفزدہ ہو گیا اور ایک طرف بھاگنے لگا بچھو اس کے پیچھے پیچھے بھاگنے لگا پنڈت بچھو کے خوف سے بے ہوش ہو گیا۔ بچھو پنڈت کے پاس ہی بیٹھا رہا۔ تمہیں کہا تھا ناں کہ میں اپنے محبوب کی موت کا بدلہ ضرور لوں گی۔ بلکہ ان سب کی موت کا بدلہ ان کی جس کو تم نے بچھو کے ہاتھوں مروایا ہے۔ میرے ماتا پتا کی موت کا بدلہ۔ اپنے محبوب کی موت کا بدلہ۔ تم نے مجھ سے میرا پیار چھین لیا۔ میں تمہیں کبھی بھی معاف نہیں کروں گی بچھو میں سے پونم کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں وہ پنڈت کو سنا رہی تھی پنڈت اپنی زندگی کی بھیک مانگ رہا تھا۔ مجھے جانے دو مجھے جانے دو پونم میں ہاتھ جوڑتا ہوں۔ وہ مسلسل معافیاں مانگ رہا تھا۔ نہیں نہیں تمہیں میں معاف نہیں کر سکتی ہوں۔ آج میرے ہاتھوں سے بچ نہیں سکتے ہو۔ پونم غصہ سے بول رہی تھی۔ اور پنڈت اس کی گرجدار آواز سن کر کانپ رہا تھا اور معافیاں مانگ رہا تھا لیکن پونم نے اس کو معاف نہ کیا اور اس کو وہ موت دی جو اس نے اس کے محبوب بچھو کو دی تھی اس کا خاتمہ کر کے اس کو دلی سکون مل گیا اور پھر لوگوں نے اس کو اس بچھو کو اس کے اصل مقام تک پہنچا دیا۔ جہاں سے کوئی بھی واپس نہیں آتا۔ ایک سنسنی خیز اور رومانی کہانی۔

پونم اپنے ماتا پتا کے ساتھ کالی دیوی کے مندر میں پوجا کے لیے آئی ہوئی تھی مندر کا پنڈت پونم کو بہت دیر سے دیکھ رہا تھا پونم بھی پنڈت کو دیکھ کر نوٹ کر رہی تھی پونم دل میں سوچنے لگی کہ پنڈت اس طرح مجھے کیوں گھور رہا ہے پونم سے رہا نہ گیا تو پونم نے بالآخر اپنے دل میں فیصلہ کر لیا کہ وہ پنڈت سے

پوچھے گی ضرور کہ وہ مجھے کیوں گھور رہا ہے پونم نے موقع دیکھ کر پنڈت سے پوچھا۔

آپ مجھے کیوں دیکھ رہے ہو

پنڈت بولا۔ بیٹا کچھ نہیں میں تو یہ دیکھ رہا تھا کہ تم دیوی کی کتنی بڑی بھگت ہو

اچھا۔ پونم فکرانہ انداز میں مسکرانے لگی تو پنڈت نے اپنی بند مٹھی پونم کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا بیٹی یہ رکھ لو تمہاری رکشا کرے گا پونم نے جب ایسے دیکھا تو وہ سیاہ بچھو تھا جو بہت چھوٹا تھا اور پتھر کا بنا ہوا تھا۔ پونم بچھو کو غور سے دیکھنے لگی کہ یہ بچھو میری کیا رکشا کرے گا پونم نے یہاں وہاں دیکھا تو اس کو اپنے کپڑوں سے بھرا صندوق نظر آیا پونم نے صندوق کھولا اور بچھو کو اس میں پھینک دیا یہ کہہ کر کہ پنڈت نے میرے ساتھ مذاق کیا ہے اور پھر پونم نے صندوق بند کر دیا۔ ایک مہینہ بیت گیا پونم صندوق میں بچھو رکھ کر بھول گئی پونم کو کسی شادی میں جانا تھا۔

وہ اپنے نئے کپڑے صندوق میں سنبھال رہی تھی پونم نے جیسے ہی صندوق کھولا تو وہ بچھو اس کو نظر آیا جو تھوڑا بڑا لگ رہا تھا پونم سوچنے لگی کہ یہ بچھو تو چھوٹا تھا پھر بڑا کیسے ہو گیا شاید میرا وہم ہوگا پونم نے سوچا اور کپڑے نکال کر اپنے کمرے میں سے باہر چلی گئی پونم غلطی سے صندوق کھولا چھوڑ گئی تھی اچانک پونم کے کمرے میں اندھیرا ہو گیا اور صندوق ہلنے لگا صندوق سے کسی جانور کے دو ڈنگ باہر آئے پھر صندوق سے ایک بہت بڑا بچھو نکلا اور چارپائی کے نیچے چلا گیا پونم اپنے کمرے میں آئی وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی پونم نے کھولا ہوا صندوق دیکھا تو پھر اسے بند کر دیا اور خود آئینے کے سامنے بیٹھ کر تیار ہونے لگی بچھو چارپائی کے نیچے سے پونم کو حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا پونم کوئی گانا گنگنا رہی تھی اور اپنی زلفوں کو سنوار رہی تھی پونم جب پوری طرح تیار ہو گئی تو وہ جانے لگی تو پونم کو ایسا لگا کہ جیسے کوئی اور بھی اس کے ساتھ ہے اس نے کمرے میں چارپائی کے نیچے دیکھا تو وہاں کوئی بھی نہیں تھا پونم نے اپنا خیال سمجھ کر جھٹکا اور پاؤں پٹختی ہوئی چلی گئی بچھو پھر اداس نظروں سے دیکھتا رہا۔

آج تو لگتا ہے جیسے پرستان کی پری اتر آئی ہو دھرتی پر پونم کی دوست نے پونم کو دیکھتے ہی اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

وہ اپنی دوست کی شادی میں تھی اور شادی انجوائے کر رہی تھی پر پونم کو نہیں پتہ تھا کہ اسے کوئی دیکھ رہا ہے پونم اپنی باتوں میں مصروف تھی کہ بچھو سب سے چھپ کر پونم کو دیکھ رہا تھا اور دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا شادی ختم ہوئی تو پونم اپنے گھر جانے لگی پونم کی دوسری دوستوں نے بھی اپنے اپنے گھروں کو جانے کی تیاری کر لی اور اپنے گھروں کو چلی گئی۔ پونم کا گھر تھوڑا سا دور تھا اس لیے پونم اکیلی ہی رہ گئی تھی اور رات کے اندھیرے میں اپنے گاؤں کی طرف جا رہی تھی پونم نے اپنے گھر کا گیٹ بجایا تو اس کے بابا نے گیٹ کھولا اور وہ گھر میں داخل ہو گئی رام لال نے ویسے ہی پیچھے دیکھا تو اس کی چیخ نکل گئی وہ چلا کے بولا۔

پونم۔ تیرے پیچھے اتنا بڑا سیاہ بچھو۔

پونم نے بچھو کا نام سنتے ہی پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ بھی خوفزدہ ہو گئی۔ اور پیچھے ہٹ گئی۔ رام لال نے کلہاڑی اٹھائی اور بچھو پر وار کرنے لگا بچھو ہر وار سے بچ جاتا رام لال اور اس کی پتنی دونوں نے بچھو کو گھیر لیا تھا پونم کھڑی رو رہی تھی بہت دیر ہوئی تو بچھو نے اپنے اگلے ڈنگ اٹھائے اور رام لال کے گلے میں گاڑ دیئے اور زہر اگل دیا رام لال نے چیخ ماری اور بے جان ہو گیا۔ بچھو کی آنکھیں لال سرخ ہو رہی تھیں اور وہ غصے سے رام لال کی پتنی کی طرف بڑھ رہا تھا۔

پونم بیٹی تم بھاگ جاؤ پونم بھاگ جا بیٹی پونم کی ماں پونم کو کہہ رہی تھی پر پونم کھڑی رو رہی تھی اور کہہ

رہی تھی۔

میں نہیں جاؤں گی آپ کو چھوڑ کر۔

ایک دم ہی بچھو نے اپنا ڈنگ پونم کی ماں کی گردن میں گاڑھ دیئے پونم کی ماں درد سے چیخ رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ پونم تجھے میری قسم جا یہاں سے جا پونم نے بچھو کو دیکھا اور بھاگ کھڑی ہوئی پونم الٹی سیدھی بھاگ رہی تھی رات کا اندھیرا گھوپ تھا ہاتھ کو ہاتھ نظر نہیں آ رہا تھا پونم کو بھی کچھ نہیں آ رہا تھا وہ اندھا دھند بھاگ رہی تھی بھاگتے بھاگتے پونم کسی چیز سے ٹکرائی اور لڑکھڑاتی ہوئی گر گئی گرنے کے ساتھ ہی پونم کو چکر آنے لگے اور وہ بے ہوش ہو گئی۔

پونم کی جب آنکھ کھلی تو سورج سر پر کھڑا تھا گرمیوں کے دن تھے اور دھوپ ہو رہی تھی پونم پوری پسینہ میں بھیگ رہی تھی پونم ابھی بھی وہی لیٹی ہوئی تھی پونم نے ہمت کی اور اٹھ کر کھڑی ہو گئی پونم نے چاروں طرف دیکھا تو وہ قبرستان تھا وہ سوچنے لگی ہم تو ہندو ہیں او ہمارے گاؤں میں تو دور دور تک قبرستان نہیں ہے پھر میں گاؤں میں دور دور تک قبرستان نہیں ہے پھر میں یہاں کیسے آئی پونم آگے چلنے لگی پونم کا پاؤں کسی چیز سے ٹکرایا اور وہ لڑکھڑا گئی پونم نے جب وہ چیز دیکھی تو ڈر گئی۔ وہ انسانی کھوپڑی تھی پونم نے چھینک ماری اور قبروں پہ چڑھتی ہوئی بھاگنے لگی پونم تھک ہار کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئی قبرستان بہت ہی بڑا تھا۔ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا پونم درخت کے نیچے بیٹھی رو رہی تھی کہ اس کو سامنے سے کوئی سیاہ چیز اپنی طرف آتی ہوئی دکھائی دی جب وہ سیاہ چیز تھوڑی قریب آ گئی تو پونم ڈر کے مارے بھاگنے لگی بھاگتے بھاگتے پونم پیچھے مڑ کر بھی دیکھتی رہی وہ بچھو اب بھی پونم کے پیچھے آ رہا تھا پونم نے جب دیکھا کہ بچھو نہیں ہے تو پونم رک گئی اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر رونے لگی پونم ابھی چپ بھی نہیں ہوئی تھی کہ اس کو پھر وہی بچھو نظر آیا پونم بچھو کو دیکھ کر پھر بھاگنے لگی بچھو چلا گیا

تو پونم پھر رک گئی بھوک اور پیاس سے اس کا برا حال ہو گیا تھا۔ پیاس سے اس کا حلق خشک ہو چکا تھا پونم پھر بہت بری طرح گر گئی تھوڑی دیر بعد پونم کو وہی بچھو نظر آیا تو پونم نے سوچا موت تو میری اب ہر حال میں ہے چاہے یہ بچھو مجھے کھا جائے یا پھر میں بھوک پیاس سے مر جاؤں گی بھاگنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اس سے تو اچھا ہے کہ وہ بچھو مجھے کھا جائے پونم نے سوچا اور بچھو کو دیکھنے لگی لمحہ بہ لمحہ بچھو پونم کے قریب آتا جا رہا تھا وہ بہت بڑا ہو گیا تھا پونم بچھو کو دیکھ کر حیران ہو رہی تھی وہ اس بچھو سے بھی چھوٹی ہو گئی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے ہاتھی کے سامنے چوہا بچھو پونم سے چار قدم دور تھا پونم کو اپنی موت صاف نظر آ رہی تھی اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور بچھو کے سامنے بیٹھی رہی جب بہت دیر گزر گئی اور پونم کو کچھ بھی محسوس نہیں ہوا تو اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں سامنے بچھو بیٹھا پونم کو بڑی حیرت ہوئی کہ اس نے مجھے کیوں نہیں مارا شاید اس کا پیٹ بھرا ہوا ہو گا پونم نے من ہی من میں کہا اور بچھو کو دیکھنے لگی جو بڑی حسرت سے پونم کو دیکھ رہا تھا اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں پونم کو پیار نظر آ رہا تھا بچھو بنا حرکت کے پونم کے سامنے تھا دو گھنٹے گزر گئے تو پونم نے سوچا پاگل بچھو ہے جو کب سے بیٹھا ہے او مجھے بھی بیٹھا کر رکھا ہے وہ اٹھ کر جانے لگی تو بچھو بھی اس کے پیچھے پیچھے آنے لگا اس نے مڑ کر دیکھا اور واپس بیٹھ گئی اس کو اب بہت غصہ آ رہا تھا اس نے چیخ کر کہا۔

تم پاگل تو نہیں ہو۔ نہ مجھے جانے دیتے ہو اور نہ مجھے مارتے ہو آخر تم چاہتے کیا ہو تم نے میرے ماتا پتا کو بھی مار دیا ہے مجھے بھی مار دو مار دو مجھے پونم یہ کہتے ہوئے زور زور سے رونے لگی۔

روؤ نہیں تم روتی ہوئی اچھی نہیں لگ رہی ہو پونم کو کسی دوسرے کی آواز سنائی دی تو وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی پر وہاں پر اس کے اور بچھو کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔

وہ خوفزدہ ہونے لگی کہ اس کو بچھو کی آواز سنائی دی۔

میں یہاں ہوں۔ بچھو کی زبان سے انسانی آواز سن کر وہ کانپ کر رہ گئی۔ اور پیچھے کی طرف کھسکنے لگی۔ اس کی آواز حلق میں پھنس کر رہ گئی تھی۔

تت۔۔تم بولتے بھی ہو۔

ہاں میں بولتا بھی ہوں۔ پر کبھی کبھی جب سے تم کو دیکھا ہے میں تمہارا دیوانہ ہو گیا ہوں پونم میں تمہیں بہت پیار کرنے لگا ہوں میرا ارادہ تھا تمہیں مارنے کا پر میں تمہارے حسن میں اتنا کھو گیا کہ تمہیں مارنے کا ارادہ ترک کر دیا میں تو تمہارے ماتا پتا کو بھی نہیں مارتا پر حالات ہی کچھ ایسے ہو گئے تھے کہ ان کو مارنا پڑا۔ بچھو بولے جا رہا تھا اور پونم اس کو حیرت سے دیکھے جا رہی تھی۔

پر تم کیوں مارتے ہو لوگوں کو پونم نے کہا۔

بچھو بولا۔ میں پہلے یہاں اس قبرستان میں رہتا تھا اور میرے ساتھ میری محبوبہ بھی رہتی تھی ہم بچھوؤں کی الگ الگ پہنچان ہوتی ہے۔ ہم کئی طرح کے ہوتے ہیں ایک دفعہ اس طرف ایک پنڈت آیا اور اس نے میری محبوبہ کو مار دیا تھا میں اس لڑکے کے پیچھے لگ گیا وہ لڑکا مجھ سے ڈر کے مارے بھاگتا رہا میں اس کے پیچھے تھا اور وہ پنڈت بھی ہمارے پیچھے پیچھے آ رہا تھا میں نے دیکھا سامنے ندی تھی وہ لڑکا ندی میں کود گیا۔ اور میں کنارے میں کھڑا تھا وہ لڑکا مجھے منہ چڑانے لگا مجھے بہت غصہ آیا اور میں نے اپنا ڈنگ ندی کے پانی میں ڈال دیا جس سے ندی کے پانی میں زہر پھیل گیا اور وہ لڑکا وہی مر گیا۔ میں بہت خوش ہوا اور وہ پنڈت مجھے اٹھا کر مندر میں لے گیا جب کہ میں قبرستان کا بچھو تھا۔ پر اس پنڈت نے مجھے اپنے منتر سے اپنا غلام بنا لیا اور میری مرضی بھی بزی کر دی اور مجھ سے لوگوں کو مارنے کا کام لینے لگا وہ ایک نمبر کا فراڈیا ہے وہ معصوم اور بھولے بھالے لوگوں کو پنڈت بن کر لوٹتا ہے بچھو چپ ہوا تو پونم بولی۔

پر وہ پنڈت لوگوں کو کیوں مرواتا ہے۔

دولت کے لیے۔ وہ پنڈت چاہتا ہے کہ گاؤں کے سارے لوگ مر جائیں اور وہ پورے گاؤں پر اپنا قبضہ جما لے پھر یہاں حکومت کرے اور بادشاہ بن جائے پھر دوسرے لوگ آئیں تو انہیں بھی ایسی طرح لوٹے بچھو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ پونم سمجھ گئی کہ اس کے ساتھ کچھ ایسا ہی ہونے والا تھا۔ وہ بچھو سے کہنے لگی۔

اچھا تو یہ سب اس پنڈت کی چال تھی

ہاں اور میں جب سے میں تمہارے گھر آیا تب سے اس پنڈت سے نہیں ملا اور اس پنڈت کو پتہ چل گیا ہے کہ تم زندہ ہو اور میں تم سے پیار کرنے لگا ہوں اب وہ پنڈت میری جان کا دشمن بنا گیا ہے وہ مجھے مارنا چاہتا ہے۔

نہیں نہیں میں تمہیں کچھ بھی نہیں ہونے دوں گی پونم نے کہا تو بچھو بولا۔

میرے لیے تم اپنی جان کو خطرے میں مت ڈالو۔ ویسے بھی میں تمہارے ماتا پتا کا قاتل ہوں۔

تم نے جان بوجھ کر تو ان کو نہیں مارا ناں پونم نے کہا تو بچھو اس کو دیکھنے لگا۔ جیسے اس کا شکریہ ادا کر رہا ہو۔

تم رہتے کہاں ہو۔

اس قبرستان میں۔ بچھو نے قبرستان کی طرف اس کی توجہ دلوائی۔

تم اتنے بڑے ہو تم کو یہاں کوئی دیکھتا نہیں ہے پونم نے حیرانگی سے پوچھا۔

نہیں مجھے کوئی نہیں دیکھتا کیونکہ میں عام بچھوؤں کی طرح چھوٹا ہو کر رہتا ہوں۔

اچھا جی پھر ٹھیک ہے۔ پونم نے کہا تو پھر دونوں مسکرانے لگے۔ پونم کو اب اس بچھو سے کوئی ڈر نہیں رہا تھا۔ وہ بھی بچھو کو چاہنے لگی تھی دونوں قبرستان میں ہی رہتے تھے جب دونوں کو بھوک لگتی تو بچھو قریب کے جنگل سے پونم کو پھل لا کر دیتا جس کو وہ کھا لیتی

لیکن وہ خود جانوروں کا شکار کر کے ان کا گوشت کھاتا۔ پونم نوٹ کرتی تھی کہ بچھو اس سے کتنا پیار کرتا ہے اگر پونم کو ذرا بھی چوٹ لگتی تو بچھو تڑپ جاتا۔ اور رات رات بھر جاگتا رہتا۔ پونم آرام سے سو جاتی قبرستان میں بنا کسی ڈر کے۔ جب بچھو کہیں چلا جاتا تو پونم اکیلے میں ڈرنے لگ جاتی تھی اور جب وہ آ جاتا تو اس کا تمام خوف ختم ہو جاتا۔

ایک دن بچھو کہیں گیا ہوا تھا کہ پونم قبرستان میں اکیلی تھی وہ بہت ڈر رہی تھی تین گھنٹے گزر گئے تھے پر بچھو کا کوئی پتہ نہیں تھا وہ بے چینی سی قبرستان میں چہل قدمی کر رہی تھی کہ اس کو سامنے سے کوئی آتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ کوئی انسان تھا پر کون تھا پونم سوچنے لگی اور درخت کی آڑ میں چھپ گئی جب وہ انسان قریب آیا تو وہ پنڈت تھا پونم کو دیکھا نہیں نہیں تھا جب پونم کو اطمینان ہو گیا کہ وہ چلا گیا تو وہ درخت کے پیچھے سے باہر نکل آئی شام کے سائے پھیل چکے تھے ہر چرند پرند اپنے اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے پر پونم کسی کے انتظار میں تھی کسی ایسے کہ نہ تو وہ انسان تھا اور نہ ہی پونم کی جوڑ کا پھر بھی وہ کسی کا انتظار کر رہی تھی شاید یہی محبت ہوتی ہے اور محبت تو واقعی کچھ نہیں دیکھتی بس ہو جاتی ہے اور محبت جن کے دلوں میں زندہ ہے ناں وہ دنیا کے سب سے امیر اور خوش نصیب ہوتے ہیں۔ وہ اس کا انتظار کرتی رہی۔

رات ہو گئی ہر طرف اندھیرا پھیل گیا۔ اندھیرے نے اپنی سیاہ چادر میں ہر شے کو لپیٹ لیا۔ قبرستان میں ہلکی چاندنی کی روشنی بڑھتی جا رہی تھی اس میں بھی بمشکل کچھ نظر آ جاتا تھا اوپر سے کتنے اور جنگلی جانوروں کی خوفناک آوازیں ماحول کو خوفناک بنا رہی تھیں پر پونم غم سے نڈھال بچھو کی جدائی میں روئے جا رہی تھی روتے روتے اس کی آنکھ لگ گئی۔ پونم نے خواب میں دیکھا کہ لوہے کی سلاخوں سے بنا ہوا کمرہ ہے اور اس میں بچھو زنجیروں سے بندھا ہوا ہے بچھو بہت تڑپ رہا ہے اور پونم سے بولا۔

تم میری جان ہو تم یہاں سے بہت دور چلی جاؤ اب میری موت تو یقینا ہے وہ مجھے مارنے کے بعد تمہیں بھی مار دے گا وہ پاگلوں کی طرح تمہیں ڈھونڈ رہا ہے تم چلی جاؤ کہیں بہت دور۔ پونم ہڑبڑا کر اٹھ گئی اس کی پیشانی پر پسینہ آ گیا تھا پونم بے اختیار رونے لگی اور روتے روتے اس کو صبح ہو گئی۔ صبح پونم انجان راستوں پر چلتی رہی مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا اور وہ تھک ہار کر ایک جگہ بیٹھ گئی پھر رات ہو گئی اور اندھیرا چاروں طرف پھیلنے لگا پونم کو نیند تو نہیں آ رہی تھی پر اس پر غنودگی چھانے لگی۔ اور وہ سو گئی۔ اس کو خواب میں پھر بچھو نظر آیا پنڈت بچھو پر کوڑے برسا رہا تھا بچھو بہت تڑپ رہا تھا پر پنڈت کو اس پر ذرا بھی ترس نہیں آ رہا تھا اور وہ لگا تار اس پر کوڑے مارتا جا رہا تھا۔ بچھو نیم بے ہوشی میں ہو گیا اور آخر اس نے دم توڑ دیا بچھو مر گیا پر پنڈت کو پھر بھی اس پر ترس نہیں آ رہا تھا وہ تو آپے سے باہر ہو گیا تھا۔ وہ مرے ہوئے بچھو کو بھی مار رہا تھا۔ جب پنڈت تھک گیا تو وہ باہر جانے لگا پنڈت چلتا ہوا سیڑھیاں چڑھ رہا تھا وہ جگہ تہہ خانے جیسی لگ رہی تھی پھر پنڈت سیڑھیاں چڑھ کر بھگوان کی مورتی ہٹائی اور باہر آ گیا پھر واپس بھگوان کو اسی جگہ پر رکھ کر چلا گیا۔ اور مندر میں جا کر لیٹ گیا۔ پونم کی جھٹ سے آنکھ کھل گئی اور وہ پاگلوں کی طرح رونے لگی پونم کی آواز نے قبرستان میں پھیلی ہوئی خاموشی کو توڑ دیا پونم چیخ چیخ کر رو رہی تھی جب پونم کا دل ہلکا ہو گیا تو وہ اٹھ کر پنڈت کی طرف جانے لگی اس نے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ پنڈت کو مار ڈالے گی اس کو مار ڈالے گی اس کا وہ حشر کرے گی کہ اس نے سوچا بھی نہ ہو گا۔

وہ چلتی جا رہی تھی اس کو راستہ دکھائی دیئے جا رہا تھا اس کا رخ مندر کی طرف تھا جہاں وہ پنڈت موجود تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھی تھے وہ روئے

جارہی تھی کچھ دیر بعد اس کو گل دیوی کا مندر نظر آیا تو وہ رک گئی اور دیکھنے لگی پھر وہ اس کی طرف تیز تیز دوڑنے لگی پنڈت مندر میں آرام کر رہا تھا۔ پونم آرام سے سیڑھیاں چڑھنے لگی دور سے اس نے پنڈت کو دیکھ لیا تھا وہ گہری نیند سو رہا تھا اس کو مارنے کے لیے اس کے پاس یہی ایک موقع تھا اس نے ادھر ادھر دیکھا تو اس کو ایک ترشول دکھائی دیا اور اس نے وہ ترشول ہاتھوں میں اٹھالیا۔ اور پنڈت کی طرف بڑھنے لگی۔ اور جلد ہی وہ اس کے سر پر جا پہنچی اور ترشول اٹھا کر جونہی پنڈت کے پیٹ میں مارنے لگی تو پنڈت نے وہ ترشول پکڑ لیا۔ اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے منہ سے ایک بھیانک قہقہہ بلند ہوا۔ وہ غصہ سے اس کو دیکھ کر بولا۔

کل کی چھوکری تو مجھے مارے گی۔

ہاں میں تمہیں ماروں گی۔ تم دھوکے باز ہو تم لوگوں کے ساتھ فریب کر رہے ہو۔ اس کی بات سن کر پنڈت ہنسنے لگا اور بولا۔

ہاں وہ تو میں ہوں ۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اتنا کہہ کر وہ پونم پر جھپٹا اور اس کو بالوں سے پکڑ کر جھنجھوڑ دیا۔ اور پھر ساتھ ہی اس کو کھینچتے ہوئے وہ تہہ خانہ میں لے گیا۔ جہاں بچھو کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ بچھو کی لاش کو دیکھ کر پونم زور زور سے رونے لگی اور ساتھ ہی اس نے خود کو پنڈت کے ہاتھوں سے چھڑا لیا اور بچھو سے لپٹ گئی۔ پونم کو اس طرح دیکھ کر پنڈت ہنسنے لگا اور بولا۔

واہ انسانوں کی محبت تو دیکھی تھی مگر بچھو کی معشوقہ پہلی بار دیکھ رہا ہوں ہاہاہا۔۔ ہاہاہا۔۔

دیکھ لے پنڈت اس بچھو کی معشوقہ بھی اور اس معشوقہ کا انتقام بھی دیکھ لے۔

پنڈت آگے بڑھا اور پونم کو بازو سے پکڑ کر کھینچ لیا۔ اور چیختے ہوئے بولا۔

مورکھ تم میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی۔ اتنا کہہ کر وہ اس کے منہ پر تھپڑ مارنے لگا۔ پھر اس نے ترشول اٹھایا اور پونم کے پیٹ میں مار دیا۔ پونم زمین پر گر گئی اور تڑپنے لگی تھوڑی دیر بعد پونم کا جسم بے جان ہو گیا۔ پونم بچھو کے ساتھ ہی ڈھیر ہو گئی۔ پنڈت نے شیطانی قہقہہ لگایا اور بولا۔

آئی تھی مجھے مارنے کے لیے خود ہی اپنے بچھو کی عاشق کے پاس چلی گئی ہے پونم کے جسم سے ہیولہ سا نکلنے لگا جو پنڈت کو نظر نہیں آرہا تھا پونم کی روح چیخ کر بولنے لگی۔

پنڈت جب تک میں اپنے عاشق کی موت کا انتقام نہیں لے لیتی مجھے چین نہیں آئے گا پونم کی روح بچھو میں داخل ہو گئی اور بچھو میں حرکت پیدا ہونے لگی بچھو کو حرکت کرتے ہوئے دیکھ کر پنڈت خوفزدہ ہو گیا اور ایک طرف بھاگنے لگا بچھو اس کے پیچھے پیچھے بھاگنے لگا پنڈت بچھو کے خوف سے بے ہوش ہو گیا۔ بچھو پنڈت کے پاس ہی بیٹھا رہا۔ پنڈت کو جب ہوش آیا تو رونے لگا اور بچھو سے معافی مانگنے لگا۔

تمہیں کہا تھا ناں کہ میں اپنے محبوب کی موت کا بدلہ ضرور لوں گی۔ بلکہ ان سب کی موت کا بدلہ لوں گی جس کو تم نے بچھو کے ہاتھوں مروایا ہے۔ میرے ماتا پتا کی موت کا بدلہ۔ اپنے محبوب کی موت کا بدلہ۔ تم نے مجھ سے میرا پیار چھین لیا۔ میں تمہیں کبھی بھی معاف نہیں کروں گی بچھو میں سے پونم کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں وہ پنڈت کو سنا رہی تھی پنڈت اپنی زندگی کی بھیک مانگ رہا تھا۔

مجھے جانے دو مجھے جانے دو پونم میں ہاتھ جوڑتا ہوں۔ وہ مسلسل معافیاں مانگ رہا تھا۔

نہیں نہیں تمہیں میں معاف نہیں کر سکتی ہوں۔ و آج میرے ہاتھوں سے بچ نہیں سکتے ہو۔ پونم غصہ سے بول رہی تھی۔ اور پنڈت اس کی گرجدار آواز سن کر کانپ رہا تھا۔

مجھے معاف کر دو بھگوان کے لیے مجھے معاف

کر دو۔

ہاں ایک شرط پر معاف کر دوں گی۔ پونم نے کہا تو پنڈت جلدی سے بولا۔

ہاں ہاں بتاؤ۔ میں وہ کرنے کو تیار ہوں۔

تم گاؤں والوں کیسامنے اپنا گناہ قبول کر لو۔

ہاں ہاں میں گاؤں والوں کے سامنے اپنا گناہ قبول کروں گا۔ پنڈت جلدی سے بولا۔

چل میرے ساتھ پونم نے کہا۔

ہاں چلو پنڈت جانے کے لیے تیار ہو گیا اور پھر دونوں گاؤں کی طرف چل دیے۔ پونم چھوٹا بچھو بن گئی تھی تا کہ گاؤں والے اس سے ڈر نہ جائیں۔ پنڈت کو روتا ہوا دیکھ کر گاؤں کے بہت سارے اس کے ارد گرد جمع ہونے لگے۔ وہ سوچنے لگے کہ پنڈت کو کیا ہو گیا ہے وہ کیوں رو رہا ہے وہ کچھ بھی سمجھ نہیں رہے تھے۔ پنڈت بولا۔

گاؤں والو۔ مجھے معاف کر دو میں ہی وہ تمہارا گناہ گار ہوں جو لوگوں کو گھروں سے غائب کر دیتا تھا اور تمہارے گھروں پر اپنا قبضہ جما لیتا تھا۔ پنڈت نے ہر وہ بات بتا دی جو جو ہوئی تھی۔ گاؤں والوں نے جب سب کہانی سنی تو وہ پنڈت کو پتھر مارنے لگے پنڈت بھاگنے لگا پر سامنے سیاہ بچھو کو دیکھ کر وہ کانپ کر رہ گیا۔ جو اپنے ڈنگ پھیلائے ہوئے اس کا انتظار کر رہا تھا۔ پنڈت واپس بھاگنے لگا تو لوگوں نے پھر سے اس پر پتھر برسانا شروع کر دیے وہ واپس بھاگنے لگا تو سامنے وہی بچھو کھڑا تھا جو اپنے زہریلے ڈنگ لیے کھڑا تھا اور اس بار بچھو نے اس کو معاف نہ کیا اور اپنا ڈنگ اس کی گردن تک لے گیا۔ پنڈت کے منہ سے ایک خوفناک قسم کی چیخ نکلی اور چند منٹ تک تڑپنے کے بعد وہ ڈھیر ہو گیا۔ اس کے مرنے کے بعد بچھو بولا۔

گاؤں والو مجھ سے ڈرو نہیں میں پونم ہوں رام لال کی بیٹی اس پنڈت کی وجہ سے ہی میری یہ حالت ہوئی ہے اور میں مر چکی ہوں اس پنڈت نے مجھے مار دیا ہے پر میں اپنا انتقام لینا چاہتی تھی جو میں نے اس کو مار کر لے لیا ہے۔ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے گاؤں والوں نے پونم کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا وہ اس کی باتیں سن کر حیران بھی ہو رہے تھے اور افسردہ بھی۔

تم ہم سے کیسی مدد چاہتی ہو۔ ایک نے پوچھا۔

میری لاش کلی دیوی کے مندر میں پڑی ہوئی ہے بھگوان کی مورتی ہٹاؤ گے تو وہاں ایک تہہ خانہ ہے اس میں میری لاش پڑی ہوئی ہے وہاں سے نکال کر میرا انتم سرسان کر دینا اور یہ بچھو اس کا بھی کیوں کہ میں نہیں چاہتی کہ میری روح یہاں وہاں بھٹکے پونم چپ ہوئی تو گاؤں والوں نے فیصلہ کر لیا کہ پونم اور اس بچھو کا انتم سرسان کرنا ہی ہوگا پھر سب مندر میں گئے اور پونم کی لاش کو اٹھانے لگے وہی مردہ بچھو بھی تھا سب نے مل کر بچھو کو بھی باہر نکال لیا۔ اور تہہ خانے کے سنتوں کو جب لوگوں نے دیکھا وہ سونے اور پیسوں سے بھرے ہوئے تھے سب نے پیسے اور سونا آپس میں بانٹ لیا۔ اور پونم اور بچھو کی لاش کا انتم سرسان کر دیا اور شکر کرنے لگے کہ آج پونم کی وجہ سے اس پنڈت سے بچ گئے۔

قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازئے گا تا کہ میں مزید کچھ لکھ سکوں مجھے آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔

غزل

نگاہ میری ترستی ہے مجھے تم یاد آتے ہو
محبت جب تڑپتی ہے مجھے تم یاد آتے ہو
سماں جاتا ہے آنکھوں میں تیرے جذبوں کا بھیگا پن
کبھی بارش برستی ہے مجھے تم یاد آتے ہو
زمانے کے سوالوں کو میں ہنس کر ٹال دوں لیکن
نمی آنکھوں کی کہتی ہے مجھے تم یاد آتے ہو

☆ ---------- رئیس ساجد کاوش۔ شہر خان بیلہ

کوٹ جناں

۔۔تحریر۔ ایناس سعادت اشرف۔ گوجرانوالہ۔ قسط نمبر ا۔۔

تم۔۔تم نے مجھ سے میرا شوہر چھین لیا ہے میں تم سب کو نہیں چھوڑوں گی تم سب سے بدلا لوں گی وہ ڈر کر اس سے دو قدم دور ہٹی اور اس عورت سے بولی۔ میں تمہیں نہیں جانتی میں نے تمہارے شوہر کو نہیں مارا تم جھوٹ بولتی ہو اس کے کچھ سمجھنے سے پہلے ہی اس عورت نے اس کا بازو پکڑ کر اسے کھینچا جس سے اس کے لمبے ناخن اس کے ماس میں پیوست ہو گئے پھر اس عورت نے اسے یک لخت اس ڈھیر کے پاس لا چھوڑا جھٹکے کی وجہ سے اس عورت کے ناخن اس کے بازو کا ماس ادھیڑتے ہوئے باہر جا نکلے اس کے منہ سے دلخراش چیخ برآمد ہوئی کہ اسکی نظر اب کے ڈھیر پر جا پڑی وہ کوئی ڈھیر نہیں نیلی حویلی کا وہی گارڈ تھا جسے مرگی کے دورے پڑتے تھے اس کے دیکھتے ہی دیکھتے اس گارڈ کے جسم کو جھٹکا پہ جھٹکے اتنے زوردار تھے کہ وہ چار پانچ قدم مزید پیچھے کو ہٹی کہ ان جھٹکوں کے ساتھ ہی اس کے جسم کو آگ لگ گئی اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہو کر ہوا میں پھیل گئی وہ عورت غصہ سے اس کی طرف بڑھی غصہ کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے نیلی رنگ کی روشنی پھوٹنے لگی وہ ڈر کر بولی میں نے تمہیں آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا کیا تم نے اسے بھی نہیں دیکھا اس نے گارڈ کے بارے میں کہا وہ میرا شوہر تھا وہ ہجوم جو کافی دیر سے تماشائی بنا بیٹھا تھا اب کہ اس میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ سب اس کے گرد اپنا گھیرہ تنگ کرنے کے لیے بڑھے اس نے گھبراہٹ میں اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو اسے معلوم ہوا کہ اس کا چہرہ پسینے سے تر ہے اب کہ اس نے بھاگنے کے لیے تر تو لے تو غیر ارادی طور پر اس کی نظر اس ہجوم کی طرف اٹھی تو اسے اپنا حرکت قلب بند ہوتا ہو محسوس ہوا۔ کیونکہ اس ہجوم میں پہلے تو انسان تھے مگر اب یہ ہی کیا ان کی چمڑی اس طرح گل کر پانی کی طرح بہہ رہی تھی جیسے کسی نے اس پر تیزاب سے بھرا ڈرم انڈیل دیا ہو وہ جو سوچ رہی تھی کہ وہ ہل بھی نہ پائے گی کسی غیبی طاقت نے اسے بھاگنے پہ مجبور کر دیا وہ بھاگنے لگی بھاگتے بھاگتے اسے یاد نہ کہ وہ کہاں سے ہوتے ہوئے اس میدان کی طرف آئی تھی بھاگتے ہوئے اسے زوردار طریقہ سے ٹھوکر لگی اور وہ اوندھے منہ زمین پر جا گری اس کے منہ سے خون بہنے لگا آنکھوں میں آنسو لیے وہ اٹھنے لگی اٹھتے ہوئے زمین پر سے اس کی نظر اپنے پیچھے ہر لمحہ تیز ہوتے ہجوم پر پڑی جو کہ اس کے منہ میں سے بہتے خون کو دیکھ کر اس پر جھپٹے اور ایک انسان جو کہ اب مکمل ڈھانچے میں تبدیل ہو چکا تھا اس نے اس کی ٹانگ پکڑ لی اس کے منہ سے دلخراش چیخ برآمد ہوئی اس ڈھانچے کے تیز مگر سوئی کی طرح باریک ناخن اس کی ٹانگ میں پیوست ہو گئے۔

۔ایک سنسنی خیز اور دو روانی کہانی۔

بستی کوٹ جناں رہائش نیلی حویلی کمرہ 320 کی دوسری منزل میں بنی ہوئی کھڑکی میں سے اس نے سر نکال کر دائیں بائیں دیکھا پھر اس کی نگاہ نیچے گئی تو اس کے چہرے پر خوف کے آثار نمودار ہوئے وہ نیچے کھڑے ہجوم پر سے زبردستی نگاہیں ہٹا کر اپنے دوستوں سے بولی۔

میں نے کہا تھا ناں کہ مجھے میرے نام کی پکار سنائی دے رہی ہے پر تم سب نہیں مانے۔

پر ہمیں تو کچھ سنائی نہیں دے رہا سب دوستوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور اپنے اپنے انداز میں اسے سمجھانے لگے کی کوشش کی کہ وہ یکدم زور سے چلائی۔

یا تو تم سب پاگل ہو چکے ہو یا بہرے ہو۔ وہ مجھے بلا رہی ہے وہ جو کھڑکی کے پاس کھڑی تھی ہاتھ سے نیچے اشارہ کرتے ہوئے بولی وہ دیکھو سب مجھے لینے آئے ہیں۔

اس کی دوست نے آکر کھڑکی سے نیچے دیکھا پر نیچے خالی میدان تھا اس کی دوست کھڑکی کے پاس سے ہٹ گئیں اور باقی دوستوں کو بتایا۔

نیچے کوئی موجود نہیں ہے اب پریشانی سے اس کی سمت دیکھ رہے تھے۔ کہ ایک دم وہ بولی۔

میں مرنا نہیں چاہتی مجھے بچا لو وہ مجھے لے جائیں گے اور تم سب کو بھی مار دیں گے مجھے بچا لو وہ اونچا اونچا روتی ان کے سامنے ہاتھ جوڑتی ہذیانی انداز میں اپنے بالوں کو زور سے نوچنے لگی اس کی سہیلیاں اسے ایسا کرنے سے روکنے کے لیے اس کے پاس گئیں کہ اس نے انہیں زوردار دھکا دیا وہ جو اس کے لیے تیار نہیں تھیں اڑ کر دور جا گریں اس کے دوست بے بسی سے اپنی بے بس دوست کو دیکھ رہے تھے ان سب کو نہ کچھ دکھائی دے رہا تھا اور نہ ہی سنائی دے رہا تھا۔ جس کے بارے میں ان کی دوست انہیں بتا رہی تھی تو وہ کس طرح اس کی مدد کرتے خوف بھری اور کچھ نہ سمجھ آنے والے انداز میں اسے دیکھ رہے تھے وہ پھر کھڑکی سے ہٹ کر اپنے دوستوں کے پاس آئی ہاتھ جوڑ کر التجا کرنے لگی۔

وہ مجھے مار دیں گے مجھے بچا لو پھر جیسے وہ کسی فیصلہ پر پہنچ کر پرسکون ہو گئی وہ کھڑکی کی طرف بڑھ رہی تھی اور بولی میں خوف کی زندگی نہیں جینا چاہتی اس سے پہلے کہ کوئی کچھ سمجھتا اس نے کھلی کھڑکی سے چھلانگ لگا دی۔

آج یونیورسٹی میں فیرول پارٹی ہو رہی تھی جس میں ہر کوئی دوسرے سے زیادہ خوبصورت دکھائی دینے کی کوشش میں خوب تیار ہو کر شریک ہوا تھا اور اسی یونیورسٹی کی جان ایک گروپ جو کہ سات دوستوں پر مشتمل تھا اور یونیورسٹی میں یہ گروپ سول میٹ کے نام سے مشہور تھا

ارے شہابہ تمہاری ساڑھی تو بہت ہی پیاری ہے کتنے کی لی ہے مازیہ نے پوچھا۔

شہابہ کے جواب دینے سے پہلے ہی اقوس کی زبان میں کھجلی ہوئی اس نے سن کو آنکھ سے اشارہ کرتے ہوئے ہمیشہ کی طرح بات کے درمیان میں اپنی ٹانگ اڑائی اور بولا۔ آف کورس کسی سے ادھار ہی مانگی ہو گی۔

چھوڑو یار کسکے منہ لگ رہا ہے حسن کے منع کرنے کے باوجود اقوس پھر سے بولا۔

ویسے اس کی زبان کے لشکارے مارتے جوہر کی وجہ سے کوئی اسے کیسے ادھار دے سکتا ہے شہابہ جو برداشت کر رہی تھی اقوس سے بولی۔

تم نے اپنی شکل دیکھی ہے۔

ہاں ہاں کیوں نہیں اتنی پیاری ہے کہ میں کسی سے کچھ مانگتا ہی نہیں دوسرا مجھے خود دے دیتا ہے وہ بھی ادھار میں نہیں پکا پکا۔ اقوس فوراً شہابہ کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔

تم ذلیل انسان خود کو صوفی درویش سمجھتے ہو۔

سمجھتے ہو نہیں میں ہوں۔ اقوس نے فوراً اس کی بات کی درستگی کی اب شہابہ کی برداشت جواب دے گئی بولی۔

تم نے اپنی ہزار گز لمبی کالی زبان دیکھی ہے ویسے بھی یہ ساڑھی میں نے تم سے ادھار نہیں مانگی جو تمہیں آگ لگی ہوئی ہے تمہیں ہمیشہ کہتی ہوں میرے منہ نہ لگا کرو پر تمہیں تو اپنی۔۔

ایک منٹ ماذیہ اس کی تو میں طبیعت صاف کروں ماذیہ کے اسے ٹوکنے پر شمابہ اسے روکتی پھر سے اقوس کی طرف پلٹی جو کہ اپنی مسکراہٹ کو روکنے کی کوشش میں منہ پھیر کر کھڑا تھا وہ جانتا تھا کہ اب یہ آدھے گھنٹے سے پہلے چپ نہیں ہوگی۔ وہ دوبارہ کچھ کہنے والی تھی کہ اسے زیب آتی ہوئی دکھائی دی تو وہ اقوس کو بخش کر اس پر احسان عظیم کرتی زنیب کو دیکھ کر ماذیہ کے کان میں بولی۔

زنیب کتنی پیاری لگ رہی ہے ماذیہ نے زنیب کی طرف دیکھا اور بولی۔

ہاں یہ تو واقعی بہت ہی پیاری لگ رہی ہے یہ تو اتنی سمپل رہ کر بھی پیاری لگتی ہے آج تو کم بخت غضب ڈھا رہی ہے شمابہ نے اسے آنکھیں نکالیں تو وہ دونوں کھل کھلا کر ہنس پڑیں ان باتوں کے ہوتے ہوئے زنب انکے پاس پہنچ گئی سب سے ملنے کے بعد وہ یہاں وہاں دیکھنے لگی کہ اقوس حسن کے پاس کھڑا سوگوشی میں بولا۔

آج تو زنب کے رنگ ہی علیحدہ ہیں بہت پیاری لگ رہی ہے آج ہمارے دوست کی خیر نہیں ہمیشہ اسے سمپل جو دیکھا ہے آج تیار ہو کر آئی ہے تو خوبصورت ہی لگنا ہے پارلر سے نکلنے کے بعد تو عام شکل وصورت والیاں بھی رنگ روپ نکال لیتی ہیں ہوش سنبھالتے ہی خواتین سے الرجک حسن نے اقوس کی بت سننے کے بعد تفصیل سے جواب دیا۔

یار زنب کے بارے میں تو ایسا نہ کہو۔ اقوس کو حسن کی بات اچھی نہ لگی تو اسے ٹوک بیٹھا۔

پر ساری ایک جیسی ہی ہوتی ہیں حسن اپنی بات پر قائم رہا تو اقوس نے ٹاپک چینج کر دیا۔

پتہ نہیں یہ احمر اور زنب کہاں رہ گئے ابھی تک پہنچے نہیں کافی دیر ہوگئی ہے اقوس کے کہنے پر تھوڑی دیر بعد زنب نے ماذیہ سے پوچھا۔

باقی سب نہیں آئے۔

باقی کون کس کا پوچھ رہی ہو۔۔۔ پھر ہنستے ہوئے بولی اقوس نے ابھی فون کیا ہے احمر نے بتایا کہ ٹریفک میں پھنس گئے تھے بس آتے ہی ہوں گے ماذیہ نے زنب کو تھوڑا چھیڑنے کے بعد بتایا پھر بولی۔

وہ دیکھو وہ دونوں آ رہے ہیں آپ کے احمر صاحب۔ زنب نے اپنی طرف میں دیکھا کہ کہیں کسی نے سن تو نہیں لیا پھر اسے ڈانٹتے ہوئے بولی۔

فضول باتیں نہ کیا کرو زنیب نے پاس پہنچتے ہی احمر کی طرف اپنی طرف سے چوری چھپے دیکھا پر پھر گھبرا کر فوراً ہی اپنی نگاہیں جھکالیں کیونکہ احمر بھی اسے دیکھ رہا تھا پاس پہنچ کر سب سے ملنے کے بعد یہ گروپ اندر جانے کے لیے ہال کی طرف بڑھ گیا۔

ان سب دوستوں کو اندازہ تھا کہ آج ان سب کا یونیورسٹی میں آخری دن ہے پھر زندگی کے جھمیلوں میں کھو جانے سے پہلے یہ سب کچھ دنوں کے لیے کسی سرسبز مقام پر اکٹھے گھومنا یا رہنا چاہتے تھے جو کہ یہ پچھلے سال سے صرف سوچ رہے تھے پر عمل پیرا ہونے کا وقت اب آیا تھا تو اسی لیے ان سب نے کل پیزا ہٹ میں مل کر تفریحی مقام کا فیصلہ کرنے کا سوچا اور اپنے گھروں کو لوٹ آئے۔

اگلے دن ٹھیک وقت پر یہ سب پیزا ہٹ میں موجود تھے آرڈر پیزا کا دینے کے بعد حسن نے کہا ۔ہاں تو آپ سب کی کیا کیا سوچ یا فیصلہ ہے کہاں جایا جائے اگر کچھ سوچا ہے تو بتاؤ آخر میں مل کر فائنل کریں گے کچھ دیر کے لیے سکوت چھا گیا اقوس نے کہا۔

مری چلتے ہیں جتنی بار بھی جاؤ دل نہیں بھرتا کیا پرفضا مقام ہے۔

تم یہ پرفضا مقام اپنے پاس ہی رکھو کسی دو یا ڈھائی سال کے بچے سے مری کے بارے میں پوچھو

تو وہ سب کچھ فرفر بتادے گا حسن نے ناگواری سے شہابہ کی جانب دیکھا جس نے اقوس کے مری جانے کی بات پر اسے لیکچر پلایا تھا پھر اسے ٹوکتے ہوئے بولا شہابہ تمہیں لڑنے مرنے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں ہمیشہ بدتمیزی ہی کرتی ہو احمر نے بیچ بچاؤ کرتے ہوئے کہا۔

حسن ہم پچھلے دو سال سے ساتھ پڑھ رہے ہیں اور کافی حد تک ایک دوسرے کی نیچر سے واقف ہیں ہم اس کی نیچر کو جانتے ہیں اس لیے برا کیوں مانیں۔ پھر تم غصہ کیوں کرتے ہو یار یہ لڑکی ہے لڑکیوں کی طرح رہا کرے اچھا اس بات کو چھوڑو حسن تم بتاؤ ہم کہاں چلیں۔ احمر نے حسن کا غصہ ختم کرنے کو کہا۔

کراچی چلتے ہیں۔ ماذیہ حسن کے بولتے ہی لگا تھا ماذیہ کی طرف دیکھتے ہوئے ماتھے پر لاتعداد شکنیں ڈال کر بولا ہو تو تم بے وقوف لڑکی ہی ناں تم عورتوں میں تو عقل نام کی چیز ہی نہیں ہوتی وہاں جا کر مرنا ہے کیا۔ اگر تمہیں مرنے کا شوق ہے تو جاؤ ہمیں کوئی شوق نہیں ہے۔

حسن ہوسکتا ہے کہ تمہارا کوئی فیملی ممبر ایسا ہو جس کی وجہ سے تم خواتین کو ڈی گریڈ سمجھتے ہو اور کرنے میں لگے رہتے ہو پر یہ ضروری تو نہیں کیونکہ پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتی ہیں۔ ویسے بھی ہم یہاں اچھی یادوں کو اکٹھا کرنے بیٹھے ہیں غصہ کو تھوکو اور چل بتاؤ اور اب پلیز حسن کی بات سنو اور کوئی نہیں بولے گا۔ پلیز زینب نے ماذیہ کا اترا ہوا چہرہ دیکھا حسن کے کراچی کے بارے میں خیالات سن کر تو اسے افسوس ہوا اسے سمجھانے حسن کو کی ناکام کوشش کرتے ہوئے اسے بات کرنے کا موقع دیا اور اب اس کی طرف دیکھنے لگی حسن نے زینب کی بات کا اثر لیتے ہوئے بغیر کہا۔

میں نے ہفتہ پہلے ایک آرٹیکل پڑھا تھا جس میں لکھا تھا کہ اگر آپ نے دنیا میں جنت دیکھنی ہے جو کہ مری سے بھی زیادہ خوبصورت ہے تو اس بستی میں چلے آؤ پھر یہاں سے واپس جانے کو دل نہیں مانے گا تو اس جنت کا نام کیا ہے ماذیہ حسن کے ذریعے کی گئی اپنی تازہ وانسلٹ کو نہیں بھولی تھی اس لیے طنز سے بولی کہ اقوس نے فوراً جواب دیا۔ جنت الفردوس زینب نے دونوں کی طرف تنبیہی نگاہ سے دیکھا کہ اسے بول لینے دو حسن نے کہا۔

کوٹ جناں۔

سب اس کا چہرہ دیکھنے لگے یہ کیسی جگہ ہے نام کتنا عجیب ہے مجھے تو نام ہی پسند نہیں آیا۔ سب اپنی اپنی رائے دے رہے تھے۔ حسن نے سب کی رائے سنی پھر کہا۔

نام تو مجھے بھی عجیب سا لگا تھا پر میں نے پڑھا ہے کہ وہ اتنی خوبصورت اور پہاڑی بلند تر ہیں اور ایسا پر فضا اور پرسکون ماحول اور مقام ہے آئی ایم شیور کہ آپ سب نے ایسی خوبصورت جگہ کبھی نہیں دیکھی ہوگی۔ میں نے تو جب کا پڑھا ہے بہت ہی ایکسائٹڈ ہوں اب موقع ملا ہے تو ہمیں چلتے ہیں حسن نے سب کو منانے کی کوشش کی زیب جو ان سب میں ڈرپوک مشہور تھا آہستہ سے منمنایا۔

اس کا نام کتنا عجیب سا ہے کوٹ جناں۔

یار تم تو چپ کرو اگر ہوا سے کھڑکی کا پٹ بھی ہل جائے تو تمہاری سانس رکنے لگتی ہے۔ ویسے بھی نام میں کیا رکھا ہے بس یہ جگہ فائنل ہے حسن کے زور دینے پر احمر نے سب کی طرف دیکھا جیسے کہ پوچھ رہا ہو کہ اگر کوئی اور جگہ ہے تو بتاؤ پر سب پر سوچ لگا ہوں سے ایک دوسرے کو تک رہے تھے پر منہ سے بولے کچھ بھی نہیں جیسے نیم رضامند ہوں۔

تو پھر فائنل ہو گیا ہم وہیں چلیں گے۔ حسن نے خوشی سے کہا۔

تو پھر کل صبح پانچ بجے آپ سب میرے فارم ہاؤس میں جمع ہوں گے ساڑھے پانچ بجے تک ہم نکل

پڑیں گے۔ اور پلیز بی کیئر فل جو دیر سے پہنچا وہ رہ جائے گا اور ٹور ہوگا سات دنوں کا اور آٹھویں دن واپسی ہوگی۔ احمر نے سب کو بتا کر انکی رائے مانگی تو سب نے سر ہلا کر ٹھیک کہا اور کل دوبارہ ملنے کے لیے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

اگلی دن صبح ٹھیک پانچ بجے سب ہی احمر کے فارم ہاؤس پر جمع تھے فضل بابا نے سب کو فریش جوس دیا کہ اقوس کی نظر زینب کے شولڈر بیگ پر پڑی جو کہ کافی بڑا اور پھولا ہوا تھا تو وہ بولا۔

زینب اس میں کیا ہے اتنا بڑا اور پھولا ہوا اس میں کیا ہوا بھری ہے سب جو جوس پی رہے تھے زینب کی طرف دیکھنے لگے تو زینب گھبرا گئی اور بولی۔

اس بیگ میں۔

ہاں میرا مطلب ہے کہ اس میں کوئی بم شم تو نہیں ہے ناں اقوس نے اسے کنفیوز کرنے کی کوشش کی تو وہ شرمندہ ہوگئی اور بولی۔

نہیں۔سب راستے میں کام آنے والی چیزیں ہیں ضرورت کی احمر جو کہ زینب کو شرمندہ ہوتے ہوئے دیکھا تو کہا اقوس تمہیں اس سے مطلب کہ بیگ میں کیا ہے ویسے بھی چلو ساڑھے پانچ ہو چکے ہیں دیر سے نکلے تو دیر سے پہنچیں گے۔ویسے بھی پہلی بار جا رہے ہیں راستے کا کچھ خاص اندازہ نہیں ہے راہ میں پوچھتے ہوئے ہی جانا پڑے گا تو پھر کتنا وقت لگے گا اندازہ نہیں احمر پہلے اقوس سے کہا۔

پھر بڑبڑاتا ہوا اپنی آٹھ سیٹر گاڑی نکالنے لگا گاڑی نکالنے پر احمر ڈرائیونگ سیٹ اقوس اس کے ساتھ والی جگہ پر پیچھے تین اور پھر آخر میں تین سیٹیں بنی تھیں۔ماذیہ شہابہ اور زینب ڈرائیونگ سیٹ کے پیچھے والی تینوں سیٹوں پر جبکہ حسن اور زیب ان سب کے سامان سمیت آخری تین سیٹوں پر جا بیٹھے احمر نے گاڑی سٹارٹ کی اور یہ چھوٹا سا قافلہ کوٹ جناں کے لیے روانہ ہو گیا۔

تھوڑا ہی راستہ کٹا تھا کہ اقوس نے اپنے پاؤں رکھنے والی جگہ پر سے پڑا اپنا بیگ اٹھایا اور اس میں سے چپس اور چیپی کا ٹن پیک نکالا اور اپنے برابر بیٹھے احمر سے صلح کے انداز میں اس کی طرف بڑھایا احمر نے تھینکس کہہ کر دوبارہ سیدھا دیکھنے لگا اس نے دونوں چیزیں اوپر اٹھائیں اور گاڑی کی چھت تک لے کر آیا اور پیچھے بیٹھے اپنے دوستوں سے پوچھا۔کوئی لینا پسند کریگا۔

نہیں مجھے پتہ تھا۔کسی کے کچھ بولنے سے پہلے ہی اس نے کہا اور ٹن پیک منہ سے لگا لیا۔آدھا گھنٹہ ہی گزرا تھا کہ شہابہ بولی۔

احمر اب اور کتنی دیر ہے میری تو ٹانگیں ایک ہی طرح بیٹھنے کی وجہ سے اکڑ گئی ہیں اگر اتنی ہی نازک مزاج ہو تو گھر بیٹھنا تھا پتہ تو ہے تقریبا چار یا پانچ گھنٹے کا سفر تو ضرور ہے پھر بھی آ گئی ہو ماذیہ نے شہابہ کی سائیڈ لیتے ہوئے کہا۔

حسن اتنا اوور روڈ مت ہو جایا کرو تم تو حسن جواب میں ماذیہ کو کچھ کہنے ہی والا تھا کہ گاڑی ایک جھٹکے سے رک گئی سب اس کے رکنے کی طرف متوجہ ہو گئے۔

کیا ہوا گاڑی کو کیوں رک گئی۔حسن نے احمر سے پوچھا۔

پتہ نہیں چیک کرتا ہوں آن سے پہلے پوری چیک تو کروائی تھی پھر پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے شاید ٹائر کا مسئلہ ہے وہ چیک کرتا ہوں احمر نے پہلے تو حسن کو جواب دیا پھر منہ میں بولتا ہوا نیچے اتر گیا۔

اوہو۔ٹائر میں ہوا کم ہو گئی ہے اقوس جو احمر کے ساتھ ہی نیچے اتر آیا تھا سے احمر نے کہا۔

پر ایسا کیسے ہو سکتا ہے اقوس نے احمر کو آواز دی اور بتایا کہ یہ دیکھو صرف ٹائر کی ہوا ہی کم نہیں ہوئی ٹائر

بھی پھٹ گیا ہے اتنے میں زیب اور حسن بھی نیچے اتر آئے اور پوچھنے لگے۔

کیا ہوا ان کو بھی بتایا تو وہ بھی بولے۔

کوئی ٹائر فالتو پڑا ہے۔

احمر نے کہا ہاں ہے۔ احمر نے ٹائر تبدیل کیا اور یہ پھر سفر پر چل پڑے تھوڑی دیر گاڑی میں سناٹا چھایا رہا جس کو زیب کی آواز نے توڑا یار یہ تمہارا کوٹ جناں اور کتنی دور ہے۔

زیب نے حسن سے پوچھا تھا جس کا جواب اقوس کی جانب سے ملا۔

زیب یہ تم حسن سے تمہارا کوٹ جناں کیوں کہہ رہے ہو کیا اس کے فادر نے یہ بستی وہاں کی آبادی کو رینٹ پر دی ہے شہابہ نے زینب کے کان میں کہا کہ جب بھی بولتا ہے فضول ہی بولتا ہے جسے اقوس کے چلتے کانوں نے سن لیا اور بولا۔

شکریہ میری تعریف کرنے کا مجھے اپنی پرچھائی کا پہلے سے پتہ ہوتا ہے کیونکہ اکثر لوگ مجھے روک کر میری تعریف کرتے نہیں تھکتے۔

چلو جی اپنے کان لپیٹ لو یہ اپنی تعریفوں کے ٹوکرے اپنے ہی آپ پر الٹنا شروع ہو چکا ہے جبکہ اب کی بار اقوس اس کی کی ہوئی بات سے انجان واقعی اپنی تعریفوں میں زمین آسمان ایک کئے جا رہا تھا۔

ایک گھنٹے کے تھکا دینے والے سفر کے بعد گاڑی ایک ریسٹوران کے سامنے جا رکی تو احمر نے سب کو مخاطب کرنے والے انداز میں کہا۔

کچھ کھا پی لیتے ہیں اور اگر کسی نے فریش ہونا ہے تو وہ بھی ہو جائے میں کافی تھک چکا ہوں احمر نے گاڑی پارکنگ میں کھڑی کی اور یہ سب اندر کی جانب بڑھ گئے واش روم میں سے ہو کر آنے کے بعد یہ سب ایک نسبتاً کم رش والی جگہ پر ٹیبل چوز کر کے بیٹھ گئے اور آئندہ کا لائحہ عمل تیار کر رہے تھے کہ ویٹر آیا مینو بتانے کے بعد کھانا لا کر لگا دیا گیا۔ کھانے کے دوران احمر نے کہا مجھے لگتا ہے کہ شاید ہم غلط راستے پر جا رہے ہیں کیونکہ دیکھو آگے صرف ویرانہ ہے اور لگ رہا ہے کہ جیسے جنگل شروع ہونے والا ہے کوئی آبادی دور دور تک نظر نہیں آ رہی ہے اس ویٹر سے پوچھتا ہوں درمیانی عمر کے لگ رہے ہیں شاید انہیں کچھ پتا ہو ویٹر پاس سے گزرنے لگا تو احمر نے اسے روک کر پوچھا۔

کیا آپ ہمیں بتا سکتے ہیں کہ کوٹ جناں بستی اس ہوٹل سے مزید کتنی دور ہے۔

کوٹ جناں۔ احمر کو لگا جیسے یہ نام لیتے ہوئے اس کے چہرے پر خوف کا سایہ لہرایا ہو پھر وہ فورا سنبھل کر بولا نہیں میں نہیں جانتا یہ کہہ کر جلدی سے وہاں سے ہٹ گیا۔ زیب جس نے ویٹر کا اڑتا ہوا رنگ دیکھا تھا کہنے لگا۔

میں نے کہا تھا مجھے تو اس بستی کا نام ہی پسند نہیں ہے اور نہ ہی کبھی پہلے ایسا نام سنا ہے پر آپ سب ۔احمر نے زیب کی بات کاٹی۔ اور کہا۔

میں نے تو تب ہی پوچھا تھا کہا گر کسی کی نہیں اور جانے کی مرضی ہے تو بتا دے پر تب تو کوئی نہیں بولا۔ ان باتوں کے دوران ان سب نے محسوس کیا کہ جیسے کہ وہ ویٹر بار بار ان سب کی طرف عجیب سی نظروں سے دیکھ رہا ہو پھر وہ ویٹر بل لے کر آیا تو احمر نے بل ٹیبل پر رکھا اور جانے کے لیے کھڑا ہوا تو وہ ویٹر ان بھی وہیں کھڑا رہا۔ سب کو الجھن سے محسوس ہوئی۔

بھائی کیا بات ہے ٹپ اور چاہیے۔ یہ کہہ کر وہ اسے اور ٹپ دینے لگا کہ وہ کچھ خوفزدہ ہو کر یہاں وہاں دیکھنے لگا جیسے کسی دوسرے کی موجودگی نہ چاہتا ہو پھر آہستہ سی سرگوشی نما آواز میں بولا صاحب کوٹ جناں مت جانا آپ تو پڑھے لکھے لگتے ہو آپ کو اس بستی کے نام سے بھی اندازہ نہیں ہوا کوٹ

جناں یعنی کہ جنوں کی بستی سب لڑکیاں زیب سمیت خوف بھری نگاہوں سے اس ویٹر کو دیکھنے لگیں کہ وہ پھر سے بولا۔

ہاں صاحب وہاں تو موت رقص کرتی ہے زندگی کا آنچل اوڑھ کر وہاں جو ایک بار جاتا ہے دوبارہ کبھی نہیں آتا سب کے چہروں سے ڈر صاف دیکھنے کو ملا کہ حسن اسے ڈانٹتے ہوئے بولا

پہلے تو کہہ رہے تھے کہ پتہ نہیں اب پورا بائیو ڈیٹا بتا رہے ہو دوستوں بکواس کر رہا ہے۔ چلو اٹھو سب اٹھتے ہوئے دروازے کی جانب بڑھنے لگے زیب نے وہ سوال کیا جو کب سے اس کے دماغ میں گونج رہا تھا۔

آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ جو ایک بار وہاں جاتا ہے تو پھر واپس نہیں آتا۔

ویٹر نے کہا۔ صاحب جس طرح آپ جاتے ہوئے یہاں رستوران میں آئے ہو واپسی پر بھی کوئی نہیں آیا کوئی بچے گا تو آئیگا ناں کوئی زندہ ہی نہیں بچتا حسن نے کہا۔

یہ کیا بات ہوئی ضروری تو نہیں کہ جو جاتے ہوئے یہاں رکے وہ سو فیصد واپسی پر بھی یہاں ہوتا جائے ویٹر نے بے بسی سے سب کی طرف دیکھا اور کہا۔ صاحب میرا گھر کوٹ جناں کے رستے میں آتا ہے اس لیے میں نے وہاں کے بارے میں بہت سنا ہے وہاں موت کا سناٹا ہے کوئی انسان وہاں نہیں رہتا۔

بس بہت ہوگیا اب ایک لفظ بھی اور کہا تو تمہاری شکایت کروں گا حسن نے اب کی بار ذرا بدتمیزی سے کہا تو ویٹر مایوس ہو کر وہاں سے چلا گیا۔

تم چلتے کیوں نہیں ہو دروازے کے سامنے کھڑے ہوگئے ہو۔

حسن کے کہنے پر یہ سب دروازے سے نکل کر پارکنگ کی طرف آگئے حسن نے کہا گاڑی میں چلاؤ ں گا حسن نے گاڑی نکالی یہ سب اس میں سوار ہوگئے اور یہ گاڑی کوٹ جناں کی طرف روانہ ہوگئی۔ جہاں سے موت ان کو صدائیں دے رہی تھی۔

گاڑی میں سات نفوس کے ہوتے ہوئے بھی خاموشی کا راج تھا جس کو شہا بہ کی آواز نے توڑا وہ بولی آپ سب کو کیا لگتا ہے کیا وہ سچ کہہ رہا تھا۔

تم سے بڑا جن تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا حسن نے برا سا منہ بنا کر کہا تمہارا سر پھاڑ دوں گی میرے منہ نہ لگا کرو۔

ابھی بھی وقت ہے واپس چلتے ہیں زیب کی کمزور سی آواز آئی مری ٹھیک رہے گا۔

پھر مری کتنی بار تو دیکھا ہوا ہے۔۔ حسن نے پھر زیب کو ڈانٹا۔ اقوس نے درمیان میں لقمہ دیا۔ ہاں زیب نے مری دیکھا ہوا ہے پر کچھ کچھ بھول رہا ہے اقوس شرارت بھری نظروں سے زیب کو دیکھتے ہوئے بولا۔ کیوں ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں۔ انہیں باتوں کے درمیان مزید کافی سفر کٹ گیا کوٹ جناں سے پندرہ منٹ کا فاصلہ رہ گیا کہ حسن کی نگاہ راستے میں کھڑے بابا جی کی طرف پڑی جو کہ ان کو رکنے کا اشارہ کر رہے تھے اقوس حسن کو تنگ کرنے کو بولا۔

یار گاڑی نہ روکنا۔

پر کیوں۔ زیب نے پوچھا۔

کیا پتہ یہ جن بابا نہ ہوں۔

بس بھی کرو یار حسن انکے پاس گاری روکنے لگا کہ اقوس نے کہا۔

حسن چلتے رہو رکنا نہیں۔

پر کیوں۔

اگر انہوں نے لفٹ مانگ لی تو تو کیا چھت پر بٹھاؤ گے۔

بس چپ حسن نے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ اور گاڑی سنسان علاقہ ہونے کی وجہ سے جو تیز

چل رہی تھی اس لیے بابا جی تھوڑا پیچھے رہ گئے حسن نے تھوڑا آگے جا کر گاڑی کی بریک لگائی تو گاڑی رکنے سے پہلے اقوس چہرے پر بھرپور افسوس طاری کر کے بولا۔ یار میں تو مذاق کر رہا تھا تو نے تو واقعی گاڑی نہیں روکی۔ بے چارے بزرگ ہیں

تم سے کوئی پورا نہیں آ سکتا حسن نے اقوس کے ڈرامے سے متاثر ہوتے ہوئے کہا۔ گاڑی رکنے پر بابا جی جوان کے پاس آ گئے تھے کو سلام کیا بابا جی نے سلام کا جواب دیا اور پھر کچھ دیر سب کی طرف دیکھا جیسے بات شروع کرنے کا مناسب طریقہ سوچ رہے ہوں۔ زینب جو کافی دیر سے آنکھیں موندے قرآنی آیات کا ورد کر رہی تھی بابا جی کو دیکھ کر ماذیہ سے کہنے لگی۔۔

یہ بابا جی کتنے نورانی چہرے والے ہیں۔

ماذیہ نے بھی بابا جی کی طرف دیکھا درمیانہ قد سفید لباس اور سفید ہی لمبی سی داڑھی ہاتھوں میں تسبیح لیے وہ کچھ کہنے ہی والے تھے کہ اقوس بول پڑا۔

بابا جی کوئی مسئلہ ہے تو بتاؤ۔ میرے دوست فوراً حل کر دیں گے۔

خود صرف زبان چلانی استعمال کرنا آتی ہے۔۔

شھابہ نے ماذیہ کے کان میں آہستہ سے کہا۔

بیٹا کوٹ جتاں مت جانا۔

کیوں بابا جی۔ کیوں نہ جائیں زیب نے جلدی سے کہا۔ تو بابا بولے۔

بیٹا وہاں ہر جگہ شیطانیت کا راج ہے حسن بولا۔ بابا جی شیطان کہاں نہیں ہوتا۔ ہر کوئی وہاں سے روک رہا ہے۔

حسن بیٹا سب آپ کی بھلائی کے لیے ایسا کہہ رہے ہیں سب جو پہلے ہی سوچ رہے تھے کہ انہیں کیسے پتہ کہ ہم کہاں جا رہے ہیں پھر بھی انہوں نے ٹھیک بتایا اور اب حسن کا نام۔

بابا جی اگر آپ منع کرتے ہیں تو ہم وہاں نہیں جائیں گے۔ زینب کے کہنے پر زیب نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

زینب ٹھیک کہہ رہی ہے تم سب پاگل ہو چکے ہو دس منٹ کے فاصلہ پر ہماری منزل ہے اور ہم نہیں جائیں گے حسن نے زینب کی نقل اتاری۔ بابا جی کوئی اور مسئلہ ہے تو بتاؤ نہیں تو اپنی راہ لو اب کہ حسن نے گستاخی سے بات کی۔

میں جانتا تھا کہ ہر ٹولے میں جو یہاں گھومنے آتے ہیں تم جیسا کوئی ہوتا ہے جو باقیوں کو بھی لے ڈوبتا ہے وہاں ہر جگہ موت کھڑی ہے وہاں مت جانا میرا کام تم لوگوں کو سمجھانا تھا میں نے کہہ دیا پر تم نہیں مانو گے یہ بھی میں جانتا ہوں۔

سب ایسے بابا جی کی طرف دیکھ رہے تھے جیسے کہ انہیں سانپ سونگھ گیا ہو کوئی ایک لفظ بھی تردید کا بولے بغیر اگلی بھی باتیں سن رہا تھا کہ بابا جی نے کہا۔ یہ پوٹلی اپنے پاس رکھ لو کام آئے گی بابا نے ایک چھوٹی سی پوٹلی اور ایک تعویذ ان کی طرف بڑھایا کوئی اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں کہ زینب بولی بابا جی اسے مجھے دے دیں میں اسے سنبھال لوں گی بابا جی نے وہ دونوں چیزیں زینب کو دیں اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر اسے دعا دی اور واپس چل پڑے زینب نے وہ چیزیں اپنے شولڈر بیگ میں رکھ لیں اور حسن نے گاڑی آگے بڑھا دی کہ ماذیہ نے کہا۔

پہلے وہ ویٹر اور اب یہ بابا جی اب نہ جانے کیا سچ ہے ہمیں واپس چلنا چاہیے وہ بولتے ہوئے پیچھے مڑ مڑ کر دیکھنے لگی کہ بابا جی کو دیکھ سکے پر۔۔۔ ارے بابا جی کہاں گئے ابھی تو یہیں تھے اتنی جلدی کیسے جا سکتے کہاں گئے ہوں گے اتنے بزرگ بابا تو تھے لگتا ہے غائب ہو گئے ہیں پانچ منٹ تو ہوئے ہیں ماذیہ کے کہنے پر باقی سب نے بھی پیچھے مڑ کر دیکھا پر وہ ہوتے تو دکھائی دیتے احمر نے کہا۔

میرا تو یہ فیصلہ ہے کہ واپس چلنا چاہیے اور آپ

سب کیا کہتے ہو کسی کے اپنا خیال بتانے سے پہلے حسن بول پڑا۔

تم ایک اسی سالہ بابے کی بات مان رہے ہو چار گھنٹے کا سفر کر کے آئے ہیں اور اب پانچ منٹ کے فاصلہ پر اپنی منزل ہے تو واپس چلیں تم یونی میں اتنے سمجھدار مشہور کیسے ہو گئے اقوس جو کافی دیر سے سب کی باتیں سن رہا تھا کہنے لگا ویسے مجھے تو حیرانگی ہو رہی ہے کہ آپ سب پڑھے لکھے ہو کر ایسی باتوں کو مانتے ہو اس دور میں کون ایسی باتوں کو مانتا ہے انسان چاند پر جا پہنچا اور اب تو وہاں اپنا گھر بھی بنانے کا سوچ رہا ہے اسو تم لوگ خلا میں کچھ ایسے نئے سیارے دریافت ہوئے ہیں جن پر ہوا اور پانی کی موجودگی کا پتہ چلا ہے اور سائنس دانوں کے نزدیک بہت جلد انسان یہاں کچھ دنوں کے لیے رہنے جائے گا ایسی باتوں کو سچ مانتے ہو ویسے میں ان چیزوں کو نہیں مانتا ہوں یہ جن بھوت چڑیلیں اور بدروحیں یہ سب ہمارے ذہن کے بنائے ہوئے اسکیچز ہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

پھر بھی مجھے تو ڈر لگ رہا ہے میری مانو واپس چلتے ہیں زینب نے اپنی سوچ سب کو بتائی۔ حسن کو تاؤ آگیا وہ غصہ سے بولا۔

آپ سب کو کیا ہو گیا ہے ایک بات کہ پیچھے پڑ گئے ہو وہاں جاؤ گے تو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آئے اتنی خوبصورتی ہے وہاں۔

ارے وہ دیکھو سامنے حسن جو اپنی بات بھی مکمل نہ کر پایا تھا سے اقوس نے کہا ارے ہاں شکر ہے کچھ آبادی تو نظر آئی تھوڑا اور نزدیک جانے پر بڑا سا بورڈ لگا تھا جس پر کوٹ جناں لکھا تھا ان کی گاڑی کوٹ جناں کے حدود میں داخل ہوگئی۔

واہ کتنا خوبصورت ہے کوٹ جناں۔ کی حدود میں داخل ہوتے ہی بے اختیار سب کے ہونٹوں نے اس کی خوبصورتی کو سراہا درمیان میں لمبی سی بل کھاتی ہوئی سڑک جس کے دونوں اطراف درمیانے سائز کے خوبصورت انداز میں لگے درختوں کی دور تک لمبی لائین تھی تھوڑا اور آگے جانے پر درمیان میں بڑا سا را فوارہ نصب تھا جس میں سے صاف ستھرا پانی فوارے کے نیچے بنے حوض میں جمع ہو رہا تھا ذرا سا آگے بڑھنے پر تھوڑی سی اونچائی والا پل بنا تھا جس کے نیچے سرسبز کھیت تھا جو کہ شاید چائے کا تھا کیونکہ اس کھیت میں بہت سے لوگ پتیاں چن رہے تھے اور اپنے پیچھے لٹکائی ہوئے ٹوکری میں ڈال رہے تھے اور اسی کھیت کی دوسری جانب کٹے ہوئے کھیت نما سر سبز میدان میں کافی گائے اور دنبے چر رہے تھے مزید آگے چلنے پر کچھ لوگ ایک جگہ سے خریداری کرتے ہوئے نظر آئے شاید یہ یہاں کا بازار تھا اور کچھ لوگ کام کرتے نظر آئے گاڑی حسن کافی آہستہ چلا رہا تھا پھر باقی سب سے کہنے لگا۔

دیکھا اویرا ور بابا جی کہہ رہے تھے کہ یہاں کوئی ذی روح موجود نہیں ہے پر یہاں تو پوری بستی آباد ہے۔

یہ سب اپنا کام چھوڑ کر ہماری طرف کیوں کیوں دیکھ رہے ہیں ماذیہ نے حیرت سے کہا۔

اس لیے کہ انہیں دور سے ہی گاڑی میں خوبصورت گھبرو جوان کی موجودگی کا احساس ہو گیا ہے اور جوان گھبرو میرے سوا اور کون ہو سکتا ہے حسن نے گاڑی روکی اور پاس سے گزرتے ہوئے ایک آدمی کو سلام کیا۔

اس آدمی نے اپنا کالا چشمہ درست کرتے ہوئے سلام کا جواب دینے سے پہلے ہی بولا بابو سیدھا جاؤ اور پھر بائیں طرف مڑ جاؤ وہاں سامنے وہ بہت بڑی نیلی حویلی ہے وہاں تم سب کو رہنے کی جگہ مل جائے گی وہ اصل میں گیسٹ ہاؤس ہے جسے ہم نیلی حویلی کے نام سے پکارتے ہیں زیب نے اس راہ گیر سے کہا۔

آپ کو کس طرح معلوم ہے کہ ہم آپ سے گیسٹ ہاؤس کے بارے میں پوچھنے والے تھے۔ وہ آدمی عجیب سے انداز میں ہنسا اور بولا۔

بابو اس بستی میں زیادہ تر آبادی نہیں ہے یہاں کا ہر رہنے والا دوسرے کو جانتا ہے اور آپ لگتا ہے نئے آئے ہو تو رہنے کو جگہ تو چاہیے ناں زیب مان جانے والے انداز میں سر ہلانے لگا حسن نے راہ گیر کا شکریہ ادا کیا اور گاڑی آگے بڑھا دی کہ ماذیہ بولی۔

کیا آپ سب نے نوٹ کیا ہے کہ یہاں ہر کسی نے کالا چشمہ پہن رکھا ہے۔

ہاں بات تو مجھے بھی عجیب لگی ہے کوئی ایک بھی بغیر سن گلاسز کے نہیں ہے۔ اقدس نے جواب دیا۔ اور ساتھ ہی حسن کی توجہ بائیں ہاتھ کو بنی نیلی حویلی کی جانب مبذول کروائی سب نے اس کی بتائی ہو جگہ کی سمت دیکھا۔

واؤ کتنی بڑی ہے بہت خوبصورت ہے پاس تو چلو جلدی کرو تھک گئے ہیں۔ سب اپنا اپنا بولنے لگے حسن نے نیلی حویلی کے بڑے سارے گیٹ کے سامنے جا کر گاڑی روکی اس کے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی گیٹ کے گارڈ جو کہ دو تھے اور دائیں بائیں کھڑے تھے گیٹ کے دونوں ہی کالے سیاہ اور ساتھ فٹ کے تو ضرور ہوں گے ان میں سے ایک نے اپنے سفید چمکتے ہوئے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے حسن سے کہا

آپ کو گیٹ پر رکنے کی ضرورت نہیں آپ کا اندر انتظار ہو رہا ہے آپ اندر چلے جائیں یہ کہہ کر اس نے بغیر کچھ مزید سنے بڑا سا گیٹ کھول دیا۔

ہمارا انتظار ہو رہا ہے سب نے ایک دوسرے کو نہ سمجھ آنے والے انداز میں دیکھا حسن نے گاڑی اندر کی جانب بڑھا دی اندر داخل ہوتے ہی سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اپنے نام کی طرح خوبصورت اور منفرد حویلی ان کے سامنے تھی جس کی مین گیٹ سے لے کر پورچ تک لمبی سڑک تھی جس کی

اینٹیں نیلے رنگ کی تھیں اور اس داخلی دروازے کی سڑک کے دونوں اطراف طرح طرح کے مختلف انداز میں ڈیزائن کیے گئے نیلے رنگ کے پھول تھے اور حویلی کے دائیں طرف بنے بڑے سے گارڈن کے درمیان میں گول حوض تھا جس میں بڑی سی مچھلی اپنی دم کے سہارے کھڑی تھی جس کے منہ سے پانی بہہ رہا تھا حوض کی اینٹیں بھی نیلے رنگ کی تھیں جب پانی مچھلی کے منہ سے بہہ کر حوض میں گرتا تو پانی کا رنگ بھی نیلا لگتا تھا۔ پانی کا اپنا کوئی رنگ نہیں ہوتا جبکہ پوری حویلی پر بھی نیلا رنگ ہی پھیرا گیا تھا ان کی گاڑی بھی نیلی حویلی کے پورچ میں جا کر رکی تو حویلی کے اندر داخل ہونے والے شیشے کے بڑے دروازے کے اطراف میں کھڑے دو گارڈز جو کہ دیکھنے میں بالکل پہلے دو گارڈز کی طرح کالے اور لمبے تھے نے ان کو سلوٹ کیا یہ سب گاڑی سے باہر آ گئے سب اپنا اپنا سامان اٹھانے لگے کہ دونوں گارڈز ان کے پاس آ کر رکے اور ادب سے ان میں سے ایک بولا آپ اپنا سارا سامان مجھے دے دیں جبکہ دوسرے نے حسن سے گاڑی کی چابی لی اور اسے پارکنگ جو نجانے کہاں تھی کیونکہ آس پاس نظر نہ آ رہی تھی میں چھوڑ آیا۔ اور پاس آ کر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ ماذیہ اور شہابہ نے اپنا سامان اسے پکڑا دیا اور وہ نوجوان بولا۔

صاحب یہ یہاں کے اصول کے خلاف ہے کوئی بھی ہمیں اپنا سامان دیئے بغیر اندر جائے احمر نے اس سے کہا۔

تم یہ سارا سامان ایک ہی وقت میں کیسے اٹھا لو گے۔

صاحب یہ ہمارا کام ہے ہم عادی ہیں گارڈ کے زور دینے پر سب نے اپنا سامان اس گارڈ کو دے دیا جسے اس نے آرام سے اٹھا لیا کہ اس کی نگاہ زینب کے اٹیچی نما شولڈر بیگ پر پڑی تو بولا یہ بھی مجھے دے

دیں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ یہاں کا یہ اصول ہے کہ کوئی بھی سامان ہمارا مہمان خود اٹھا کر اندر نہیں لے جا سکتا۔ نہیں تو ہمیں ڈانٹ پڑتی ہے زینب ہچکچائی نہیں وہ اس میں اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی شہابہ نے یکدم وہ پرس زینب سے لے کر اس گارڈ کے اٹھائے ہوئے سامان پر رکھ دیا وہ پرس اس گارڈ کے بازو کو لگنے کی وجہ سے وہ گارڈ سامان سمیت ہوا میں جھٹکا کھا کر زمین پر گرا اور بن آب کے ماہی کی طرح تڑپنے لگا سامان جو ہوا میں اڑا تھا اچھلا تھا واپس آ کر زمین پر گرنے لگا تو اس جگہ زینب اور شہابہ بت بنی کھڑی تھیں احمر نے بھاگ کر ان دونوں کو پیچھے کیا انکے ہٹتے ہی سامان ان کے مقام پر ان کی کھڑی ہوئی جگہ پر آ گرا۔ سب مزید خوفزدہ ہو گئے سب ایک دوسرے کو خوف سے دیکھنے لگے کہ ایسے کیا ہوا ہے گارڈ کو کچھ دیر بعد زینب نے بھاگ کر اپنا گرا ہوا بیگ اٹھایا اور احمر کے پیچھے جا کھڑی ہوئی کہ اتنے میں دوسرا گارڈ بھاگتا ہوا آیا اور شہابہ کی جانب عجیب سی نگاہوں سے دیکھتا ہوا بولا۔

آپ لوگ جاؤ اسے ایسے ہی مرگی کے دورے پڑتے ہیں ابھی ٹھیک ہو جائیگا۔ سب کا سانس بحال ہوا پر ڈر ابھی کم نہ ہوا تھا کہ سامنے سے ایک بہت ہی پیاری لڑکی آتی ہوئی دکھائی دی اس کے ساتھ ایک پورٹر بھی تھا ان کے پاس پہنچ کر اس نے انہیں خوش آمدید کہا۔ اور اپنے ساتھ آئے پورٹر سامان اٹھانے والا کو اشارہ کیا اس نے بھی پہلے والے گارڈ کی طرح سارا سامان اٹھا لیا اور تھوڑا دور جا کر اندر رکھ دیا وہ لڑکی بولی۔

میرا نام ماہ ہے۔ اور میں یہاں کی ریسیپشنسٹ ہوں آیئے پلیز اندر آیئے یہ سب ماہ کے ہمراہ حویلی میں داخل ہونے کے لیے چل دیئے۔

نیلی حویلی کسی سیون سٹار ہوٹل سے کم نہ تھی۔ باہر سے حویلی مگر اندر سے دیکھنے میں ہوٹل ہی معلوم ہوتا تھا۔ سامنے جتنی بڑی دیوار تھی اس پر اتنی ہی بڑی پینٹنگ آویزاں تھی اس پینٹنگ میں انسانی دھڑ انسانی گوشت ماس لگے بازو اور ہاتھ بنے تھے مگر نیچے ٹانگیں اور پاؤں کسی ڈھانچے کے تھے اور اس انسان نما ڈھانچے نے اپنا ہی سر اپنے ہاتھ پر اٹھا رکھا تھا اور اس کے سر میں سے خون کے قطرے بہہ رہے تھے جو کہ دیکھنے میں بالکل اصلی اور تازہ خون معلوم ہوتا تھا اور اس پینٹنگ کے نیچے درمیان میں ماہ کا ریسیپشن ٹیبل تھا اور دائیں بائیں بنی بالکل ایک جیلیبی رنگ ساخت لمبائی و چوڑائی والی رہداریاں بنی ہوئی تھیں اس رہداری میں سے گزر کر شاید کمرے آنے تھے ان راہداریوں سے ذرا ہٹ کر دائیں بائیں دو چھوٹے کمرے تھے جو کہ شاید ایک کھانے والا کمرہ تھا اور دوسرا انتظار گاہ تھا انتظار گاہ والے کمرے میں نیلے اور لال رنگ کی روشنی تھی جبکہ کھانے والے کمرے میں سے پیلے اور نیلے رنگ کی روشنی باہر آ رہی تھی ان کمروں کے دروازے کے ساتھ بڑے بڑے گملوں میں کرسمس لڑکی کی طرح کے ڈیزائنوں والے درخت لگائے تھے ماہ انہیں لیے اندر اپنے ریسیپشن ٹیبل پر آ گئی یہ سب آس پاس کا نظارہ کر رہے تھے کہ ماہ بولی۔

آپ کتنے کمرے لینا پسند کریں گے۔

ہم سات دوست ہیں کوٹ جناں تفریح کے لیے آئے ہیں سنا ہے کہ یہ بہت خوبصورت جگہ ہے اور ہم یہاں سات دن رہیں گے اگر احمر سانس لینے کو رکا پھر دوبارہ سلسلہ کلام جہاں سے چھوڑا تھا وہیں سے جوڑتے ہوئے بولا۔ اگر دو دو مرا آمنے سامنے یا ایک ساتھ ہو تو وہ چاہیے۔ ماہ نے ان سے پوچھ کر ان سب کا نام لکھا احمر نے اپنا کریڈٹ کارڈ دیا تو ماہ عجیب سے انداز میں مسکرا کر بولی۔

اب آپ نے یہیں پر تو رہنا ہے اسے اپنے

پاس ہی رکھیں جاتے ہوئے دے جانا افریہ لیں چابیاں سیدھا جاکر بائیں طرف مڑجائیں سامنے آپ کے کمرے ۳۲۰ اور ۳۲۱ ہوں گے اور آپکا سامان آپ کے کمرے میں پہنچادیا جائے گا۔اس کی طرف سے آپ بے فکر رہیں احمر نے شکریہ ادا کیا اور چابیاں لے لیں اور آگے بڑھ گئے۔ یہ ٹولا دائیں راہداری میں داخل ہو گیا کہ اقوس جو نجانے کب سے خاموش تھا اور حویلی نما ہوٹل کا جائزہ لے رہا تھا سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

مجھے تو یہ حویلی کے بجائے بھوت گھر لگ رہی ہے۔

ویسے یار یہ کمرے کیوں نہیں مل رہے ہیں۔۔ اقوس نے سب سے مشترکہ سوال کیا۔

کیونکہ یہ راہداری تھی یا شیطان کی آنت ختم ہی نہیں ہو رہی ہے مگر کمرے ملنے کا نام نہیں لے رہے ہیں۔حسن نے کہا۔

ہر راہداری میں جتنے کمروں کے دروازوں اور ان پر لگی نمبر پلیٹ کا رنگ ایک ہی جیسا تھا دیواریں اور دروازے نیلے رنگ جبکہ ان پر لگی نمبر پلیٹ کالے رنگ کی تھیں یار یہ تو بہت مشکل ہو جائے گی نمبر پلیٹ پڑھو وہ بھی غور سے کیونکہ کالے رنگ کی پلیٹ پر کالے ہی رنگ کے نمبر کندہ کیے ہوئے ہیں حسن کے کہنے پر سب نے ہاں میں سر ہلایا کہ زیب کہنے لگا۔

مجھے تو لگ رہا ہے ہم جہاں سے شروع ہوئے تھے بار بار وہیں واپس آجاتے ہیں شہابہ اور زینب دونوں آخر میں آرہی تھیں شہابہ زینب سے بولی۔ دیکھا تھا تم نے ماہ کو کیسے احمر سے ٹنک ٹنک کر باتیں لگا رہی تھی اور گھور بھی رہی تھی شوخی۔

کیا ہو گیا ہے تمہیں کس طرح بات کر رہی ہو اگر وہ گھور رہی تھی تو گھورتی رہے زینب نے آنکھوں میں آئی نمی کو پیچھے دھکیلتے ہوئے اسے ڈانٹا۔تم تو ہو ہی

پاگل اپنوں پر نظر رکھنی چاہیے پلیز اس ٹاپک کو چھوڑ دو پلیز شہابہ برا سامنہ بنا کر ماذیہ کے پاس جو کہ زیب کے ساتھ آگے چل رہی تھی جا ملی زینب کو محسوس ہوا تھا کہ ماہ کس طرح احمر کو دیکھ رہی ہے پر وہ کیا کر سکتی تھی وہ احمر سے لڑ بھی تو کس حق سے اسے اپنے گروپ میں بدزبان مشہور اپنی اس مخلص دوست شہابہ پر بہت پیار آیا جو کہ زینب کے لیے ماہ کو شوخی کہہ رہی تھی زینب اپنے ذہن کو ان سوچوں سے دور رکھنے کے لیے نمبر پلیٹیں پر نظر دوڑانے لگی۔مگر وہ جانتی تھی کہ وہ یہ کام غائب دماغی سے کر رہی ہے کہ اسے اپنے پیچھے سے کسی کے اسے پکارنے کی آواز سنائی دی۔اس نے پیچھے دیکھا پر کوئی نہ تھا اس نے اپنے آگے دیکھا سب اپنی ہی باتوں میں مگن تھے اس نے تھوڑا سا آگے ہو کر ماذیہ سے پوچھا۔

کیا تم نے مجھے بلایا ہے۔

نہیں تو۔اور احمر سے بولی مجھے تو لگ رہا ہے کہ ہم بار بار پاگلوں کی طرح ایک ہی کمرے کے آگے سے گزر رہے ہیں احمر نے بھی پر سوچ انداز میں اس کی طرف دیکھا جیسے کہ اس کی بھی سمجھ میں کچھ نہ آرہا ہو تو ماذیہ سے بولا۔

میں جا کر ماہ سے پوچھتا ہوں کہ ہمیں تو ابھی تک کمرے نہیں ملے اگر کسی پورٹر کو ہمارے ساتھ بھیج دیں تو ہمیں معلوم ہو جائے۔

نہیں احمر۔وہ ہم پر ہنسے گی کہ شاید پہلی بار کسی ہوٹل میں رہنے کے لیے آئے ہیں جو کہ ان کو کمرہ ہی نہیں مل رہا ہے ماذیہ نے ہنس کر کہا احمر نے بھنویں اچکا کر اس کی طرف دیکھا اور کہا۔

سوچتی ہے تو سوچتی رہے ایک دو کی بات نہیں ہم ساتوں کو ہی کمرے نہیں مل رہے ہیں تو کوئی تو ہے اب کی بار زینب کو ایسا لگا کہ کوئی اس کے پیچھے چلا آرہا ہے اس نے گھبرا کر اپنے پیچھے مڑ کر دیکھا پر کوئی نہ تھا کہ یکدم کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ سے دباؤ

ڈالا اور دل میں خوف ہونے کی وجہ سے بے اختیار اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

کون چیخا ہے کیا ہوا ہے سب جو آگے چل کر جلد سے جلد کمرے ڈھونڈ لینا چاہتے تھے پیچھے مڑ کر دیکھنے لگے یہ زینب کی آواز ہے کیا ہوا زینب کو احمر جو کہ ماذیہ کے ساتھ سب سے آگے تھکا ہوا تھا اور کمرے نہ ملنے پر کچھ پریشان تھا زینب کی چیخ کی آواز سن کر سب سے پیچھے آتی ہوئی زینب کی طرف بھاگا۔ زینب نے ڈر کر پیچھے دیکھا تو ماہ کھڑی تھی شرمندہ سی ہنسی ہنس کر بولی۔

کیا ہوا میں تو آپ کی ہیلپ کے خیال سے آئی تھی کہ دیکھوں آپ کو کمرے ڈھونڈنے میں دشواری تو نہیں ہوئی میں نے یہ پوچھنے کے لیے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا کہ یہ چیخ پڑی ماہ جو سب کے پہلے زینب اور پھر اس کی طرف متوجہ ہونے پر گھبرا کر صفائیاں دینے لگی احمر اب بھی زینب کے چہرے پر رقم ڈر کو دیکھ رہا تھا اس لیے جلد سے جلد روم تلاش کر لینا چاہتا تھا۔ بات کو سمیٹتے ہوئے بولا۔

میں آپ ہی کی طرف آنے والا تھا ہے تو عجیب پر ہمیں ایسا لگتا ہے کہ ہم جہاں سے چلتے ہیں وہیں پر دوبارہ آ پہنچتے ہیں ہمیں کمرے نہیں مل رہے۔

نہیں ایسا کیسے ہو سکتا ہے یہ دیکھیں دو کمرے چھوڑ کر یہ رہا۔۳۲۰ اور آگے جائیں گے تو کمرے دکھائی دیں گے پر یہ نہیں مانے۔ ویسے آپ نے بہت بڑا معرکہ انجام دیا ہے پھر رک کر سانس درست کی پھر مسکرا کر بولا۔

بھئی جی اللہ تعالیٰ آپ کی تنخواہ میں اضافہ کرے آپ کا بہت شکریہ یہ کہہ کر وہ کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ اور کمرے میں داخل ہوتے ہی سامنے لگی بڑی سی کھڑکی کے سامنے پڑے بڑے سے جہازی سائز بیڈ پر بیٹھ کر چاروں طرف کمرے کا جائزہ لینے لگا احمر ماہ کا شکریہ ادا کرنے سب سمیت اندر داخل ہو گیا۔

ان سب کا سامان کمرے میں داخل ہوتے ساتھ ہی زمین پر صوفے کے ساتھ پڑا تھا سب تھکے ہونے کے سے انداز میں جہاں جگہ ملی بیڈ یا صوفے پر بیٹھ گئے احمر اپنے جوتے اتار کر اندر بیڈ روم میں جہاں باقی سب تھے آ گیا لاؤنج میں سے کمرے میں آؤ تو سامنے لمبی سی کھڑکی تھی جو کہ آدھی دیوار کا حصہ تھی جس سے باہر کا منظر دکھائی دے رہا تھا اور کھڑکی کے سامنے جڑا ڈبل بیڈ پڑا تھا جس کے اطراف میں سائیڈ ٹیبلز پڑے تھے جن پر لیمپ اور ایک طرف ٹیلی فون پڑا تھا اور سامنے دیوار میں بڑا سا ایل سی ڈی ٹی وی نصب تھا بیڈ سے ذرا فاصلہ پر دیوار کے ساتھ جڑا صوفہ کم بیڈ تھا جس پر دو انسانوں کے بیٹھنے کی جگہ بنی تھی دیواروں کا رنگ نیلا تھا اس پر لٹکتے ہوئے پردے بھی نیلے تھے جو کہ گرمی کے موسم میں ٹھنڈ کا خوشگوار احساس دلا رہے تھے کمرے ساتھا اٹیچ باتھ تھا جس کے ساتھ دوسرا کمرہ بنا ہوا تھا۔ جو کہ شاید ڈائننگ روم تھا جس کے درمیان میں بھی کھڑکی نصب تھی کھڑکی کے سامنے درمیانے سائز کا ڈائننگ ٹیبل پڑا تھا جس کے اطراف میں چھ کرسیاں پڑی تھیں اور تھوڑا ہی دور زمین پر بیٹھنے کے لیے چھ کشن پڑے تھے۔

چھوٹا ہے مگر اچھا ہے احمر جو کمرہ چیک کر رہا تھا حسن کے پیچھے سے آ کر کہنے پر مسکرا دیا۔ اور حسن کے ساتھ میں روم میں آ گیا جہاں اقوش اور زیب بیڈ پر جبکہ زینب اور شہاب صوفے پر جبکہ ماذیہ کے لیے جگہ نہیں بچی تھی تو وہ ان کے پاس ہی کھڑی ہوئی زینب جو اپنی چیخ کو اپنی بزدلی شمار کرتے ہوئے شرمندہ ہو رہی تھی ماذیہ سے بولی۔

چلو ہم اپنے کمرے میں چلتے ہیں۔

زیب نے کہا ہاں چلو ان کا بھی کمرہ دیکھ لیتے

ہیں اور ان کے کمرے میں جو چیز اچھی لگی وہ اپنے کمرے میں لے چلیں گے اب یہ سب لڑکیوں کا کمرہ دیکھنے ان کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔

ارے ان کا کمرہ تو بالکل ہماری طرح کا ہے کوئی فرق نہیں تو پھر چلو چل کر تھوڑا سا آرام کر لیتے ہیں عبد کے کہنے پر اقوس نے کہا۔

نہیں پہلے کھانا منگواؤ مجھے تو بہت بھوک لگی ہے

تمہیں تو پورا سال بھوک نہیں لگنی چاہیے جتنا کہ تم نے گاڑی اور ہوٹل میں ٹھونسا تھا۔ شعابہ کے طنز پر اقوس نے فراخ دلی سے کہا۔

جب کھانے کی بات ہو رہی ہو تو مجھے بالکل غصہ نہیں آتا ویسے بھی پہلے کھانا کھاؤ اور پھر خوب تھکاوٹ اتارو۔ مجھی میں تو کل صبح ہی اٹھوں گا۔

کیوں نماز نہیں پڑھنی مازیہ کے کہنے پر اقوس نے اسے آنکھیں نکالیں کہ بات چھیڑ دی پھر آنکھ کے اشارے سے زینب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا میری بہن زیب ہے ناں وہ میرے حصہ کی نماز پڑھ کر اس کا ثواب مجھے بخش دے گی۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ شعابہ نے حیرت سے اقوس کی طرف دیکھا بے وقوف انسان شعابہ مسکرا دی۔

بے وقوف کسے بولا۔ احمر کھانے کا آرڈر دے دو ورنہ مجھے غصہ آ رہا ہے تلواریں میان سے نکل پڑیں گی تو سنبھالنا مشکل ہو جائے گا خون کے دریا بہہ جائیں گے۔

بس کر چیونٹی کا بہتا خون دیکھ کر تو تمہاری حالت غیر ہو جاتی ہے اس نے خون کے دریا بہانے ہیں اقوس کی طرف دیکھتے ہوئے شعابہ نے کہا۔

احمر ان کو لڑتا چھوڑ کر فون کی طرف بڑھ گیا۔ فون کر کے واپس آیا تو اقوس اب تک اپنے بہادر ہونے پر مختلف دلائل دے رہا تھا مازیہ اقوس کی فضول گپیں سن کر بولی۔

تم تو بالکل پاگل ہو۔

پاگل تم تمہارا پورا خاندان پلس آنے والا خاندان بھی اقوس نے مازیہ سے اپنا حساب برابر کیا زینب نے بات کو ختم کرتے ہوئے کہا۔ سب ایسا کیوں نہیں کرتے کہ نماز پڑھ لو تب تک کھانا بھی پیش ہو جائے گا۔ کھانا کھانے کے بعد ایک ہی دفعہ پرسکون ہو کر سو جانا کچھ دیر بعد تو مغرب کی آزان ہو جائے گی آج کا تو سارا دن سفر میں گزر گیا میری بہن زینب زندہ باد تم میرے حصہ کی نماز پڑھ لو ایسے نہیں ہو سکتا ثواب سب کا اپنی ذات کے لیے ہوتا ہے زینب نے رسان سے اقوس کو سمجھایا۔ تو پھر جو ہم پورا قرآن پڑھ کر اپنے مردوں پیاروں کو بخشواتے ہیں وہ کیا اللہ قبول کر کے اور پورا بلکہ زیادہ ثواب دے میری خالہ کی وفات پر دو سال پہلے میری امی نے خالہ کے ثواب کے لیے مجھ سے پورا قرآن پڑھوایا تھا اس کا کیا پھر وہ ثواب تو کچھ نہیں زینب مسکرائی پھر بولی یہ قرآن ہم زندہ انسانوں کی دنیا اور آخرت کی دنیا کے لیے رہنمائی ہے اس کے پڑھنے پر اس کا سارا ثواب ہمیں اور تھوڑا صدقہ جاریہ کے طور پر ہمارے پیاروں کو ملتا ہے جیسے اچھی اور نیک اولاد والدین کے لیے صدقہ جاریہ ہوتی ہے۔ ابھی تک زینب کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی دروازے پر زور سے دستک ہوئی حسن جو کہ سب سمیت زینب کی باتیں سن رہا تھا کہنے لگا۔

ضرور ویٹر ہو گا۔ اقوس نے اندر بیٹھے ہی دہائی دینے لگا بھئی یہ اپنا پرانا دروازہ توڑ کر ہم سے نئے دروازے کے پیسے نہ مانگتا۔

حسن نے اٹھ کر دروازہ کھولا اور دائیں بائیں دیکھا پر باہر کوئی نہ تھا حسن دروازہ بند کر کے اندر آیا اور کوئی نہیں ہے بتانے پر سب نے اس کی طرف ایسے دیکھا جیسے ایسے کیسے ہو سکتا ہے۔ حسن بیٹھتے ہی

لگا تھا کہ پھر سے پہلے سے زوردار طریقہ سے دستک ہوئی سب ڈر گئے کہ کون اتنے زور سے بجا سکتا ہے میں نے پہلے دیکھا تھا راہداری سری خالی تھی حسن نے بتایا اور اٹھ کر دروازہ کھولا سامنے ویٹر کی مسکین سی گھبرائی ہوئی صورت نظر آئی حسن کو تاؤ آ گیا کہ ویٹر جلدی سے صفائی دینے والے انداز میں بولا

سر دستک کچھ زیادہ ہی زوردار ہو گئی تھی جس کے لیے معذرت چاہتا ہوں حسن نے اسے جگہ دی تو وہ اپنی ٹرالی کھینچتا ہوا اندر آ گیا وہ کھانا لگا رہا تھا کہ زیب نے اس سے پوچھا۔

کیا پہلے تم آئے تھے۔

کیوں سر ویٹر نے اس سے جواب دینے کے بجائے سوال کر ڈالا۔

وہ تھوڑی دیر پہلے تمہاری دستک کی طرح کسی نے دستک دی دروازہ کھولا تو باہر کوئی نہیں تھا۔

نہیں سر میں تو ابھی آیا ہوں شاید کسی نے شرارت کی ہو جس کے لیے میں معذرت چاہتا ہوں ویٹر نے جواب دیا اور کھانا لگایا ور چلا گیا۔ سب نے کھانا کھایا اور لڑکے انہیں اپنا دھیان رکھنے کو کہتے ہوئے سونے کے لیے اپنے کمرے کی طرف چل دیئے۔ زینب نے ان کے جانے پر دروازہ بند کیا اور قضا نمازیں پڑھنے کے لیے وضو کرنے واش روم میں چلی گئی مازیہ سونے کے لیے لیٹ گئی جبکہ شہابہ ٹیلی وژن آن کر کے پروگرامز سرچنگ کے بعد ایک ہارر خوفناک فلم لگا کر دیکھنے لگی پھر تھوڑی دیر بعد واش روم کی طرف منہ کر کے زینب سے بولی جلدی سے آ جاؤ بڑی مزے کی ہارر موی لگی ہے زینب واش روم سے قمیض کے بازو نیچے کرتے ہوئی باہر نکلی مازیہ کو سوتے ہوئے اور شہابہ کو ہارر موی میں گم دیکھ کر بیڈ پر پڑا اپنا دوپٹہ اٹھایا اور نماز پڑھنے کے سے انداز میں لیا اور اپنے شولڈر بیگ میں سے جائے نماز نکال کر نماز پڑھنے لگی ساری قضا نمازیں پڑھنے کے بعد جب وہ فارغ ہوئی تو دیکھا کہ شہابہ کو اس نے جس پوزیشن میں چھوڑا تھا اور نماز پڑھی تھی اب تک وہ اسی پوزیشن میں بیٹھی فلم دیکھتے ہوئے ٹی وی میں آنکھیں گاڑھے ہوئے تھی وہ مسکرا دی دعا پڑھا کر جائے نماز کو سمیٹا اور انکے پاس جا کر لیٹ گئی پھر شہابہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

صبح کی اٹھی ہو سفر بھی کیا ہے نو بجنے والے ہیں تھکی نہیں ہو نیند نہیں آئی کیا سو جاؤ۔ میں تو سونے لگی ہوں مجھے تو سخت نیند آ رہی ہے۔ شہابہ کا جواب نہ پا کر وہ کروٹ بدل کر سو گئی۔

رات کا نجانے کون سا پہر تھا جب اس کی آنکھ پیاس کی وجہ سے حلق میں اگتے کانٹوں کی چبھن سے ہوئی وہ اٹھی اور روم فریج سے تھاہ اس نے گھبرا کر اپنے اطراف میں دیکھا کہ کیا چیز گری ہے پر ہوا تک ساکن تھی وہ اسے اپنا وہم سمجھ کر روم فریج سے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکال کر بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پر پڑے گلاس میں انڈیل کر پینے لگی یک لخت اسے ایسے لگا جیسے کسی نے اسے آواز دی ہو اس نے ڈر کر چاروں سمت نظر دوڑائی پر کوئی نہ تھا اس کی نظر سامنے ٹنگے وال کلاک پر جا پڑی جو صبح کے تین بجا رہی تھی وہ اس آوز کو اپنا الوژن جان کر دوبارہ گھونٹ گھونٹ پانی پینے لگی کہ اسے محسوس ہوا کہ کوئی کھڑکی میں کھڑا اسے دیکھ رہا ہو اس کے ہاتھ سے پانی کا گلاس اور بوتل چھوٹ گئی اور زمین پر گر گئی اس نے ڈرتے ڈرتے کھڑکی کی طرف دیکھا وہاں ایک عورت کھڑی تھی جو اس کی طرف دیکھ کر اسے اپنے پاس آنے کا اشارہ کر رہی تھی وہ خوف سے تھر تھر کانپنے لگی اور ہاتھ آگے بڑھا کر بیڈ پر سوئی ہوئی اپنی دوستوں کو جگانا چاہا مگر اس وقت اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب وہ بغیر کسی کو اٹھائے اور کچھ کہے اس عورت کی طرف چلی آئی۔ وہ عورت بغیر کچھ کہے لمبی سی دیوار کے سہارے لگی سیڑھی پر سے

نیچے اترنے لگی یہ بھی ہپناٹیزم کی گئی کسی لڑکی کی طرح اس کے پیچھے سیڑھی سے نیچے اترنے لگی جب وہ اتر چکی تو دیکھا کہ وہ عورت اسے تھوڑے سے فاصلہ پر چلتی ہوئی نظر آئی تو وہ اس کے پیچھے چلنے لگی کہ تھوڑی دور اسے ایک بہت بڑا میدان نظر آیا۔ جس کے درمیان میں کالا دائرہ بنا تھا۔

اپنے کمرے میں آنے کے بعد حسن اور زیب تو فوراً سونے کے لیے لیٹ گئے اقوس اور احمر یہاں وہاں کی باتیں کرنے لگے کچھ دیر بعد اقوس بھی سو گیا احمر بھی کچھ دیر کے لیے لیٹا پر نئی جگہ ہونے کی وجہ سے اسے نیند نہ آئی کروٹوں پر کروٹیں بدلنے کے بعد بھی جب نیند نہ آئی تو وہ کھلی کھڑکی میں آ کھڑا ہوا کھٹاک کی آواز پر اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اقوس سویا تو بیڈ پر تھا پر اب آدھا اوپر اور آدھا نیچے گرا تھا لگتا ہے کہ نیچے لڑھک آیا ہے اسے اپنے دوستوں سے دوستی پر اور اپنی قسمت پر رشک آیا جو اسے اتنے اچھے دوست ملے وہ مسکرا دیا۔ اور کھڑکی سے نظر آتے چودھویں کے چاند کو دیکھنے لگا کہ یادوں کی دوڑ ہاتھوں سے پھسلتے ہوئے ماضی میں جا پہنچی۔

اقوس اور شہابہ دونوں ایک محلے میں رہتے تھے جبکہ ماذیہ دو گلیاں چھوڑ کر رہتی تھی۔ جس کی وجہ سے ہی تینوں بہترین دوست شمار ہوتے تھے سکول میں ایک ساتھ پڑھتے پھر کالج میں آکر اقوس ان دونوں سے علیحدہ ہو گیا جبکہ ماذیہ اور شہابہ ایک ساتھ تھیں تو قسمت نے انہیں یونیورسٹی میں پھر سے آ ملایا یونی میں پہلے دو ماہ تو ماذیہ اور شہابہ ایک ساتھ رہیں پھر ایک دن کینٹین میں اقوس اپنے اکلوتے دوست حسن کے ساتھ بیٹھا چپس پھانک رہا تھا کہ اس کی نظر ان دونوں پر جا ٹکی اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی حسن نے جو اقوس کو دو لڑکیوں کو بیک وقت گھورتے پایا تو اس پر برس پڑا

یار چھوڑ ان کو کن خرافات میں پڑھے جا رہا ہے یہ سب ایک جیسی ہوتی ہیں پیسے کے پیچھے مرنے والیاں ہوتی ہیں ارے چھوڑ اٹھ یہاں سے حسن ان دو ماہ میں جتنا اقوس کو جان پایا تھا وہ یہ کہ وہ سنجیدہ مزاج اور اپنے کام سے کام رکھنے والا ہے پر کبھی کبھی اس کی شرارت کی رگ پھڑکے تو وہ اور بات ہے کسی لڑکی کی طرف بری نظر نہیں ڈالتا۔ ہاں دیکھ لینا اور بات ہے پر اب اقوس کو وہ یہ بھی جان گیا تھا کہ وہ ہر لڑکی سے نفرت کرتا ہے پر کیوں بارہا پوچھنے پر بھی نہ بتاتا تھا اور نہ اس نے بتایا تو اس سے بحث کرنے کے بجائے اٹھ کر ان کی طرف آ گیا۔ اور جھجکتے ہوئے ان کو مخاطب کیا اور شہابہ جو کسی لڑکے کی آواز پر کچھ سخت کہنے کو پلٹی تھی اقوس کو سامنے کھڑا دیکھ کر حیرت نما خوشی سے چیخی۔

تم اور یہاں۔ اور پھر اقوس نے ان دونوں ا تعارف حسن سے کروایا اور اب سے یہ دو دو کے بجائے چار ہو گئے۔

ارے شہابہ تیری وہ چڑیل تائی کیسی ہے۔ اب تو تم پہ پابندیاں لگائی ہے کہ نہیں۔

ہاں بس ویسے ہی ہے۔

جب یہ آٹھ سال کی تھی تو کار ایکسیڈنٹ میں اس کے والدین اور چھوٹے بھائی کا انتقال ہو گیا تو اس کے تایا اسے اپنے پاس لے آئے تائی بہت ظالم ہے پر تایا کافی بہتر ہیں ہر کام اس سے کرائی پر خرچے والے ہر کام میں اس پر پابندی ہے جیسے کپڑے خریدنا جوتے لینا کالج اور یونی کی فیس وغیرہ پتہ نہیں یہاں کیسے آ گئی خیر تائی کی دو بیٹیاں پر دوپٹہ تو سر سے لگتی نہیں محلے کے لڑکوں سے میں نے خود دیکھا ہے باتیں کرتی ہیں پر اگر یہ کسی سے کوئی ضروری بات بھی کرنے تو اس کی ڈبل شکایات تایا کو لگائی ہیں اس لیے اس نے ایسی باتوں سے بچنے کے لیے اپنے اوپر بدتمیزی اور سڑیل ہونے کا ایسے خول چڑھایا ہے جو کہ وقت کے ساتھ ساتھ اس کی شخصیت کا خاصہ بن

گیا ہے۔

اقوس نے حسن سے شہابہ کا تفصیلی انٹرویو کروایا تاکہ اگر یہ بدتمیزی بھی کرے تو حسن جیسا بدمزاج شخص اسے برداشت شاید کرے تیسرے مہینے کے آخر میں ایک نئی سٹوڈنٹ اگلی کلاس میں آئی اور اس کو سیٹ بھی شہابہ اور ماذی کے ساتھ ملی اور پھر کچھ دیر بعد وہ نئی لڑکی بھی ان کی دوستی میں شریک ہوگئی جس کا نام زینب تھا وہ زیادہ تر سفید لباس میں ملبوس لمبا سا دوپٹہ اوڑھے رکھتی بن میک اپ کے بھی اس کا چہرہ سفید دوپٹے کے ہالے میں دمکتا کسی ہی کل کھاتی چولی اس کی شخصیت میں جاذبیت پیدا کرتی وہ زیادہ تر خاموش رہ کر دوسروں کی مسکرا کر سنتی رہتی اور خود بھی بہت کم بولتی اپنے کام سے کام رکھنے کی ادا اسے دوسروں میں ممتاز بناتی کینٹین وہ لائبریری روش پر چلتے یا پوائنٹ بس کا انتظار کرتے اسے اکثر محسوس ہوتا جیسے کہ وہ کسی کی نظروں کے حصار میں ہو پر وہ اس بات کو اگنور کرتی زینب کو پچھلے تین ماہ کے نوٹس کی ضرورت تھی فرسٹ سمسٹر ہونے میں ایک مہینہ باقی تھا جس کی وجہ سے وہ کافی پریشان تھی اس نے اپنی اساتذہ اور ان دوستوں سے بھی پڑھائی میں مدد لی پر وہ اس سے مطمئن نہ تھی۔

اگلے دن کینٹین میں پھر زینب کے پینڈنگ ورک (نامکمل کام) کے بارے میں بات چھیڑ دی کہ اقوس بولا ایسا کرو دوسرے سیکشن کے احمر سے مانگ لیتے ہیں شاید وہ مان جائے بہت ہی لائق لڑکا ہے وہ تو بات ہی نہیں سنتا سٹریل شکل ذرا سی کیا خوبصورت ہے اور اوپر سے بزنس مین باپ کی اولاد کیا ہو گیا مغروریت ہی ختم نہیں ہوتی اس کی دفع کرواسے کسی اور سے پوچھتے ہیں شہابہ نے احمر کا نام سنتے ہی ٹوکا اشارہ دے دیا۔

تمہیں بڑا پتہ ہے اسکے بارے میں ماذیہ نے اسے ٹھوکا مارا۔

مجھے کیا پوری یونی کو پتہ ہے اس کے بارے میں لڑکیاں تو اس سے بات کرنے کو مرتی ہیں پر وہ کسی کو گھاس نہیں ڈالتا ماذیہ تم بھول رہی ہو فرسٹ سمسٹر میں ہم اسی کے سیکشن میں تھی پندرہ دنوں کے لیے پھر ہمارا سیکشن تبدیل ہو گیا تھا۔

ارے ہاں یاد آیا اتنا بھی برا نہیں ہے بس تھوڑا ریزرو رہتا تھا۔ ماذیہ نے بھی یاد آنے پر شہابہ کی ہاں میں ہاں ملائی۔

مجھے تو ذاتی طور پر بڑا اچھا لڑکا لگتا ہے۔

پر یہ تو ٹھیک ہے سب اسے مغرور کہتے ہیں۔

اگر وہ اپنے نوٹس دے دے تو میں بھی کاپی کرلوں گا۔

تو یہ کہوں نا کہ تم نے نوٹس کاپی کرنے ہیں۔ زینب بیچاری کا تو صرف نام ہے۔۔ شہابہ نے اقوس کو لتاڑا۔

پر مجھے لگتا ہے کہ جب میں زینب کا نام لونگا تو وہ ضرور دے دے گا۔ دوسرے سیکشن کا احمر جیسے زیادہ تر پیسہ اور حسن دونوں ہو تو مغروریت آ ہی جاتی ہے اسکی باتیں وہ اکثر تھرڈ کلاس لڑکیوں کے منہ سے سنتی رہتی تھی یہ سب سن سن کر زینب کو اس سے ڈر اور الجھن سی محسوس ہوتی وہ گھبرا کر یکدم کھڑی ہوگئی

نہیں اقدس نہیں بالکل بھی نہیں اور اس سے تو بالکل نہیں۔ احمر جو تین چار ٹیبل چھوڑ کر بیٹھا ان کی حرکات نوٹ کر رہا تھا اٹھ کر ان کی ٹیبل پر آ گیا اور سب کو مشترکہ سلام کرنے کے بعد اقوس سے مخاطب ہوا مائی فرینڈ اینی پرابلم۔ میرے دوست کوئی پریشانی ہے تو بتاؤ زینب کو ٹھنڈے پسینے آنے لگے اقوس نے جھٹ کہہ ڈالا۔

جی ہماری فرینڈ زینب کو آپ کے نوٹس کی ضرورت ہے پر یہ کہتی ہے کسی سے بھی لے لوں گی پر احمر سے نہیں زینب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اس نے گھبرا کر جلدی سے وہاں سے نکل جانا چاہا شہابہ نے

اقوس کے بازو پر زوردار چٹکی کاٹی۔
ذلیل انسان تمہارا تو میں لیح وعس میں سر پھاڑوں گی احمر نے جاتی ہوئی زینب کو روکا اور کہا ابھی تو میں کچھ مزید نوٹس بنانے لائبریری جا رہا ہوں آدھے گھنٹے بعد میرا لاسٹ پریڈ ہوگا میں فری ہوں گا تب میرے نوٹس آپ کو مل جائیں گے اور کے میں چلتا ہوں۔ یہ کہہ کر احمر تو چلا گیا زینب غصہ سے واک آؤٹ کر گئی جبکہ اقوس کی بعد میں جو درگت بنی وہ ایک علیحدہ کہانی تھی۔ ٹھیک ایک گھنٹے بعد احمر کے تمام نوٹس اقوس کے ہاتھ میں تھے جسے شعابہ نے جھپٹ لیے اور کہا۔
واؤ کتنی خوبصورت ہینڈ رائٹنگ ہے۔ نوٹس تو زینب کے نام پر مانگے گئے تھے درگت صرف بے چارے اقوس کی بنی تھی مگر اس کو کاپی سب نے کیا اور دو دن بعد یہ نوٹس احمر کو واپس کر دیئے گئے حسن جو کہ کم ہی بولتا تھا کہنے لگا۔
احمر اچھا لڑکا ہے انہیں لڑکیوں کو گھاس نہ ڈالنے کی وجہ سے بے چارے کو مغرور کہہ کر بدنام کیا ہوا ہے ماذیہ بولی ہاں بھئی تمہیں تمہاری ٹائپ کا بندہ جو مل گیا تم نے تو ایسا ہی کہنا ہے احمر نے ان لڑکیوں جو کہ مکھیوں کی طرح کسی میٹھی چیز پر آ بیٹھتی ہیں خود کو ان سے دور رکھنے کے لیے خود پر مغروریت کا ماسک پہن رکھا ہے پر وہ دل کا بہت اچھا ہے۔
حسن کے بار بار احمر کی وکالت کرنے پر سب حیران ہو رہے تھے کہ اس جیسا بے حس انسان بھی کسی سے متاثر ہو سکتا ہے۔
کیا اس نے تمہیں پیسے دیئے ہیں اپنے حق میں بولنے کو زینب جو کافی دیر سے احمر نامہ سن رہی تھی چڑ کر بولی۔
ہائے اس نے کسی کو کیا پیسے دینے ہیں یہ مکھیاں یعنی لڑکیاں احمر پر جو کہ کچھ نہیں لگا تا لٹکتی ہیں پر میرا کیا جو پورا شہد میں ڈوب کر آتا ہوں پھر بھی میری طرف دھیان نہیں دیتی ہائے یہ خود غرض لڑکیاں۔
اقوس نے زینب کے سوال کے جواب میں لمبی تقریر کر ڈالی۔
بس کرو فضول گھٹیا آہیں بھرنا حسن اقوس کو لتاڑا جس نے ٹھنڈی آہیں بھرنے کو منہ کھول رکھا تھا بند کر لیا۔
اگلے مہینے فسٹ سمسٹر کے ایگزام شروع ہونے کے چار دن پہلے لگا تار تین چھٹیاں کر لیں وہ بھی کسی کو انفارم کئے بغیر یونی میں سب دوستوں کو تشویش ہوئی کہ زینب تو کبھی بلاوجہ چھٹی نہیں کرتی پھر کیا وجہ ہے دوسری طرف احمر بھی پریشان تھا اور کسی سے اس کے بارے میں پوچھنا چاہتا تھا پر کسی سے زینب کی عزت پر حرف نہ آئے اس لیے خاموش رہتا کہ اگلے دن جب فسٹ سمسٹر ہونے میں ایک دن باقی تھا زینب یونی آ گئی وہ پیلے چہرے کے ساتھ کمزور لگ رہی تھی سب کے پوچھنے پر پتہ چلا کہ اسے فوڈ پوائزن کی وجہ سے تیز بخار ہو گیا تھا۔ اور فر اس کا سیل فون جو وہ بہت کم استعمال کرتی تھی اس کی الماری میں اس کے پرس کے اندر پڑا تھا اور بیٹری چارج نہ ہونے کی وجہ سے سیل فون بند پڑا تھا۔
احمر نے زینب کو دوبارہ سے یونی میں دیکھ کر سکھ کا سانس لیا وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں زینب نے یونی آنا چھوڑ تو نہیں دیا۔ زینب کا سفید دوپٹے میں زرد چہرہ دیکھ کر احمر کے دل کو بہت دکھ ہوا وہ بے اختیار ہو کر ان کے ٹیبل کی طرف آ گیا سلام کر کے زینب کے تین دن یونی نہ آنے اور گھر میں سب خیریت ہونے کے متعلق سوال کیا سب نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا تو ماذیہ جو کہ زینب کے زیادہ قریب تھی نے زینب کی بیماری اور فون چارج نہ ہونے کے متعلق مختصر بتایا شعابہ کو ایسے لگا جیسے کہ احمر نے سکھ کا سانس لیا ہو زینب کو نوٹس کے لیے پریشان نہ ہونے اور اپنی صحت کا خیال رکھنے کا کہہ کر وہ جانے لگا کہ حسن

نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا اور کہا۔

ہم آپ کو اپنے گروپ میں شامل کرنا چاہتے ہیں کیا آپ ہمارے گروپ کا حصہ بننا چاہو گے۔ احمر نے مسکرا کر اس کی جانب دیکھا اور بغیر کچھ کہے آگے بڑھ گیا اور حسن کچھ نہ سمجھ میں آنے والے انداز میں کندھے اچکا کر رہ گیا فسٹ سمسٹر کے دوران سب نے محسوس کیا کہ اقوس کافی بجھا بجھا ہے وہ سنجیدہ تو پہلے ہی تھا مگر اس کی تھوڑی بہت شوخی کی وجہ سے گروپ میں رونق کا احساس رہتا تھا مگر اب تو وہ بالکل ہی خاموش ہو کر رہ گیا تھا چہرے سے بھی بیمار لگتا تھا شیو کافی بڑھ گئی تھی سب نے اپنے طریقے سے پوچھ لیا مگر وہ نہیں ایسی کوئی بات نہیں تم سب کا وہم ہے کہہ کر ٹالتا رہا پیپرز کے ختم ہوتے ہی اس نے بغیر کسی کو کچھ بتائے لگا تار چھ چھٹیاں کر لیں تو پہلے تو سب دوست یہی سوچتے رہے کل آ جائے گا مگر کل کل کرتے ہوئے چھ دن ہو گئے تو یہ سب سوچ رہے تھے کہ ہم آج اس کے گھر جائیں گے مگر نہ جانے کیوں کل یہ سب اقوس کے گھر موجود تھے اقوس تو نجانے کہاں تھا مگر اس کی امی بہت گرمجوشی سے ملیں پھر جو بات ان سے معلوم پڑیں سب کو سن کر ایک شاک سا لگا۔

اقوس کی والدہ کے مطابق اقوس کی منگنی اس کی پیدائش پر ہی اس کی پھوپھی زاد سے کر دی گئی تھی اور یہ بچپن کا رشتہ نجانے کب پیار میں بدلا دونوں کو پتہ ہی نہ چلا مگر اب اس کی پھوپھی اپنی بیٹی کو قربانی کا بکرہ بنا رہی تھی کیونکہ اقوس کی منگیتر کا بھائی کسی امیر زادی کو پسند کرتا تھا اور اس کے والدین نے وٹے سٹے کی شرط رکھی کیونکہ ان کا بیٹا دونوں پاؤں سے معذور تھا انہوں نے اپنی بیٹی کے بدلے میں اس کی منگیتر کا ہاتھ مانگا ہے نہ کرنے پر ان کی بیٹی کو بھول جانے کا فیصلہ ہوا جو کہ اس کے پھوپھی زاد بھائی کو منظور نہ تھا اس نے پہلے تو بہت منایا مگر نہ ماننے پر خودکشی کر لی تو اس کے والدین مجبور ہو گئے اور منگنی توڑ دی اقوس یہ بات بتا کر اپنے دوستوں کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے ان سے کچھ نہ کہا پر کب تک لڑکیوں کے آنکھوں میں آنسو آ گئے ان کا اتنا زندہ دل دوست پر دس دنوں تک بھی جب اقوس یونی نہ آیا تو احمر پوچھتے پوچھاتے اقوس کے گھر پہنچ گیا اقوس کی ماں اس امیر زادے اور اسکے ڈرائیور کے ہاتھ میں پھلوں سے بھرے بہت سے شاپر دیکھ کر پریشان ہو گئی کیونکہ وہ اقوس کے تمام دوستوں سے مل چکی تھیں پر اس کا اتنا امیر تو کوئی دوست نہ تھا وہ احمر کو اس کے کمرے میں لے گئیں اقوس جو چھت پر نہ جانے کیا تلاش کر رہا تھا چھت کو گھور رہا تھا احمر کو اندر آتے دیکھ کر حیران رہ گیا پھر یہاں وہاں کی باتوں کے درمیان احمر کے زور دینے پر اس نے زبردستی مسکراتے ہوئے اسے مختصراً اپنے ساتھ ہونے والا حادثہ بتایا کہ قسمت نے اس کے ساتھ کیا کیا ہے۔ پھر کچھ دیر بعد جیسے مناسب الفاظ کی تلاش میں ہو وہ بولا۔

احمر میرے بھائی میں نے تم سے کوئی بات نہیں چھپائی حالانکہ ہم کوئی اتنے گہرے دوست بھی نہیں ہیں پر تمہارا اپنائیت بھرا اصرار مجھے تمہیں بتانے پر اکسا رہا تھا اور میں نے تمہیں سب بتا دیا اب تم مجھے سچ سچ بتاؤ کہ تم زینب کو پسند کرتے ہو ناں احمر نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھا وہ بات جسے وہ خود اپنے آپ سے چھپانے کی کوشش کرتا تھا۔ کسی اور کو کیسے معلوم ہو گئی اگر ہاں تو تم اسے بتاتے کیوں نہیں دیر نہ ہو جائے۔

اقوس نے احمر کے جواب دینے سے پہلے دوسرا سوال کر دیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ ٹال مٹول کرے گا ایسا نہ کہو۔ بے اختیار احمر کے منہ سے نکلا اقوس مسکرا دیا۔ وہ یہی بات اس سے اگلوانا چاہتا تھا جو کہ اس نے بے اختیاری میں کہہ دی اور پھر کہہ کر پچھتا رہا پھر جیسے ہار مان کر بولا۔

ڈرتا ہوں کہیں اگر اس نے انکار کر دیا تو میں کسی سے بھی کوئی رشتہ نہیں جوڑنا چاہوں گا چاہے وہ دوستی کا ہو یا کوئی اور کیونکہ اگر یہ رشتے ٹوٹ جائیں تو بہت تکلیف ہوتی ہے احمر نے بے بس ہو کر پہلی بار اپنا دل کسی کے سامنے کھولا کیونکہ جو کوئی بھی اس کی طرف بڑھتا تو صرف پیسے کے لیے تو اس لیے وہ اندر ہی اندر اپنے آپ میں سینتا رہا پھر کچھ دیر کی خاموشی کے بعد بولا۔ سب میرے حسن اور پیسے کے معاملے میں میں کتنا بد نصیب ہوں میری ماں تو مجھے جنم دیتے ہی چل بسی اور میں اپنی ماں کی ممتا بھری آغوش میں جانے کے بجائے آیا ماں کے پاس آ گیا جس نے مجھے ماں اور باپ دونوں کا پیار دیا کیونکہ میرے باپ کو دولت کمانے سے فرصت نہیں تھی کبھی ایک ملک تو کبھی دوسرے ملک اگر کبھی وہ گھر بھی آتے تو جب وہ آتے تو میں سو چکا ہوتا۔ اور جب صبح پتا چلتا کہ پاپا آئے ہیں تو جلدی سے ان سے ملنے جاتا پر میں ہمیشہ دیر کر دیتا کیونکہ وہ کسی بہت اہم میٹنگ کے لیے روانہ ہو چکے ہوتے اور پھر میں اور میری آیا ماں اقوس کو ایسا لگا کہ جیسے کہ اس کا گلا رندھ گیا ہو چھ فٹ اور دو انچ کا بندہ جسے سب پسند کرتے ہیں مگر وہ اندر سے کتنا اکیلا ہے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد وہ دوبارہ بولا۔

بارہ سال کا ہوا تو آیا ماں مجھے چھوڑ کر گئیں انہیں نمونیہ ہوا تھا اور یہی ان کی جان لے بیٹھا میں پھر بھری دنیا میں اکیلا رہ گیا آیا ماں بیوہ اور بے اولاد تھیں پاپا کے دور پار کی رشتہ دار پاپا کو تو فرق نہ پڑا مگر میری تو ماں مری تھی انہی نے تو مجھے پیدائش کے پہلے دن سے پالا تھا کچھ دنوں بعد پاپا نے مجھے بورڈنگ ڈال دیا اور تب سے اب تک ہر پندرہ دنوں بعد میرا بینک بیلنس بھر جاتا پیسے ختم نہیں ہوتے کہ اور آ جاتے ہیں اور میں حقیقی رشتوں سے دور بورڈنگ کالج اور اب یہاں ہوں کچھ دیر سانس درست کرنے کے بعد احمر نے کہا۔

اسی لیے میں زینب سے کچھ نہیں کہتا اگر اس نے انکار کر دیا تو میں برداشت نہیں کر پاؤں گا اور کچھ دیر بعد کل یونی آنے کا وعدہ لے کر احمر اقوس کے گھر سے نکل پڑا وہ دن اور آج کا دن یہ سب سات دوست سول میٹ کے نام سے پہچانے جاتے ہیں اقوس نے بھی اس غم کو بھلانے کے لیے اپنے آپ پر ہنسی مذاق اور باتونی ہونے کا لبادہ اوڑھ لیا ہے سب یہ دیکھ کر بہت خوش ہیں کہ ان کا دوست اپنے ماضی کو بھول چکا ہے سوائے اقوس کے سب چاہتے تھے کہ یہ ایک دوسرے سے اظہار کریں تاکہ ان سب کو بھی اگر واقعی کچھ ہے تو ان کے بارے میں پتہ چلے اقوس سب کچھ جانتے ہوئے بھی پوز کرتا جیسے ان سب کی طرح اسے بھی کچھ نہیں پتہ یہ سب جانتے تھے کہ احمر زینب میں انٹرسٹ ہے مگر یہ بھی جانتے تھے کہ دونوں کی جانب سے سوائے ایک دوسرے کا احساس کرنے کے باقاعدہ اظہار یا اقرار نہیں ہوا تھا۔ حسن خواتین سے نفرت کی بنا پر ان سب کو خرافات کرونا تا تھا پر۔۔ سب کو ان کی طرف سے اقرار کرنے کے دن کا بے صبری سے انتظار تھا کہ ایک دن ان دونوں کی غیر موجودگی میں اقوس نے شہابہ کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

ویسے تو تم بڑا اچھی ہو زبان تو تمہاری اتنی لمبی ہے کہ بندہ اس پر پیدل بھی چل کر دنیا کے آخری کونے میں جا پہنچے ہوتی تو بہت ہو مگر اپنی دوست سے اتنا معلوم نہیں کر سکی کہ وہ ہمارے شہزادے کے بارے میں کیا سوچتی ہے۔ اقوس خود تو دل ٹوٹنے کے درد سے واقف تھا اس لیے ان دونوں کو ہر کوشش کر کے ملانا چاہتا تھا میں نے کوشش تو۔۔۔۔۔ شکر ہے میرے تو اسائنمنٹ جمع ہو گئے شہابہ کے جواب دینے سے قبل زینب جو کہ لاسٹ ڈیٹ ہونے کی وجہ سے اپنا اسائنمنٹ جمع کروانے گئی تھی واپس آ کر بولی تو یہ بات بغیر کسی نتیجے پر پہنچے کے ختم ہو گئی۔

تھوڑی دور اسے ایک بہت بڑا میدان نظر آیا۔
جس میں بہت ہجوم تھا اور اس میدان کے درمیان میں ایک کالے رنگ کا دائرہ تھا اس دائرے کے بھی درمیان کوئی لیٹا ہوا تھا اور وہ عورت جس کے پیچھے وہ یہاں تک آئی تھی سر جھکائے ایک کالے رنگ کے ڈھیر کے پاس کھڑی خوفناک آواز میں رو رہی تھی وہ سمجھ نہ پائی کہ وہاں کوئی لیٹا ہے یا کہ راکھ کا ڈھیر پڑا ہے۔ رات کے اندھیرے میں اس کے خوفناک طریقے سے رونے کی آواز سن کر اس کے مساموں سے پسینہ پھوٹنے کا سبب بن رہی تھی وہ بھی اس عورت کے پاس جا کر کھڑی ہوگئی کہ وہ عورت یکدم سر اونچا کر کے اس سے بولی۔

تم۔۔تم نے مجھ سے میرا شوہر چھین لیا ہے میں تم سب کو نہیں چھوڑوں گی تم سب سے بدلا لوں گی وہ ڈر کر اس سے دو قدم دور ہٹی اور اس عورت سے بولی۔
میں تمہیں نہیں جانتی میں نے تمہارے شوہر کو نہیں مارا
تم جھوٹ بولتی ہو اس کے کچھ سمجھنے سے پہلے ہی اس عورت نے اس کا بازو پکڑ کر اسے کھینچا جس سے اس کے لمبے ناخن اس کے ماس میں پیوست ہوگئے پھر اس عورت نے اسے ایک لخت اس ڈھیر کے پاس لا چھوڑا جھٹکے کی وجہ سے اس عورت کے ناخن اس کے بازو کا ماس ادھیڑتے ہوئے باہر جا نکلے اس کے منہ سے دلخراش چیخ برآمد ہوئی کہ اس کی نظر اب کے ڈھیر پر جا پڑی وہ کوئی ڈھیر نہیں نیلی حویلی کا وہی گارڈ تھا جسے مرگی کے دورے پڑتے تھے اس کے دیکھتے ہی دیکھتے اس گارڈ کے جسم کو جھٹکا یہ جھٹکے اتنے زوردار تھے کہ وہ چار پانچ قدم مزید پیچھے کو ہٹی کہ ان جھٹکوں کے ساتھ ہی اس کے جسم کو آگ لگ گئی اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہو کر ہوا میں پھیل گئی وہ عورت غصہ سے اس کی طرف بڑھی غصہ کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے نیلی رنگ کی روشنی پھوٹنے لگی وہ ڈر کر بولی میں نے تمہیں آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا

کیا تم نے اسے بھی نہیں دیکھا اس نے گارڈ کے بارے میں کہا وہ میرا شوہر تھا وہ ہجوم جو کافی دیر سے تماشائی بنا بیٹھا تھا اب کہ اس میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ سب اس کے گرد اپنا گھیرا تنگ کرنے کے لیے بڑھے اس نے گھبراہٹ میں اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو اسے معلوم ہوا کہ اس کا چہرہ پسینے سے تر ہے اب کہ اس نے بھاگنے کے لیے ترتولے تو غیر ارادی طور پر اس کی نظر اس ہجوم کی طرف اٹھی تو اسے اپنا حرکت قلب بند ہوتا ہوا محسوس ہوا۔ کیونکہ اس ہجوم میں پہلے تو انسان تھے مگر اب یہ ہی کیا ان کی چمڑی اس طرح گل کر پانی کی طرح بہہ رہی تھی جیسے کسی نے اس پر تیزاب سے بھرا ڈرم انڈیل دیا ہو وہ جو سوچ رہی تھی کہ وہ ہل بھی نہ پائے گی کسی غیبی طاقت نے اسے بھاگنے پر مجبور کر دیا وہ بھاگنے لگی بھاگتے بھاگتے اسے یاد نہ کہ وہ کہاں سے ہوتے ہوئے اس میدان کی طرف آئی تھی بھاگتے ہوئے اسے زوردار طریقہ سے ٹھوکر لگی اور وہ اوندھے منہ زمین پر جا گری اس کے منہ سے خون بہنے لگا آنکھوں میں آنسو لیے وہ اٹھنے لگی اٹھتے ہوئے زمین پر سے اس کی نظر اپنے پیچھے ہر لمحہ تیز ہوتے ہجوم پر پڑی جو کہ اس کے منہ میں سے بہتے خون کو دیکھ کر اس پر جھپٹے اور ایک انسان جو کہ اب مکمل ڈھانچے میں تبدیل ہو چکا تھا اس نے اس کی ٹانگ پکڑلی اس کے منہ سے دلخراش چیخ برآمد ہوئی اس ڈھانچے کے تیز مگر سوئی کی طرح باریک ناخن اس کی ٹانگ میں پیوست ہوگئے۔

کس کی زندگی کی دوڑی کٹنے لگی ہے یہ جاننے کے لیے اگلا شمارہ ضرور پڑھیے۔

سرد عشق

--تحریر۔ ردا جمیل۔ ماموں کانجن--

اب وقت آ گیا تھا کہ بیدار کو جانا تھا اپنے پیار کو واپس لانا تھا باباجی نے کچھ پڑھنے کے بعد اس پر پھونک ماردی۔اس کا جسم بھی بے ہوش ہو گیا۔بیدار کی روح جسم سے نکل کر پرستان جا پہنچی۔وہ جیسے ہی وہاں پہنچی اسے وہاں پہنچ کر ایک گھنا درخت دکھائی دیا۔بیدار اس درخت کی سمت میں چلی گئی۔
بیدار کو ایکدم سے اسے ایک بڑا سا کمرہ نظر آیا بیدار اس کمرے میں داخل ہوئی۔وہ کمرہ بڑا سا اور خوبصورت تھا جہاں صائم بیٹھا ہوا تھا۔اور شیتل بھی بیٹھی ہوئی تھی صائم نے اس جانب دیکھا وہ بھاگتا ہوا بیدار کی طرف جانب بڑھا لیکن شیتل نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔شیتل نے بیدار کی گردن کو پکڑا بیدار کی گردن کو بہت زور سے جھٹکا لگا اور اسی وقت ہی بیدار نے کچھ پڑھنا شروع کر دیا جس سے شیتل کے ہاتھ خود بخود بیدار سے دور ہو گئے اسی وقت شیتل کی آواز ڈراؤنی ہونے لگی اس کا چہرہ بڑا ہی خوفناک ہو گیا۔لمبے سے دانت اس کے گندے سے بالکل اس کے منہ سے باہر آرہے تھے وہ چیختی چلاتی مرگئی اسی وقت صائم نے بیدار کو گلے سے لگا لیا۔اور رونے لگا۔وہ دونوں شیتل کو اٹھا کر اپنے ساتھ لے جاتے ہیں اور اپنی اپنی باڈی میں داخل ہو جاتے ہیں۔شیتل بھی وہی پڑی ہوتی ہے باباجی اور باقی گھر والے بڑے خوش ہوتے ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کچھ دیر بعد صائم اور بیدار کو ہوش آجاتا ہے اور شیتل کو دفنا دیا جاتا ہے باباجی اپنے گھر کی طرف چلے جاتے ہیں جبکہ وہ اپنے گھر چلے جاتے ہیں دو ماہ بعد صائم اور بیدار کی شادی ہو جاتی ہے۔۔ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔

زینب کیچن میں کھانا بنا رہی تھی میرب اور صائم اپنے کمرے میں کھیل رہے تھے باہر بہت سردی تھی برف باری ہو رہی تھی عبدالقادر گھر کا راشن لے کر آئے اور آتے ہی کمرے میں کمپیوٹر آن کر کے بیٹھ گیا میرب اور صائم کا کمرہ بہت اچھے سے سجا ہوا تھا پینٹنگ کر کے خود ہی میرب اور صائم نے اپنے کمرے کو خوبصورت بنایا ہوا تھا دو بیڈ تھے صوفہ اور ٹی وی سب سہولت کمرے میں موجود تھی دونوں ٹی وی پر کارٹون دیکھنے میں مصروف تھے باہر بہت ہی سردی تھی یہ مری کا علاقہ تھا جہاں یہ خوبصورت اور چھوٹی سی فیملی ایک پیارے سے گھر میں رہتے تھے صائم اور میرب کا کمرہ چھت پر بنا ہوا تھا اس کے علاوہ بھی چھت پر ایک اور کمرہ تھا نیچے والے حصہ میں ایک زینب اور عبدالقادر کا کمرہ تھا اور ایک ڈرائنگ روم تھا واش روم اور کیچن تھا باقی ایک ٹی وی لاؤنج تھا پھر باہر کا دروازہ آتا تھا اس کے باہر صحن میں تھا جس میں ایک درخت تھا اور پتوں کے بغیر برف سے بھرا ہوا تھا جو بہت ہی خوبصورت لگ رہا تھا پھر رات ہو گئی سائم کا ذہن بڑا تخلیقی سا تھا وہ رات کو اٹھ کر اکثر پینٹنگ کیا کرتا تھا۔میرب اپنی ہی دھن میں رہتی تھی صائم سال کا تھا اور میرب دس سال کی تھی خیر صبح ہوگئی وہ دونوں تیار ہوئے اور وین آگئی اور وہ سکول چلے گئے ان کے گھر کے سامنے ایک کھنڈر سی حویلی تھی جو کہ بہت ہی پرانی تھی۔
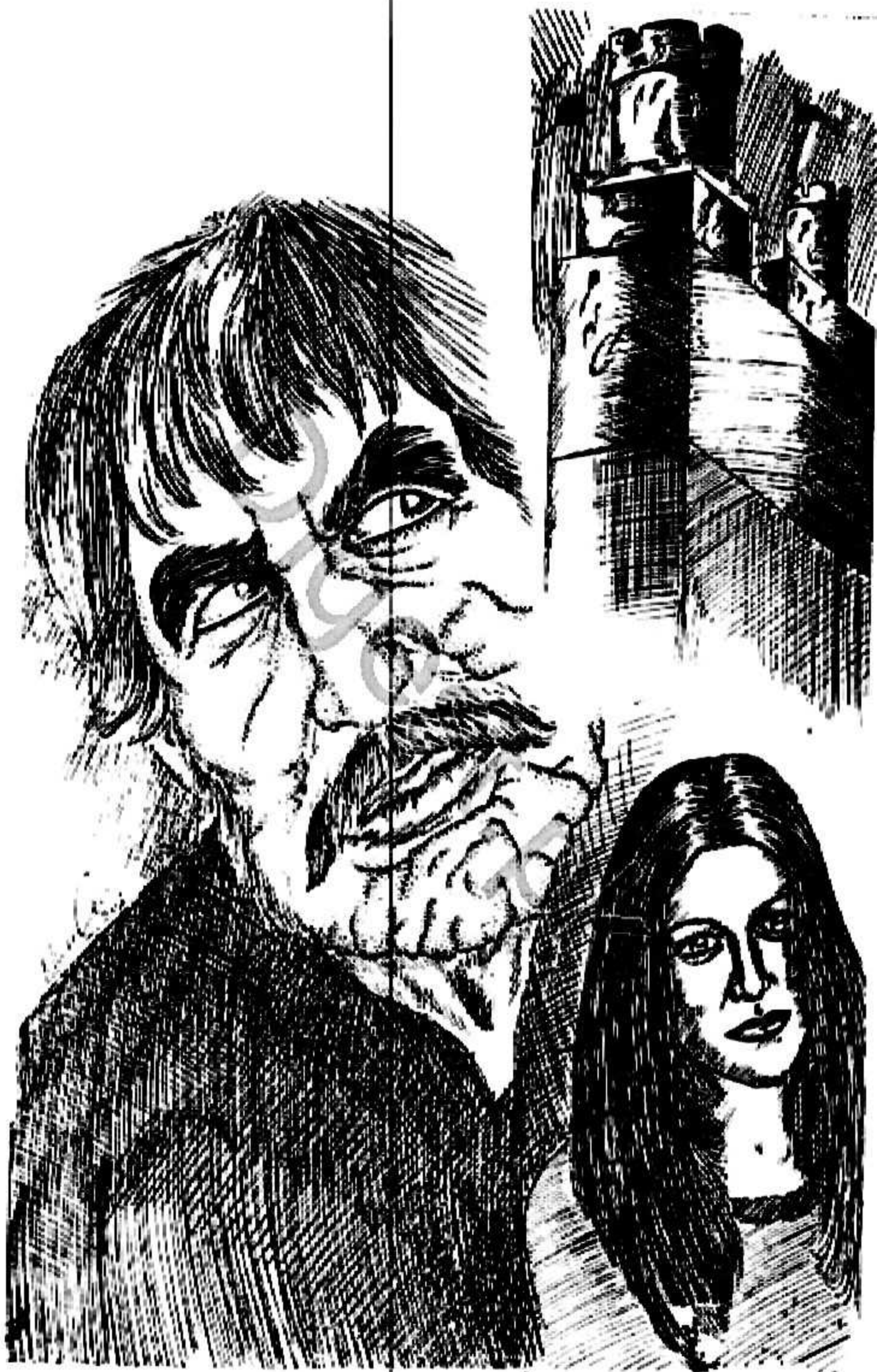
اس کے بارے میں مشہور تھا کہ یہ بڑی خوفناک حویلی ہے یہ ہر سال کسی نہ کسی مسافر کو قتل کر دیتی ہے یا پھر کسی کا نام ونشان ہی نہیں ملتا پر صائم کو ان سب باتوں پر یقین نہ تھا۔ اور صائم جاتے ہوئے اس حویلی کو بڑے غور سے دیکھتا رہا اور پھر وہ سکول پہنچ گئے زینب نے گھر کا کام کیا اور ٹی وی دیکھنے میں مصروف ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بجی عبدالقادر کا فون آیا زینب نے اٹھایا۔

ہیلو۔ زینب نے ہیلو کہا۔

ہاں زینب کچھ چاہیے میں گھر آنے والا ہوں

جی بچوں کے لیے مونگ پھلی اور چلغوزے لیتے آیئے گا اور کچھ نہیں آج آپ جلدی آ رہے ہیں

ہاں میرا ملازم ادھر ہی ہے سب ہوٹل میں اپنا اپنا کام کر رہے ہیں میں سوچ رہا ہوں کہ میں تھوڑا سا آرام کر لوں۔

اچھا ٹھیک ہے آپ آ جائیں اللہ حافظ۔

اچھا اللہ حافظ۔

کچھ دیر بعد عبدالقادر بھی آ گیا اور بچے بھی ایسے ہی دن مہینے گزرتے گئے اور ایک دن صائم کا میٹرک کا رزلٹ آنے والا تھا صائم بہت پریشان تھا صائم بہت ہی ذہین بچہ تھا اور اس نے سائنس مضمون کے ساتھ پڑھا تھا خیر کچھ دیر بعد صائم کے بابا آئے انہوں نے مٹھائی چھپائی ہوئی تھی اور آ کر خاموشی سے بیٹھ گئے زینب بولی۔

کیا ہوا کیا بنا صائم کا۔

بس پاس ہو گیا ہے۔ انہوں نے بہت ہی ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا۔ صائم رونے لگا جب انہوں نے دیکھا کہ صائم پریشان ہو گیا ہے تو انہوں نے مٹھائی نکالی اور کہ ہمارا صائم ضلع بھر میں پہلے نمبر پر آیا ہے۔ اور اسے گلے لگا لیا۔ پھر سب نے مٹھائی کھائی اب صائم کو ایف ایس سی کروانی تھی اس کیلیے کسی اور ترقی یافتہ سٹی میں بھیجنا تھا۔ زینب اور صائم کے والد نے فیصلہ کیا کہ صائم کو لاہور بھیج دیتے ہیں ساری پیکنگ کر کے کچھ دنوں میں صائم کو لاہور بھیج دیتے ہیں وہاں وہ ہوسٹل میں رہنے لگ جاتا ہے جس کالج میں وہ پڑھتا تھا وہ بڑا ہی اچھا کالج تھا۔ وہاں بڑی اچھی پڑھائی ہوتی ہے اور موسم بھی صائم کو راس آ جاتا ہے وہ کافی ماڈرن ہو جاتا ہے اسی طرح سال گزر جاتا ہے صائم کو ایف ایس سی ہو جاتی ہے اس کا داخلہ پھر میڈیکل میں ہو جاتا ہے وہ کالج بھی بہت اچھا تھا دو سال گزر جاتے ہیں صائم کو ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی دکھائی دیتی ہے گہری آنکھیں لمبے بال سمارٹ سی تھی اور سفید گوری چٹی لڑکی تھی اسے دیکھتے ہی اسے اس سے لو ہو گیا وہ ہر روز اسے دیکھتا وہ بھی اسے دیکھتی تھی وہ ابھی اس کے نام سے انجان تھا پھر ایک دن صائم اس کے پاس گیا اور اس سے بات کی اس نے اپنا نام بیدار بتایا اس کی طرح اس کا نام بھی بہت ہی نایاب تھا وہ ابھی ابھی میڈیکل میں ایڈمیشن ہوئی تھی۔ دونوں میں لو ہو جاتا ہے صائم بہت ہی اچھے گھرانے سے تعلق رکھتا تھا اور اس کی والدہ نے اس کی پرورش اس انداز سے کی تھی کہ وہ کسی بھی لڑکی کی عزت کے ساتھ نہیں کھیلے گا خیر صائم کے پانچ سال پورے ہو گئے تھے بیدار بہت ہی پریشان تھی اور رو رہی تھی صائم نے بیدار کو چپ کروایا اور کہا میں تم سے ہی شادی کروں گا تم پریشان نہ ہو میں تم سے رابطہ رکھوں گا تم دل لگا کر اپنی پڑھائی مکمل کرنا اچھا اب مجھے ہنس کر دکھاؤ تو وہ اس کی باتیں سن کر ہنس دیتی ہے۔

صائم گھر چلا جاتا ہے اور گھر والوں سے ملتا ہے لیکن کھویا کھویا سا رہتا ہے ہر وقت وہ بیدار کے خیالوں میں گمن رہتا ہے اسے پرانی باتیں یاد آتی ہیں صائم کے کمرے میں کھڑکی ہوتی ہے جو باہر کو کھلتی ہے ایک رات صائم سویا ہوتا ہے کہ اسے کسی کے رونے کی آواز سنائی دیتی ہے وہ ایک دم سے اٹھ کر بیٹھ

جاتا ہے اس نے اپنے کمرے کی کھڑکی سے باہر دیکھا تو اسے کچھ بھی نظر نہ آیا۔ اس نے سوچا کہ اس کا وہم ہے کچھ دیر بعد اونچی آواز میں ہنسنے کی آواز آئی صائم پھر اٹھا اور دیکھا پھر وہ کھڑکی میں کھڑا رہا۔ اس کی نظر سامنے حویلی میں پڑی وہاں ایک خوبصورت لڑکی بلیک کلر میں فراک پہنے کھڑی تھی لمبے بال تھے اور سانولہ کلر تھا اس کا اس میں بڑی کشش تھی جس نے صائم کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ صائم اس لڑکی کو دیکھتا ہی رہ گیا اتنی سردی تھی لیکن وہ لڑکی بغیر جرسی کے اور شال کے کھڑی تھی ساری حویلی روشن تھی برف نے ساری حویلی کو ڈھانپا ہوا تھا مگر روشنی کی وجہ سے بڑی پڑی ہوئی بہت ہی دلکش لگ رہی تھی وہ لڑکی بھی اس کی جانب دیکھ رہی تھی کافی دیر وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے پھر وہ لڑکی اندر چلی گئی اور صائم بھی بیڈروم میں آگیا اور لیٹ گیا اور اس کے خوابوں میں کھو گیا۔ اس نے ایک پل کے لیے بھی بیدار کے بارے میں نہ سوچا تھا اور نہ ہی اس کو دیا ہوا وعدہ جو اس نے اس کے ساتھ کیا تھا اس کے بارے میں سوچا تھا وہ لڑکی ایک چڑیل تھی۔ جس کا نام شیتل تھا مگر صائم اس کے نام سے انجان تھا وہ سوچتا سوچتا سو گیا جب وہ صبح اٹھا تو سردی میں کھڑے رہنے کی وجہ سے اسے بخار ہو گیا تھا کیونکہ اس نے سردی میں شیتل چڑیل کو دیکھا تھا صبح صائم کی امی اس کے کمرے میں آئی دیکھا کہ صائم بیمار پڑا ہے فوراً ڈاکٹر کو بلایا اس نے چیک کیا اور میڈیسن دی صائم کھانا کھا کر میڈیسن لے کر پھر سو گیا جب دوبارہ اس کی آنکھ کھلی تو رات کے بارہ بجے تھے صائم فوراً اٹھا اور اٹھ کر کھڑکی کھول کر حویلی کی جانب دیکھنے لگا کچھ ہی دیر میں وہ حسینہ سامنے سے آکر کھڑی ہو گئی۔ اور صائم کی جانب دیکھنے لگی اس لڑکی میں کوئی جادو تھا جو اس نے صائم پہ چلانا شروع کر دیا تھا کہ وہ سب کچھ بھول گیا بس اسے دیکھتے ہی رہ گیا۔ صائم اسے ملنے کا اشارہ کیا لیکن اس نے منع کر دیا۔ صائم بہت بے صبرا ہو رہا تھا اس سے ملنے کے لیے وہ سامنے بیٹھ کر اس کی آواز سننا چاہتا تھا کہ اس کی آواز کیسی ہے پر اس لڑکی نے منع کر دیا وہ چلی گئی اگلی صبح پھر صائم کو بخار ہو گیا۔

بخار ایسا تھا کہ اترنے کا نام ہی نہ لے رہا تھا زینب بڑی پریشان تھی کہ آخر یہاں آکے صائم کو کیا ہو گیا ہے وہ سوچتی رہی پھر وہ صائم سے بولی۔

بیٹا چلو ہم کسی بابا کے پاس چلتے ہیں دم کروا کر لاتے ہیں اور تعویذ بھی لاتے ہیں لیکن صائم نہ مانا اور پھر میڈیسن لے کر سو گیا۔ آہستہ آہستہ رات ہونے لگی باہر بہت برف باری ہو رہی تھی ہوا بہت تیز تھی صائم اپنا کمرہ بند کر کے کھڑکی کے پاس چلا گیا اس رت صائم کے ساتھ بہت برا ہونے والا تھا صائم سو گیا رات کا ایک بج رہا تھا صائم کی آنکھ کھلی اور فوراً اٹھ کر اس نے کھڑکی کھولی حویلی میں شیتل صائم کا انتظار کر رہی تھی صائم اس کے پیار میں پاگل ہو گیا تھا اور دن بدن کمزور ہو رہا تھا صائم نے ضد کی کہ میں آرہا ہوں تم سے ملنے اس حویلی میں۔ اس حویلی کے بارے میں جو اس کو علم تھا وہ سب کچھ بھول گیا تھا اور باہر نکل گیا۔ اس کا رخ حویلی کی طرف تھا۔ وہ حویلی کے اندر داخل ہو گیا حویلی بہت ہی پرانی تھی صائم اندر گیا حویلی اندر سے بہت ہی عجیب و غریب تھی اور اندر سے بہت سارے بھوت اور بھوتنیاں جو بہت بدصورت شکل کے تھے خون پی رہے تھے اور انسانوں کا گوشت کھا رہے تھے جیسے ہی انہوں نے صائم کو دیکھا صائم بہت گھبرایا ہوا تھا وہ سب کے سب اس کے ارد گرد دائرہ بنا کر اس کے پاس آنے لگے جیسے جیسے وہ اس کے پاس آرہے تھے صائم کی گھبراہٹ بڑھتی جا رہی تھی وہ لوگ صائم کو پکڑنے ہی والے تھے کہ شیتل آگئی اس نے سب کو منع کیا اور صائم کو لے کر دوسری منزل پہ چلی گئی اس نے صائم کو پانی پلایا اور ہوش میں لا کر کھڑا کیا اس نے صائم سے اس کا

نام پوچھا تو صائم نے اپنا نام بتایا
صائم۔ اور پھر اس نے اس لڑکی سے نام پوچھا اور آپ کا نام۔
اس نے بھی اپنا نام بتا دیا۔ کہ میرا نام شیتل ہے۔ دونوں ایک دوسرے کو کچھ دیر دیکھتے رہے اور پھر کچھ دیر وہ باتیں کرتے رہے صائم نے پوچھا۔
یہ کون لوگ ہیں۔
شیتل بولی۔ یہ میرے گھر والے ہیں۔
یہ سنتے ہی وہ گھبرا سا گیا اور تیزی سے حویلی سے نکل کر اپنے گھر آ گیا۔ لیکن وہ پوری طرح شیتل کے جال میں پھنس چکا تھا۔ اس نے پوری طرح اس کو اس پر اپنا جادو چلا دیا تھا۔ وہ گھر آ کر کچھ دیر ڈرا رہا پھر سو گیا۔ اور اگلی صبح اٹھا۔ تو میرب اس کے لیے ناشتہ لے کر آ گئی۔ اور صائم سے پوچھا۔
بھائی آپ جب سے آئے ہیں میرے ساتھ کوئی بھی بات نہیں کرتے بس جب سے آئے ہیں بیمار ہی رہتے ہیں چلیں آج باہر چلتے ہیں دیکھیں کتنا اچھا موسم ہے برف باری ہو رہی ہے۔ ہم جیسے بچپن میں کھیلا کرتے تھے ویسے ہی آج کھیلتے ہیں۔
میرب کی بات سن کر اس کو بچپن کے دن یاد آ جاتے ہیں لیکن وہ پھر چپ ہو جاتا ہے۔
بھائی آپ کو کیا ہو گیا ہے یوں گم سم کیوں رہتے ہیں۔ وہ پھر سے بولی۔
کچھ نہیں۔ چلو آؤ باہر چلتے ہیں۔
ہاں چلو۔ میرب خوش ہو کر بولی اور پھر دونوں بہن بھائی باہر نکل جاتے ہیں خوب ہلہ گلہ کرتے ہیں اپنے بچپن کی یادیں تازہ کرتے ہیں لیکن جب وہ واپس آتے ہیں تو صائم دیکھتا ہے کہ وہ حویلی جو رات کو اتنی پرکشش نظر آتی ہے وہ اس وقت کتنی کھنڈر اور عجیب لگ رہی تھی خیر وہ دونوں گھر آ کر کمرے میں ہیٹر آن کر کے بیٹھ جاتے ہیں پھر کھانا کھاتے ہیں آج امی نے بریانی بنائی ہوئی ہے وہ خوب مزے سے

بریانی کھاتے ہیں شاید یہ کھانا آج صائم کے لیے آخری تھا جو وہ کھا چکا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں آ جاتا ہے اور ناول اٹھا کر پڑھنے لگ جاتا ہے یکدم اس کے کمرے کی لائٹ بند ہو جاتی ہے وہ پریشان ہو جاتا ہے کہ یہ لائٹ کیسے چلی گئی۔ پہلے تو کبھی لائٹ نہیں گئی تھی۔ وہ بھاگ کر باہر آتا ہے تو باہر سب کی لائٹ ہوتی ہے وہ اپنی امی کے پاس چلا جاتا ہے اور ان سے کہتا ہے۔
امی کیا لائٹ گئی تھی۔
نہیں بیٹا ماں مختصرا جواب دیتی ہے۔
لیکن میرے کمرے کی کیوں گئی ہے۔ وہ پریشانی میں سوچتا ہے اور پھر اپنے کمرے کی طرف چل پڑتا ہے دیکھتا ہے کہ اس کے کمرے کی لائٹ جل رہی ہوتی ہے وہ کچھ دیر حیران ہوتا ہے پھر ناول پڑھنے لگ جاتا ہے۔ ناول پڑھتے پڑھتے اس کو نیند آ جاتی ہے اور وہ سو جاتا ہے۔
نجانے رات کا کون سا پہر تھا کہ اس کو اپنے ہی کمرے میں کسی کے چلانے کی آوازیں سنائی دیتی ہیں جو کہ بہت ہی عجیب ہوتی ہیں ہوں آں چاں ایسی عجیب آوازیں کہ وہ اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے۔ وہ بہت ہی ڈرا ہوا ہوتا ہے۔ اسے اتنا پسینہ آتا ہے کہ وہ سارا گیلا ہو جاتا ہے خیر وہ آیت الکرسی پڑھتا ہے اور پھر سے سو جاتا ہے۔ جب وہ صبح اٹھتا ہے تو ناشتے کے لیے جاتا ہے تو اس کا انڈا اور بریڈ دونوں پلیٹ سے اڑ رہے ہوتے ہیں جب وہ چمچ سے کھانے لگتا ہے تب ہی وہ اڑ جاتے ہیں باقی سب آرام سے کھانا کھاتے ہیں اس کو ڈر سا لگنے لگتا ہے کیونکہ آج سے پہلے کبھی بھی ایسا نہیں ہوا تھا اس نے کسی کو بھی کچھ نہ بتایا اور اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ شیتل چڑیل اس کو مسلسل تنگ کرنے لگی تھی گھر کے کھانے سے بدبو آنے لگتی تھی کبھی کچھ ہونے لگتا تھا اور کبھی کچھ صائم بیمار رہنے لگا۔ اتنا کہ اس سے اٹھا بھی نہیں جا رہا تھا۔

پانچ دن گزر گئے تھے کہ نہ تو اسنے کچھ کھایا تھا اور نہ ہی پیا تھا اس کے علاوہ نہ ہی اس نے شیتل کو دیکھا تھا صائم بہت پریشان تھا۔ کیونکہ اس میں اب اتنی بھی ہمت نہیں رہی تھی کہ وہ اٹھ کر کھڑکی تک ہی جا سکے۔

پانچویں رات کو شیتل خود صائم کے کمرے میں آ گئی اور اس نے دیکھا کہ صائم بہت ہی بیمار ہے وہ بھاگتی ہوئی اس کے پاس آئی اور اس کے بیڈ پر بیٹھ گئی۔ اور اسے دیکھنے لگی۔

یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے صائم۔

میرا یہ حال تمہارے گھر والوں نے کیا وہ سب کچھ بتا دیتا ہے مجھے بچالو شیتل۔ ورنہ میں مر جاؤں گا

شیتل اٹھ کر اس کو پانی پلاتی ہے اور اس کی فریج سے کھانا اور فروٹ لا کر اس کو کھلاتی ہے۔ اور بولی۔

صائم اگر میرے گھر والوں نے یہ سب کیا ہے تو میں اپنے گھر والوں کو مار ڈالوں گی کیونکہ میں تم سے محبت کرتی ہوں میں تمہیں کھونا نہیں چاہتی ہوں صائم آئی لو یو۔

شیتل کی باتیں سن کر صائم کی جان میں جان آتی ہے اس کی خوشی کی انتہا نہیں رہتی ہے وہ اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے اور پھر وہ اس کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

تم میرے ساتھ ہو مجھے کچھ بھی نہیں ہوگا۔

ہاں صائم میں تم کو کچھ بھی نہیں ہونے دوں گی جو جو تمہارا دشمن ہوگا وہ میرا دشمن ہوگا۔ اس کی بات سن کر صائم ایک پرسکون سانس لیتا ہے۔

اچھا صائم اب آرام کرو میں چلتی ہوں پھر آؤں گی اتنا کہہ کر وہ چلی جاتی ہے اس کے جانے کے بعد میرب آ جاتی ہے۔ اسے دیکھ کر کہتی ہے۔

شکر ہے بھائی آج تو تم بہت بہتر دکھائی دے رہے ہو۔

ہاں میرب۔ لیکن میں نے تم سے ایک بات کہنی ہے۔

ہاں ہاں کہو بھائی۔

میرب وہ وہ دراصل بات یہ ہے کہ وہ۔۔۔وہ۔

وہ جھجک جاتا ہے۔

ہاں ہاں بولو بھائی۔ وہ اسے حوصلہ دیتی ہے۔

میرب وہ جو ہمارے سامنے والی حویلی ہے یہاں ایک لڑکی ہے جس سے میں محبت کرتا ہوں وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے۔

کیا کیا۔ میرب کو جیسے ایک جھٹکا لگتا ہے۔

کیوں کیا ہوا وہ حیرانگی سے اسے دیکھتا ہے۔

وہاں تو کوئی بھی نہیں رہتا ہے وہاں تو چڑیلیں رہتی ہیں۔

ہاں جانتا ہوں کہ وہ لڑکی بھی ایک چڑیل ہے اور میں اس کی محبت کے جال میں بری طرح پھنس چکا ہوں۔ پتہ نہیں مجھے کیا ہو گیا ہے اس کے چنگل سے باہر نہیں پا رہا ہوں۔ لیکن تم نے کسی کو بتانا نہیں ہے بابا کو نہ پاپا کو۔

لیکن بھائی۔

میں نے کہا نہ کہ کسی کو بھی نہیں بتانا۔

اچھا ٹھیک ہے۔ میرب نے کہا اور پریشان ہو کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اور جا کر رونے لگی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ وہ چڑیل اس کے بھائی کو مار ڈالے گی۔ وہ انسانی خون کی پیاسی ہے وہ بھائی کا تمام خون پی جائے گی۔

ادھر شیتل بہت ہی جذباتی ہو جاتی ہے وہ صائم سے بہت ہی محبت کرنے لگتی ہے اور اس کی خاطر وہ کچھ بھی کرنے کو تیار ہو جاتی ہے وہ اپنے دوستوں کی طاقتوں کو بلاتی ہے اور ان کو طاقتوں کو ملا کر اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کو مار ڈالتی ہے۔ اب اس کا مشن پورا ہو جاتا ہے۔ وہ پرسکون ہو جاتی ہے اور پھر صائم کے پاس آتی ہے اور کہتی ہے۔

صائم آؤ میرے ساتھ۔

کہاں۔

آؤ تو سبھی سب بتاتی ہوں وہ صائم کو کہتی ہے اور پھر اس کو لے کر وہ حویلی آجاتی ہے جہاں جگہ جگہ اس کی فیملی کی لاشیں پڑی ہوتی ہیں۔ صائم اتنی لاشیں دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔

یہ یہ سب کیا ہے۔

انکو میں نے مارڈالا ہے میں نے تم سے کہا تھا ناں کہ جو تمہارا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے سو ان لوگوں نے تم کو تنگ کیا اور میں نے ان کو مار دیا ہے اور میں تم کو بتاؤں کہ ہماری یہ فیملی اتنی ظالم کیوں ہے شیتل نے اس کی طرف دیکھا۔

ہاں ہاں بتاؤ۔ وہ بے چینی سے بولا۔

ایک دن بہت ہی خوفناک واقعہ پیش آیا تھا اور یہ سب میری بڑی بہن حمزا کی وجہ سے ہوا تھا آج سے چالیس سال پہلے کی بات ہے کہ یہاں پر ایک کالج کا ٹرپ آیا تھا اس میں بہت ہی خوبصورت لڑکے تھے میں اس وقت سات سال کی تھی اور میری بہن پندرہ سال کی تھی اس ٹرپ میں ایک لڑکا تھا جو کہ بہت ہی حسین تھا اس کی گرین آنکھیں تھیں سفید رنگ اور پنک ہونٹ تھے اس نے پینٹ کوٹ پہنا ہوا تھا بڑا ہی خوبصورت لگ رہا تھا اس کا نام شرجیل تھا حمزہ نے ریڈ کلر کا فراک پہنا ہوا تھا اور ہم لوگ باہر کھیل رہے تھے کافی ٹھنڈا موسم تھا ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی ریڈ کلر کے ہی حمزہ نے شوز پہنے ہوئے تھے سر پر ریڈ کلر کی ٹوپی لی ہوئی اور بلیک کلر کا کوٹ جس میں وہ بہت پیاری لگ رہی تھی وہ لڑکا شرجیل حمزہ کی طرف دیکھ رہا تھا وہ حمزہ کو پسند کرنے لگا تھا میں بہت ہی چھوٹی تھی وہ حمزہ کے پاس بیٹھا رہتا تھا اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بیٹھا اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کرنا روز روز ایسا ہی ہو رہا تھا میں نے اس نے گھر پر کسی کو کچھ نہیں بتایا کہ آج میں کیا ہوا۔

ایک رات حمزہ نے مجھے جگایا اور کہنے لگی۔

چلو میرے ساتھ باہر میں اٹھ کر اس کے ساتھ باہر آگئی باہر ان لڑکوں کے ٹینٹ لگے ہوئے تھے اور آگ جل رہی تھی میں اور حمزہ ان ٹینٹوں کے پاس گئے وہاں شرجیل حمزہ کی طرف دیکھنے لگا اور حمزہ کی تعریفیں کرنے لگا حمزہ بھی اس سے پیار کرنے لگی تھی اس رات ان دونوں نے ڈانس بھی کیا تھا اور ایک دوسرے سے اپنے اپنے پیار کا اظہار بھی کیا تھا اب ان کے جانے کا وقت آگیا تھا پر شرجیل جانے کو تیار نہ تھا وہ تو حمزہ کے عشق میں پاگل ہو گیا تھا سارا ٹرپ واپس اپنے گھروں کو روانہ ہو گیا مگر شرجیل نہ گیا شرجیل نے حویلی کے باہر اپنا ٹینٹ لگا لیا اور انتظار کرنے لگا کہ کب حمزہ باہر آئے گی شاید اس میں کوئی جادو تھا جو شرجیل کو اپنی جانب کھینچ رہی تھی

اب جب سارے لڑکے اپنے گھروں کو گئے تو شرجیل کے گھر والوں نے شرجیل کو نہ پایا تو پوچھا کہ شرجیل کہاں ہے کچھ دنوں بعد شرجیل کی فیملی میں سے اس کے بھائی امیاب کچھ غنڈوں کو لے کر آئے وہ کافی جوشیلی فیملی تھی انہوں نے آتے ہی حویلی پر حملہ کر دیا اور اندر آکر ایک ایک کو جان سے مار ڈالا چھری اور سوٹوں سے انہوں نے ایک ایک کو مار ڈالا پہلے میرے بابا کو جو ایک نہایت ہی شریف انسان تھے ان کا ایک چھوٹا سا چائے کا ہوٹل تھا دو بھائی تھے وہ بھی ابو کے ساتھ کام کرواتے تھے میں اور حمزہ گھر پر امی کے ساتھ رہتی تھی ہمارا گھر بہت ہی اچھا تھا پھر میرے بھائیوں کو مارا اس کے بعد حمزہ کو بے دردی سے مارا اور میں چھوٹی تھی مجھے بھی مار ڈالا اور وہ لوگ شرجیل کو لے کر چلے گئے ہماری لاشیں پڑی اس کے بعد جو بھی یہاں ٹرپ پر آتا ہم لوگ اسے مار دیتے اور اس کا خون پی جاتے اور گوشت کھا جاتے۔ ہماری روحیں گندی بن گئی تھیں اور یہ زیادہ تر نفرت لوگوں سے حمزہ کو تھی خاص طور پر لڑکوں سے تمہیں بھی حمزہ نے ہی تنگ کیا تھا۔

اب شیتل کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے
تھے اور صائم بھی رو رہا تھا مگر اب وقت آ گیا تھا کہ
شیتل صائم کو منانے کے اب میرے ساتھ چلو صائم
پہلے تو سب لاشوں کو مٹی میں دفن کرتا ہے خوب اچھی
طرح یہ کام صائم نہیں کر سکتا تھا اس لیے اس نے
شیتل کا سہارا لے کر اس کی فیملی کو دوبارہ مارا اور دفن
کیا تا کہ وہ لوگ بھی کسی کو تنگ نہ کریں اس کام سے
فارغ ہو کر شیتل بولی۔

میں نے تمہاری وجہ سے اپنی فیملی کو مار ڈالا ہے
اب تم میرے ساتھ چلو۔

صائم کو اس کے ساتھ جانا ہی تھا اگر وہ نہ جاتا تو
شاید شیتل اس کی فیملی کو بھی مار ڈالتی اس ڈر سے وہ
شیتل کے ساتھ اس کی دنیا میں جانے کو تیار ہو گیا بغیر
گھر والوں کو آگاہ کئے وہ شیتل کے ساتھ جانے کو تیار
ہو گیا صرف میرب کو اس کے بارے میں علم تھا وہ بھی
بہت پریشان تھی لیکن ڈر کے مارے کسی کو بتا رہی تھی
ماں باپ دونوں رو رہے تھے کہ ہمارا بیٹا کہاں چلا گیا پتہ
نہیں کس کی نظر اس کو لگ گئی ہے۔

شیتل نے صائم سے کہا۔ صائم میرے ساتھ
جانے کے لیے تم کو مرنا ہو گا اپنے جسم کو یہاں ہی
چھوڑنا ہو گا اور روح کو میرے ساتھ جانا ہو گا تمہارا کیا
خیال ہے وہ اس کے سحر میں ڈوبا ہوا تھا بولا۔

جیسے تم چاہتی ہو ویسا ہی ہو گا اگر مر کر مجھے
تمہارے ساتھ جانا ہے تو میں مرنے کو تیار ہوں اور پھر
شیتل نے اس کی جان لے لی وہ کچھ دیر کے لیے تڑپا
اس کے بعد اس کی روح جسم سے نکل کر اس کے
سامنے کھڑی ہو گئی وہ اس کی روح کو لے کر پرستان
چلی گئی۔ وہ بہت خوش تھی لیکن صائم گھر کی یادوں میں
کھویا رہتا تھا وہاں صائم کو بہت بھوک لگتی ہے وہ شیتل
سے کہتا ہے کہ مجھے بہت بھوک لگی ہے مجھے کچھ کھانے
کو دو وہ وہاں اپنی نوکرانیوں سے کہتی ہے کہ کھانا لایا
جائے وہ جس جگہ پرانے تھے وہ دنیا سے بہت الگ
تھی نہ کوئی رونق تھی اور نہ ہی کچھ اور مرد اور عورتیں تو
اس کو کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ صائم جس
کمرے میں بیٹھا ہوا تھا وہ بہت ہی بڑا تھا اس میں
گول بیڈ تھا جس کو گلاب کے سرخ اور سفید پھولوں
سے سجایا گیا تھا شیتل خود بھی بڑی ہی سنوری بیٹھی تھی
اور کمرے میں ایک خوبصورت تالاب بھی تھا جس میں
گلاب کے پھولوں کی پتیاں بھی موجود تھیں تھوڑی دیر
بعد کمرے میں تیار کیا ہوا کھانا آیا جس کو دیکھ کر ہی الٹی
آ گئی تھی اس میں ایک پیالہ خون کا تھا اور ایک ڈونگا تھا
ہڈیوں اور گوشت سے بھرا تھا مگر صائم نے ایسا کھانا
کھانے سے انکار کر دیا اور گم سم بیڈ پر لیٹ گیا شیتل
بھی اس کے پاس ہی بیٹھ گئی۔ صائم کو کچھ بھی اچھا
نہیں لگ رہا تھا۔ اور وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور شیتل پیار
بھری نظروں سے صائم کی طرف دیکھ رہی تھی لیکن
صائم کا اس پر کوئی بھی دھیان نہ تھا۔

میرب اور صائم کے ماں باپ بہت ہی پریشان
تھے لیکن میرب نے گھر والوں کو کچھ نہیں بتایا تھا
اور بے چارے رو رہے تھے کہ اچانک باہر کی بیل بجی
عبداللہ اور صاحب باہر گئے انہوں نے سمجھا کہ شاید
صائم کی کوئی خبر آئی ہو لیکن جب دروازہ کھولا تو دیکھا
کہ باہر ایک خوبصورت لڑکی کھڑی تھی جس نے بہت
ہی خوبصورت لباس پہن رکھا تھا۔ اس نے ایک نظر
باہر نکلنے والے شخص کو دیکھا اور کہا۔

کیا صائم کا گھر یہی ہے۔

جی ہاں یہی صائم کا گھر ہے۔ لیکن آپ کون
ہیں۔ انہوں نے پوچھا۔

میں صائم کے کالج کی دوست ہوں میرا نام
بیدار ہے اور صائم سے ملنے آئی ہوں انہوں نے اس
کو اندر آنے کو کہا بیدار اندر چلی گئی اور اندر جا کر سب
کو سلام کیا اور بیٹھ گئی میرب اور زینب کو روتے ہوئے

دیکھ کر اس نے پوچھا۔

آپ لوگ کیوں رو رہی ہیں۔ اور صائم کہاں ہے۔

اس کا کچھ بھی پتہ نہیں چل رہا ہے کہ وہ کہاں ہے پندرہ دن ہو گئے ہیں اس کو گئے ہوئے لیکن آج تک واپس نہیں آیا ہے۔ان کی باتیں سن کر بیدار بھی پریشان ہو گئی اور میرب بولی۔

اب بھائی کبھی بھی واپس نہیں آئیں گے۔

لیکن کیوں میرب کی بات سن کر سب ہی چونک گئے۔تمہیں کیسے پتہ ہے کہ وہ واپس نہیں آئے گا۔

مجھے سب پتہ ہے۔ میرب نے روتے ہوئے کہا۔تو سب ہی حیران رہ گئے۔

کیا پتہ ہے تم کو بتاؤ جلدی۔

اس کو ایک چڑیل اپنے ساتھ لے گئی ہے۔ وہ بھائی کو زندہ نہیں چھوڑے گی۔ بھائی نے مجھے سب کچھ بتایا تھا کہ وہ سامنے والی حویلی میں رہتی ہے اور وہ مجھے اپنے ساتھ اپنی دنیا میں لے جائے گی۔ اس کے پیچھے بھائی کا کیا مقصد تھا مجھے اس کا معلوم نہیں ہے۔بیدار فوراً میرب سے بولی۔

مجھے جلدی سے اس حویلی میں لے چلو۔لیکن میرب کے امی ابو نے اس کو منع کر دیا اور کہا۔

نہیں بیٹا میں تم لوگوں کو وہاں نہیں جانے دوں گا

صائم کو ڈھونڈنے کے لیے ایسا کرنا پڑے گا بیدار نے کہا اس کی باتیں سن کر سب ہی اس کے جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ اور پھر وہ سب ہی حویلی میں جا پہنچے وہ حویلی بہت اجڑی ہوئی تھی۔ جگہ جگہ مکڑیوں کے جالے لگے ہوئے تھے۔ سب لوگ مزید اندر جاتے ہیں اور سارے کمروں میں صائم کو ڈھونڈتے ہیں۔ لیکن صائم کہیں نہیں ملتا۔ اور وہ لوگ گھر آ جاتے ہیں اسی دوران بیدار امی ابو سے بات کرتی ہے۔

آنٹی۔انکل آپ کو کسی بابا کے بارے میں پتہ ہے تو زینب جلدی سے بولی۔

ہاں بیٹا ہمارے قریب ہی رہتے ہیں جو بہت پہنچے ہوئے ہیں اور جنوں چڑیلوں کا بھی علم رکھتے ہیں بیدار جلدی سے بولی۔

بس پھر ہم سب کو ان کے پاس جانا چاہیے۔

وہ لوگ جرسیاں اور شال اوڑھ کر بابا کی طرف چل پڑتے ہیں اور ایک گھنٹہ بعد ان کے ڈیرے پر جا پہنچتے ہیں۔ اور فقیر بابا کے گھر میں جہاں بابا اور اس کے کچھ مرید وغیرہ بیٹھے ہوتے ہیں وہ چاروں بھی بابا کے پاس جا کر بیٹھ جاتے ہیں اور اپنے مسئلے بابا جی کو بتاتے ہیں۔ وہ بابا صائم کا حساب لگاتا ہے اور دیکھتا ہے کہ آپ کا بیٹا بری مشکل میں ہے۔ اس کی روح جنات کی دنیا میں ہے جبکہ اس کا جسم اس چڑیل کی پناہ گاہ میں ہے۔ سب سے پہلے صائم کا جسم ڈھونڈو پھر میرے پاس آنا۔ لیکن اس دوران بیدار بولی۔

بابا جی آپ ہمارے ساتھ چلیں۔ ہمیں آپ کی سخت ضرورت ہے آپ ہی صائم کو واپس لا سکتے ہیں بابا جی ان کی مشکل کو دیکھتے ہوئے ان کے ساتھ جانے کو تیار ہو جاتا ہے اور سب ہی مل کر حویلی میں جاتے ہیں اور پھر حویلی میں صائم کی لاش کی تلاش شروع کر دیتے ہیں اسی دوران بیدار نیچے والے تہہ خانہ میں جاتی ہے جہاں پر صائم کی باڈی اور دوسرے کافی سارے ڈھانچے دیکھنے کو ملتے ہیں کمرہ جالوں سے بھرا ہوتا ہے باقی ساری طرف ڈھانچے کھڑے تھے بیدار سب کو بلاتی ہے اور کہتی ہے کہ صائم کی باڈی مل گئی ہے۔ سب لوگ وہاں اس کے پاس آ جاتے ہیں اور صائم کی باڈی کو اٹھا کر باہر لے جاتے ہیں۔ بابا جی نے کہا اس کو واپس لانے کا ایک ہی طریقہ ہے۔

وہ کیا بابا جی ۔بیدار نے جلدی سے کہا۔

کسی کو وہاں جانا ہوگا۔اور صائم کی روح کا لانا

ہوگا۔ بابا جی نے کہا۔

ٹھیک ہے میں جاؤں گی بیدار نے کہا۔

نہیں میں جاؤں گا عبدالقادر نے کہا۔

تم دونوں ہی نہیں جاؤ گے میں جاؤں گی اس کی ماں نے ضد کرتے ہوئے کہا۔

بابا جی نے ان کی باتیں سن کر کہا کوئی بھی نہیں جائے گا صرف بیدار ہی جائے گی۔ اس میں وہ کشش ہے کہ یہ صائم کو واپس لا سکتی ہے۔

بابا جی مجھے اس کو لانے میں کیا کچھ کرنا ہوگا۔

اس کے لیے تمہیں بھی مرنا ہوگا۔ اور تمہاری روح ہی وہاں جائے گی تمہاری باڈی یہاں ہی رہے گی۔ اس کی حفاظت ہم لوگ کریں گے بس تمہیں وہ وہ کرنا ہوگا جو جو میں تمہیں کہوں۔ وہاں پر جا کر ایک گہرا اور گھنا درخت نظر آئے گا وہ تمہاری مدد کرے گا صائم تک پہنچانے کی اور تمہیں اور بات بتاؤں کہ وہ لڑکی ایک بدروح ہے جسے تمہیں مارنا ہوگا۔ اور اسے بھی ادھر لانا ہوگا۔ یہ تمہارا مشن ہے۔ اسے بہت سمجھداری سے سب کچھ سمجھا دیا۔

اب وقت آ گیا تھا کہ بیدار کو جانا تھا اپنے پیار کو واپس لانا تھا بابا جی نے کچھ پڑھنے کے بعد اس پر پھونک ماردی۔ اور اس کا جسم بھی بے جان ہو گیا۔ بابا جی نے دونوں کی باڈیاں ایک طرف رکھ دیں اور بیدار کی روح جسم سے نکل کر پرستان جا پہنچی۔ وہ جیسے ہی وہاں پہنچی اسے وہاں پہنچ کر ایک گھنا درخت دکھائی دیا۔ جو کہ بابا جی بتایا تھا یہ درخت صائم سے ملانے میں مدد کریگا۔ بیدار اس درخت کی سمت میں چلی گئی۔ اسے وہاں کوئی بھی نظر نہ آ رہا تھا۔ بیدار نے ایکدم سے اسے ایک بڑا سا کمرہ نظر آیا بیدار نے اپنے قدم اس کمرے کی جانب بڑھا دیئے۔ اور اس کمرے میں داخل ہو گئی۔ وہ کمرہ بڑا سا اور خوبصورت تھا جہاں صائم بیٹھا ہوا تھا۔ اور شیتل بھی بیٹھی ہوئی تھی صائم نے اس جانب دیکھا وہ وہ بھاگتا ہوا بیدار کی طرف جانب بڑھا لیکن شیتل نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور بیدار کی جانب بڑھی اور کہنے لگی۔

صائم صرف میرا ہے اگر تم اچھا چاہتی ہو تو تم یہاں سے چلی جاؤ۔ لیکن اس نے اس کی بات کا کوئی بھی جواب نہ دیا اور صائم کی طرف بڑھی اسی وقت شیتل نے بیدار کی گردن کو پکڑا بیدار کی گردن کو بہت زور سے جھٹکا لگا اور اسی وقت ہی بیدار نے کچھ پڑھنا شروع کر دیا جس سے شیتل کے ہاتھ خود بخود بیدار سے دور ہو گئے وہ کہہ رہی تھی کہ اسے پڑھنا بند کر دو لیکن بیدار نے مسلسل پڑھائی جاری رکھی۔ اسی وقت شیتل کی آواز ڈراؤنی ہونے لگی اس کا چہرہ بڑا ہی خوفناک ہو گیا۔ لمبے لمبے دانت اس کے گندے سے بالکل اس کے منہ سے باہر آ رہے تھے وہ چیختی چلاتی مر گئی اسی وقت صائم نے بیدار کو گلے سے لگا لیا۔ اور رونے لگا۔ کہ مجھے معاف کر دو پلیز مجھے معاف کر دو۔ بیدار نے کہا۔

ابھی ہمارے پاس وقت نہیں ہے ہمیں شیتل کو بھی یہاں سے لے جانا ہے وہ دونوں شیتل کو اٹھا کر اپنے ساتھ لے جاتے ہیں اور اپنی اپنی باڈی میں داخل ہو جاتے ہیں۔ شیتل بھی وہی پڑی ہوتی ہے بابا جی اور باقی گھر والے بڑے خوش ہوتے ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کچھ دیر بعد صائم اور بیدار کو ہوش آ جاتا ہے اور شیتل کو دفنا دیا جاتا ہے بابا جی اپنے گھر کی طرف چلے جاتے ہیں جبکہ وہ اپنے گھر چلے جاتے ہیں دو ماہ بعد صائم اور بیدار کی شادی ہو جاتی ہے۔ صائم اور بیدار سے وعدہ کرتا ہے کہ میں ہر دکھ سکھ میں تمہارا ساتھ دوں گا اور ان بری چیزوں سے ہمیشہ دور رہوں گا کچھ دنوں کے بعد صائم اپنی کھڑکی کھولتا ہے اسے وہاں سے حویلی میں شیتل کا وہی عکس دکھائی دیتا ہے لیکن وہ اس کی آنکھوں کا دھوکہ ہوتا ہے۔

معصوم بیٹی

۔۔۔تحریر: عمرانہ سرور۔ گوجرانوالہ

ہم سحرش کے کمرے میں تھے مگر یہ دیکھ کر مجھے حیرت نہ ہوئی کیونکہ میں جانتی تھی کہ سحرش کے سر پر پٹی بندھی ہوئی ہوگی۔ میرے پوچھنے سے پہلے ہی تمنا بتانے لگی۔ جیسے ہی میں واش روم سے فارغ ہو کر باہر آئی تو دیکھا کہ سحرش کا سارا تکیہ خون آلود ہوا ہے میرے چیخنے پر لالہ بھائی دوڑے آئے سحرش کو اٹھا کر پٹی باندھ کر دوبارہ لٹا دیا سحرش کے ساتھ تمنا کے رونے پر میں نے اس کے کندھے پر تھپکی دیتے ہوئے دھارس بندھائی۔ کچھ نہیں ہوتا تمنا اللہ پر بھروسہ رکھو بس آج کا دن ہے اس کے بعد سکون ہی سکون ہوگا آج رات میں سحرش کے ساتھ سوؤں گی کھانے کی طلب نہیں ہے بس صرف ایک دودھ کا گلاس چاہیے وہ بھی عشاء کی نماز کے بعد۔ اچھا مریم میں لادوں گی آپ کا بستر علیحدہ بچھاؤں کہ آپ سحرش کے ساتھ ہی بیڈ پر سو جائیں گی۔ تمنا نے پوچھا۔ نہیں تمنا میں سحرش کے ساتھ ہی سوؤں گی تمنا یاد سے عشاء کی نماز کے بعد سحرش کو دودھ کا گلاس دے دینا اب جاؤ اور خالہ کو لالہ کو تسلی دو انہیں کھانے کے لیے کچھ دو تمنا میرے امر پر جلد ہی فارغ ہو کر چلی گئی میں کمرے میں اپنے قیمتی اثاثوں کو اٹھا لائی عشاء کی نماز سے فراغت پاتے ہی تلاوت قرآن پاک کے بعد وظیفہ کر کے میں سحرش کے پہلو میں لیٹ چکی تھی سحرش ابھی بھی مدہوشی میں تھی۔ یا خدا اس کی تقصیر معاف کر دے ماں کی غلطیوں کا ازالہ یہ بیچاری بھگت رہی ہے کرم کر میرے مولا آج جو شر اس پر حاوی ہونے کو آئے اسے فورا جکڑ کر زائل کر دے آمین میں کروٹ لے کر لیٹ گئی تھی تمنا کب کمرے میں آئی اور کب دودھ کا گلاس سحرش کو پلا کر ٹیبل پر رکھ گئی تھی آج مجھے بہت غنودگی چھائی ہوئی تھی میں تب ہڑبڑا کر اٹھی جب گلاس گول گول بہت زور سے گھوم رہا تھا میں ہوش وحواس کے دامن کو تھامتے ہوئے پھرتی سے اٹھی اور گھومتے ہوئے گلاس کو پکڑ کر جلد ہی ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئی گیارہ کی گیارہ بدروحیں آج سحرش کو موت کے گھاٹ اتارنے آئی تھیں جب سے سحرش کے گلے میں تعویذ ڈالا گیا تھا اور بنا ہوا پتلا مٹی سے نکلا تھا تبھی بدروحیں بھڑک اٹھی تھیں آج کا دن سحرش کا آخری دن تھا اب وہ بدروحیں گلاس کے اندر مقید تھیں میں نے پڑھ کر جیسے ہی گلاس پر پھونکا تھا گلاس کو آگ لگ گئی گلاس کو جلد ہی کھڑکی میں رکھا جس میں سے عجیب و غریب مخلوقات کی آوازیں آرہی تھیں جیسے بہت سے کتے مل کر غرا رہے ہوں میں بھی بھی تھوڑی بہت یا اندازاً سحرش پر کنٹرول کا گمان سمجھ رہی تھی۔ صبح سحرش خود بخود باوضو ہو کر میرے ساتھ ہی جائے نماز پر فجر کی نماز نیت باندھ کر کھڑی تھی میں خدا کے حضور شکرانے کا سجدہ کر رہی تھی صبح خالہ کو سب سے پہلے اٹھا کر سحرش کے سارے لباسوں کو سپرد خاک کیا۔ اور یوں وہ صحت یاب ہوگئی۔ ایک دلچسپ اور سنسنی خیز کہانی۔

میں آج دنیا سے اتنی مایوس ہو چکی تھی کہ مرنے کو دل چاہتا تھا مگر میری ماں کی آخری خواہش کی تکمیل کے لیے مجھے شہر گوجرانوالہ کا سفر کرنا پڑ رہا تھا اپنی مرضی نہ ہونے کے باوجود مجھے آخری وقتوں میں

ماں کے لفظوں کے تسلسل نے اتنا جھنجھوڑا تھا کہ میری روح کانپ اٹھی تھی سو میں اپنی آخری منزل کی طرف رواں دواں تھی ٹرین کی چھک چھک اور لگاتار ہلنے سے اب مجھے چکر آ رہے تھے میں کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے منظروں کو اپنے حافظے میں نقش کر رہی تھی کہ اچانک ایک دیو ہیکل سایہ ٹرین کی رفتار کے ساتھ ساتھ دوڑنے لگا پہلے کافی فاصلہ پر تھا لیکن رفتہ رفتہ وہ سایہ میرے نزدیک آنے لگا میں اپنا وہم گردانتے ہوئے سر کو جھٹکنے لگی مگر اب وہ سایہ کھڑکی کی سلاخوں کو پکڑ کر اوپر چڑھ گیا اس جمودی کی حالت میں ہل نہ سکی اور وہ بالکل سرگوشی میں مجھے میرے نام سے پکارتے ہوئے بولا۔

سنو مریم واپس پلٹ جاؤ واپس چلی جاؤ تم جہاں جا رہی ہو وہاں صرف تمہاری موت تمہارا انتظار کر رہی ہے بھاگ جاؤ بھاگ جاؤ۔ بھاگ جاؤ۔

آ۔آ۔آ مگر جیسے وہ سرگوشی سے پھر آواز گونجتی چلی گئی مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرے کانوں کے پردے اس آواز کے ارتعاش سے یقیناً پھٹ ہی جائیں گے اتنا خوفناک منظر دیکھ کر ہی میں نے اپنی آنکھوں کو بند کر لیا اور بے اختیار ہی کانوں پر ہاتھوں کو رکھ کر اس گونجتی آواز کو نہ سننے کی کوشش کی لیکن بے سود رہی میرے دل کی دھڑکن بے لگام گھوڑے کی طرح دوڑ رہی تھی اے بن بی بی اللہ کے نام پہ کچھ دے دے کافی دن سے بھوکا ہوں اے بی بی اللہ کے واسطے کچھ دے دے میں ابھی آنکھیں کھول کر ہوش کی وادی میں آنے کی کوشش ہی کر رہی تھی کہ اتنے میں فقیر نے دوبارہ صدا لگائی فقیر کی صدا پہ جب میں نے فوراً سے بیشتر آنکھوں کو کھولا تو میرے سامنے ایک فقیر بابا براجمان تھا اور کھڑکی پر اپنے ہاتھوں میں ڈالی ڈگوں بیڑیوں کو زور زور سے مار کر مجھے بے ہوشی کے طلسم سے جگا رہا تھا کچھ دے دے بی بی بہت بھوکا ہوں اللہ کے نام پر کرم کر دے کہ اچانک منظر بدل چکا تھا۔ یعنی ٹرین ایک ایسے اسٹیشن پر رک سی گئی تھی جہاں بورڈ پر صاف لفظوں میں لکھا تھا پر اسرار اسٹیشن کچھ حواس بحال ہوئے پر میں نے اپنے پرس میں سے سو کا نوٹ نکال کر فقیر کی جانب بڑھایا تو فقیر اتنے روپے دیکھ کر حیران رہ گیا فقیر کی نظر روپے سے ہوتے ہوئے میرے ہاتھ پر گئی تو فقیر نے میرے بڑھے ہوئے ہاتھ کو پکڑ لیا۔

چھوڑیں بابا میرے ہاتھ کو۔ فقیر کے ہاتھوں کی پکڑ اتنی مضبوط تھی کہ میں بے بس ہو گئی پلیز بابا جی آپ کیا کر رہے ہیں۔ لیکن فقیر بابا میری ہتھیلی کی لکیروں میں کچھ جانچنے کی تگ و دو میں تھا جیسے کوئی اپنی کھوئی ہوئی چیز تلاش کرتا ہے فقیر کے معائنہ کے عتاب سے بچنے کے لیے میں نے مزید طاقت سے اپنے ہاتھ کو اپنی طرف دھکیلا مگر وہاں کوئی فرق نہ پڑا ٹھہرو بیٹی صبر کرو۔ صبر نہیں ہوتا بیٹی۔ فقیر کے ایسا کہنے پر میں غصہ سے چلا کر بولی۔

بابا جی درد ہو رہا ہے پلیز چھوڑ دیں فقیر نے ایک جھٹکے سے میرے ہاتھ کو چھوڑا اور کہنے لگا۔

بہت مشکل میں پڑنے والی ہے تو خیر اللہ سہیل کرے تیری زندگی کی ہر مشکلات کو کلام الٰہی سے کبھی غافل نہ ہونا نہیں تو بہت برا ہوگا کیونکہ یہ نہ ہو کسی کے بھلے سے تمہارے ٹکڑے مردے نہ نکل جائیں اللہ میری توبہ چلی جا۔ جہاں سے آئی ہے واپس پلٹ جا فقیر نے ایک نیا انکشاف کیا تھا جو بہر حال میری زندگی میں میرے لیے ایک نیا لمحہ تھا کہ میں واپس جاؤں یا کہ اپنی ماں کی ادھوری خواہش کو پایہ تکمیل کروں میں ابھی اسی کشمکش میں تھی کہ ٹرین کی سیٹی کے ساتھ ہی ٹرین دوبارہ اپنی منزل کی طرف جانب گامزن ہونے لگی۔

بھاگ جاؤ۔ یہاں سے تم یہاں واپس کیوں آ گئی ہو۔

پلک جھپکتے ہی سارا منظر صاف تھا کیونکہ ٹرین

کی رفتار کا مقابلہ فقیر بابا نہ کر سکا اور پیچھے ہی کہیں رہ گیا وہ تیزی سے ٹرین کی طرف لپکا مگر یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ باہر کسی ذی روح کا نام ونشان تک نہ تھا فقیر گھٹا ٹوپ اندھیرے میں کہاں جاسکتا ہے میرے آس پاس سیٹوں پر موجود مسافر ایسے تھے کہ جیسے وہاں کچھ بھی واقع وقوع پذیر نہ ہوا ہو میں حیران تھی کہ سایہ جو دیو ہیکل اور فقیر بابا کو زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا نہیں یہ میرا وہم نہیں ہے بلکہ درحقیقت سب کچھ ہوا تھا میں ٹرین میں اس عجیب وغریب محسوسات اور ایڈونچر کو ایکسپٹ کر بھی رہی تھی اور نہیں بھی خیر یقین اور بے یقینی کو ایک طرف رکھ کر میں آلرٹ ہوگئی کیونکہ ایسا اکثر میرے ساتھ ہوتا رہتا تھا۔ کہ یقیناً گوجرانوالہ جیسے شہر میں بھی میرے لیے کوئی نہ کوئی ایسا سرپرائز تھا کیا تھا وہاں جا کر ہی پتہ چلنا تھا سو آنکھیں موندھے میں اپنی سوچوں پر بند باندھ کر ریلیکس فیل کر رہی تھی اور کہیں تک میں کامیاب ہوچکی تھی ٹرین شہر گوجرانوالہ کے اسٹاپ پر رکی تو سب مسافروں کے ساتھ میں بھی گوجرانوالہ پر قدم رکھ چکی تھی طبیعت ناساز اور عجیب وجوہات کی بنا پر پچھلے ہفتے ہی سے میری امی نے اپنی دور پار کی خالہ زاد کو اطلاع کر دیا کہ میرے مرنے کے بعد میں اپنی بیٹی کو تمہاری آخری آغوش میں سپرد کر رہی ہوں اس لیے اس سانحے کے بعد میں آج گوجرانوالہ میں تھی امی کی رحلت سے خالہ ناواقف تھی کیسے بتاؤں گی میں خالہ کو کہ امی اب اس دنیا میں نہیں ہے اسی سوچ میں گھری ہوئی میں اشک بار تھی کہ اسٹیشن پر مجھے لینے کے لیے خالہ اور لالہ بھائی موجود تھے۔

کیسی ہو مریم لالہ بھائی نے بیگ میرے ہاتھوں سے لیا اور کار کی ڈگی میں رکھ دیا۔

ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں۔

میں بھی بالکل ٹھیک ہوں۔ میرے سوال پر لالہ بھائی مسکراتے ہوئے کہا۔

مریم باجی نہیں آئی تمہارے ساتھ خالہ نے مجھے اپنی باہوں کے حالے میں جکڑتے ہوئے متاثر کن لہجے میں پوچھا۔

میں نے ہمت پائیدار سے امی کی ناساز اور حلت کی داستان بیان کی تو خالہ اور لالہ امی کے ایثار وجدائی سے غمی میں اشک بار ہوئے مریم بہرحال جیسے اللہ تعالیٰ کی مرضی دکھ کے ان لمحات میں ہم بن آپ کے ساتھ ہیں ہر طرح سے شامل ہیں اللہ تعالیٰ آنٹی کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین چلیں امی گھر چلیں چلو مریم اللہ تمہیں صبر جمیل عطا فرمائے تمہاری والدہ مرحومہ بڑی نیک اور ہمدرد انسان تھی وہ اپنے پرائے ہر ایک کے دکھ سکھ میں شریک ہوتی تھی وہ بے حد شفیق اور رحمدل خاتون تھی مجھے آج بھی ان کی بتائی ہوئی نصیحتیں آموز باتیں یاد ہیں جن پر میں نے اپنی جوانی پر بھی عمل نہیں کیا لالہ نے کار میں بیٹھتے ہوئے کھر کی ریولی میں ہونٹ کاٹتے ہوئے گاڑی سے باہر دیکھنے لگی گاڑی کی رفتار بہت ہی تیز تھی کچھ دیر بعد وہ ایک عمارت کے سامنے جا رکی لالہ نے ہارن بجایا گیٹ کی ذیلی کھڑکی سے چوکیدار نے جھانکا اور گیٹ کھول دیا۔

چلو آؤ مریم خوش آمدید تمہیں تمہارے اپنے گھر میں خالہ نے میرے باہر آنے پر ویلکم کیا دونوں مجھے شاد و نیاز لیے ہوئے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے اندر سب نے میرا استقبال کیا ماسوائے سحرش کے۔

خالہ میں نے بوتل گٹا گٹ پی کر ختم کرتے ہوئے متوجہ کیا خالہ جانی سحرش کدھر ہے غمی میں ڈوبی وئی آواز مجلس میں گونجی ملواؤں گی تمہیں ذرا آرام کرلو پھر مل لینا صبح کو کھانے کے بعد جلد ہی سب اپنے بستروں میں خواب خرگوش کی نیند سو رہے تھے صبح ایک نئے عزم کے ساتھ میں نے آغاز فجر سے اللہ کو خراج تحسین پیش کیا خالہ ہاتھوں میں تسبیح لیے میرے کمرے

میں تشریف لائیں۔
اٹھ گئی مریم۔
ہاں خالہ۔ صبح خیزی کی عادت سے مجبور ہوں۔
بالکل اپنی ماں پر گئی ہو اللہ تمہیں اپنی حفظ وایمان میں رکھے خالہ نے میری پیشانی پر محبت بھرا بوسہ دیتے ہوئے مدح بیان کیا۔
خالہ کے اس امر سے اچانک انہیں اپنی ہونٹوں پر کرنٹ سی محسوس ہوئی مریم ہاں خالہ فورا خوف سے پیچھے ہٹی۔ میں جواب بے خبری سے قرآن پاک کو لحاف سے نکال کر مقدس واحترام سے چوم کر پڑھنے کے لیے کھولنے کا ارادہ کر رہی تھی کہ خالہ کے اس فعل سے رک گئی خالہ نے ایک طویل سانس لیا اور آس بھری نظروں سے میری طرف نگاہ کی۔
تم پہلے سے بھی بہت مہتاب وخورشید لگ رہی ہو۔
نہیں خالہ کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ میں تو ایک ناچیز ہوں غلطی کا پتلا ہوں آپ مجھے بہت معتبر بنا رہی ہیں پلیز ایسا مت کہیے نہیں۔
مریم میں نے تمہاری والدہ اور تمہارے ساتھ بہت ظلم وستم کیئے ہیں میرے غرور اور تکبر نے کچھ ایسی مثالیں قائم کی تھیں جن کی رسوائی کا ازالہ میری پیاری معصوم بچی کو جھیلنا پڑا ہے مریم مجھے معاف کر دو تمہاری ماں نے تو اپنی حیات میں ہی مجھے اس گناہ سے بری کر دیا تھا لیکن نہیں نہ نہیں میں اپنے ضمیر کی رزم سے ہار چکی ہوں مجھے چھٹکارہ دلا دو اس کیفیت سے بچی خدا تمہارا حامی وناصر ہے خالہ نے آج اپنے لفظوں کو زبان دے دی تھی خالہ کے اس طرح خلوص دل سے معافی پر میں نے انہیں معاف کر دیا تھا معاف تو میں نے پہلے ہی کر دیا تھا مگر آج جو ایک دو پانس تھی وہ بھی خالہ کی گریہ زاری سے ختم ہو چکی تھی اپنی تمام تکلیفوں کی یاد پر میرا جی بھر آیا تھا مگر میں ضبط سے کام لیتے ہوئے خالہ سے گلے مل گئی۔

خالہ آپس میں لڑائی جھگڑے اور فتنہ وفساد سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا بلکہ صرف اور صرف پریشانی دکھ اور تکلیف میں اضافہ ہوتا ہے حسد سے انسان خود کو ہی جلا دیتا ہے۔۔ چھوڑیں خالہ اس قصہ کو آپ بتا ئیں سحرش کہاں ہیں اور کیسی طبیعت ہے اس کی۔
بچی تمہارے ساتھ والے کمرے میں ہی میں برا جمان ہے ناشتہ کرو پھر چلتے ہیں اس کی خبر گیری کے لیے خالہ نے اپنی پلکوں سے آنسو کی لڑیوں کو صاف کیا اور اٹھ گئیں میں بھی خالہ کے جانے کے بعد قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول ہو گئیں دنیا سے بے خبر اللہ کے حضور گڑ گڑا کر راز ونیاز سے محبت اور پیار کا اظہار کرنے لگی اللہ تعالیٰ کے ہاں بلند درجہ اس کا ہے جو مخلوق خدا سے نیکی کا رویہ اختیار کرتا ہے چنانچہ میں بھی اسی رویے کو اختیار کر کے خدا کے نیک بندوں کی منزل کا تعین کر رہی تھی۔

خالہ کی فیملی میں دو بیٹیاں تمنا اور سحرش تھیں اور ایک بیٹا لاریب تھا سب سے بڑا ہونے کی وجہ سے لاریب کو سب لالہ بھائی کہہ کر پکارتے تھے پھر تمنا تھی جو ڈاکٹروں کے کہنے پر کینسر جیسے خطرناک مرض میں مبتلا تھی تمنا سینہ سپر سے اس بیماری کا سر پر کفن باندھ کر مقابلہ کر رہی تھی مگر بے سود کیونکہ وہ دن بدن ایک ایسی اندھیری کھائی میں گرتی چلی جا رہی تھی جہاں موت اس کا دونوں بانہیں پھیلائے منتظر تھی تیسرے اور آخری نمبر سحرش کی تھی جو اپنے وقتوں میں بے حد ذہین اور عقلمند تھی مگر اب وہ اتنی لاغر ہو چکی تھی کہ جو کوئی بھی اس کو دیکھتا حیرت وخوف میں پڑ جاتا خالو کو دس سال ہو چکے تھے اس دنیا کو خیر باد کہے ہوئے خالہ پہلے پہل تو مست وجامند تھی لیکن جب سے عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئیں تو ناک کی لکیریں بھی نکالی مگر سکھ کا سانس نہ ملا اسی لیے خالہ نے امی سے مجھے یہاں گوجرانوالہ آنے کی التجا کی جس بنا پر میں یہاں تھی

ناشتے سے فراغت پاتے ہی میری ضد پر خالہ مجھے لیے سحرش کے کمرے میں گئیں اور جاتے سے تمنا کو سارا کام ختم کر کے سحرش کے کمرے میں آنے کی ہدایت کی جس پر تمنا خالہ سے کہنے لگی۔

جی اماں میں آتی ہوں آپ چلیں

لالہ بھائی کدھر ہیں میں نے چائے کا آخری سپ لیتے ہوئے کہا۔

وہ چلا گیا ہے کام پر بیٹی آؤ چلیں مریم۔ دروازہ کھولو سحرش۔

یکدم دروازہ کھولا تو گندی بو نے ہمارا استقبال کیا بظاہر ہر چیز صاف ستھری رونما تھی لیکن کمرے میں کچھ نہ کچھ گڑبڑ تھی اندر سحرش لاغر وضعیف اور ہڈیوں کا ڈھانچہ بنی ہوئی تصویر تھی باریک بینی سے معائنہ کیا تو نظروں کے تصادم سے سحرش نے مجھے ایسے گھورا جیسے وہ مجھے آنکھوں کے راستے ہی نگل جائے گی۔

خالہ کیا آپ کچھ دیر ہمیں تنہا چھوڑ سکتی ہیں میرے التماس پر خالہ یکدم چلی گئیں اب کمرے میں ہم دونوں تنہا اور خاموشی کا راج تھا۔ سحرش میں خوفناک چڑیل کے آثار نمایاں تھے میں سحرش کو دیکھ کر سراپا حیرت بن گئی کہ ماجرہ کیا ہے۔

ہاں سحرش کیسی ہو میں نے پیار سے ملتجی ہو کر اس کے ہاتھ کو تھاما حیرت انگیز طور پر ہاتھ کا لمس ٹھنڈا بے جان تھا۔ سحرش۔ کیسی ہو۔ میں چوبیس سالہ سحرش سے مخاطب ہوئی جواب میں سحرش دھچکا کھا کر کھڑی ہوگئی بے تاثر نگاہوں سے مجھے تکتے ہوئے بولی۔

مریم بھاگ جاؤ یہاں سے نہیں تو میں تمہیں بھسم کردوں گی میں بازو پھیلائے سحرش کی جانب بڑھی جو مجھے اپنی طرف آتا دیکھ کر الٹے قدموں لوٹنے لگی پھر اچانک ہوا میں معلق ہو کر جیسے تیرتی ہوئی کھلی کھڑکی سے باہر نکل کر چھلانگ لگا دی میں تیزی سے سحرش کے پیچھے لپکی لیکن یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ باہر کسی ذی روح کا نام ونشان تک نہ تھا سحرش۔ سحرش میرے چیخ وپکار پر سحرش واش روم سے باہر نکلی تھی۔

مریم باجی آپ کیسی ہیں وہ بغل گیر ہو کر میرے گلے ملی۔

ٹھیک ہوں تم واش روم میں تھی تو ادھر کون تھی جو باہر کھڑکی سے۔۔ آگے میں نے جملہ خود ہی مکمل نہ کیا تاکہ کہیں سحرش مجھ سے بدگمان نہ ہو جائے۔

اچھا باجی مریم آپ نے بھی دھوکہ کھا لیا ہے مگر مجھے کچھ نہ دکھتا ہے اور نہ محسوس ہوتا ہے لیکن جیسے ہی میں مغرب سے لے کر تہجد کے بعد سو کر اٹھتی ہوں میرے جسم میں درد کی شدت اتنی ہوتی ہے کہ اٹھ کر چلنا بھی دشوار ہوتا ہے میرے ساتھ کیا ہوتا ہے مجھے خود پتہ نہیں۔ سدوز روز کی یہ باتیں سن کر اب مجھے اپنے آپ سے خوف محسوس ہو رہا ہے سحرش زار و قطار رونے لگی تھی۔ میں جواب تک کھڑی تھی بیٹھنے کے لیے جیسے ہی بیڈ پر بیٹھنے لگی تو مجھے عجیب طرح کا کرنٹ لگا جیسے ہی اس جگہ پر میں نے بیڈ شیٹ تھوڑی سی سرکائی تو ناپاک پلیدگی کے داغ نمایاں تھے آہستہ آہستہ میں نے بیڈ صوفے تکیے اور کشن کے تمام کوروں کو اتار دیا۔ جہاں جگہ جگہ غلاظت نمایاں تھی سحرش میری حرکات وسکنات کو توجہ سے دیکھ رہی تھی استغفراللہ۔ سحرش تمہارا کمرہ ناپاکی کا دشت بنا ہوا ہے میرے کہنے پر وہ شرمندہ ہو کر بت بنی کھڑی تھی حیرت تھی کہ اس کا بھانڈا پھوٹ گیا تھا کیونکہ کمرے میں کالے جادو سے کیے گئے گیمیں خون کے نشانات تھے جو درحقیقت الو کی شہ رگ سے لیے گئے تھے سوا یعنی ہڈیوں کی راکھ جا بجا بکھری تھی سرکانٹے دار پودا جس پر جا بجا بالوں کا گچھا لپٹا ہوا تھا یہ سب دیکھ کر میں سراسیمہ ہوگئی۔

مریم وہ۔ سحرش بڑبڑا کر بولی۔

کچھ نہیں ہوتا سحرش میں ابھی تمہاری خواب گاہ

معصوم بیٹی

کو اس غلاظت سے پاک کروا دیتی ہوں پر سوچ انداز سے میں باہر کی جانب گئی اور خالہ سے اپنی نگرانی میں تمام پلید گی چیزوں کو کمرے سے لیا گھر سے ہی باہر پھنکوا دیا تا کہ سحرش کی جان میں جان آئے جہاں چیزوں کی پلیدگی دور ہوئی وہاں ہی سحرش کو غسل دلوایا سحرش غسل سے اضطراب میں گھری رہتی اور ایسا ہنگامہ مچاتی جیسے صف ماتم بچھا ہوا اور کوئی اپنے مرنے پر روتا ہو اسی اندیشے کے ڈر سے خالہ سحرش کو غسل کروانے سے اجتناب کرتی خالہ کے بتانے پر مجھ پر یہ انکشاف ہوا تقریباً گیارہ سال ہو چکے ہیں سحرش کو غسل دیئے ہوئے۔

اف میرے خدایا۔ کمرہ تو کمرہ خود سحرش بھی بلاشبہ عجیب اغلاظت کی آمجگاہ تھی میری آنکھوں سے سحرش کی ذہنی کوفت اور بے بسی چھپی نہ رہی کیونکہ سحرش بڑھاپے کی مورت بنی ہوئی تھی مجھ پر مرگ کی کیفیت طاری تھی یہ سن کر کہ گیارہ سال تک ایک انسان اور وہ بھی مسلمان ہو جسم کی گندگی کو نہ دھوئے تو کیا ستم ہے اس جان پر دراصل اس کے اپنے ہی اغیار تھے جنہوں نے اسے مٹی تلے دفن کرنے کی ٹھان لی تھی خالہ کے وہم وگمان میں نہ تھا ان کی بے احتیاطی سے سحرش کو سزا دے رہے ہیں مریم مجھے بے حد افسوس ہے ہماری غفلت سے سحرش کو یہ دن دیکھنے پڑ رہے ہیں خالہ کی ہچکچاہٹ سے میں نے خالہ کو تسلی دی اور کہا اب افسوس نہ کریں ہم انشاء اللہ مل کر چھپے ہوئے بھید کی کھوج لگا کر اس مسئلے کو حل کریں گے جلد ہی گرم پانی میں دم کیا ہوا پانی ڈال کر سحرش کو غسل دیا تو سحرش کی ہیبت ناک آوازیں آسمانوں کو چھونے لگی جب نہا دھو کر سحرش کو بستر پر بٹھایا تو سامنے پڑے ڈریسنگ ٹیبل میں اپنا عکس دیکھ کر تمسخر سے قہقہے لگانے لگی عجیب قہقہوں سے کمرے میں موجود خالہ اور تمنا کو گھبراہٹ ہونے لگی جس پر میں فوراً سحرش اور آئینہ کے درمیان جا کھڑی ہوئی تا کہ سحرش اپنا عکس نہ دیکھ سکے میرے کہتے ہی خالہ نے فوراً آئینہ پر کور دیا تا کہ سحرش اپنا چہرہ آئینہ میں نہ دیکھ سکے کیونکہ آئینے میں سحرش نہیں بلکہ ایک ڈروانا چہرہ نمایاں تھا جسے دیکھ کر سحرش پاگل ہونے لگی یا بے قابو ہونے لگی یا خدا یہ کیا ماجرہ ہے۔ خالہ کیا سحرش نے کبھی بھی آئینہ نہیں دیکھا نہیں سحرش گیارہ سالوں میں پہلی دفعہ اپنا عکس دیکھ پائی ہے مریم کیا کروں میں۔۔ خالہ حیرت زدہ ہو کر رونے لگی۔ سحرش کا حلیہ عجیب تھا بالوں میں سفیدی آنکھوں کے گرد جھریاں ہونٹ پھٹے گئے اور وحشت ناک حلیہ تھا اپنی ابتر حالت پر اس کی وقفے وقفے سے ابھرتی سسکیاں اس بات کی طرف اشارہ کر رہی تھی کہ وہ اب ہنسنے کے بجائے رو رہی ہو میں اپنی جگہ تھم گئی۔ میرا سارا اعتماد ماند پڑ گیا قدم بے جان سے ہو گئے تھے میں مرے مرے قدموں سے چلتی بیڈ کے کناروں پر جا کر کھڑی ہوگئی تھوڑا سا کپڑا ادھر ہوا تو میرے دیکھنے پر اب شیشے کی جانب سحرش کو بغور دیکھا تھا مگر شیشے میں سحرش خوبصورت حسینہ کی مورت بنی ہوئی تھی اور گھورتی نگاہوں سے شیشے کے پار مجھے ہی تک رہی تھی جتنا چاہو نیز ھا میز ھا دیکھ لو مگر یہ ہمارے ہاتھوں نہیں بچ سکتی میں نے فوراً اپنی نگاہوں کے زاویے کو بدلا اور خاموشی سے کمرے سے نکل گئی پھر سحرش کو تنہا چھوڑ کر خالہ بھی اپنی آمجگاہ چلی گئی ظہر کی نماز پڑھ کر قرآن پاک سے کچھ آیتوں کو صفحے پر درج کیا ہی تھا کہ دوبارہ سحرش کے کمرے سے چیخنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

یا خدا خیر کرے اس بے گناہ ہستی پر اس آتش جہنم سے اس کے بدن روح کو آزاد کر دے میں ہاتھوں کو دعا کے لیے اٹھائے گریہ زاری میں مشغول تھی اب سحرش کے واویلا سے بھی کمرے میں سحرش کے گرد جمع تھے میں بھی جلد وہاں تھی میری حیرت میں اب پریشانی بھی شامل حال تھی خالہ میرے کہنے پر بھی سحرش کو خواب گاہ میں تنہا چھوڑ گئی۔

خالہ میں نے کہا بھی تھا کہ سحرش کو آج اس کی خواب گاہ میں تنہا نہیں چھوڑنا لیکن لگتا ہے کہ آپ اسے چھوڑ گئی ہیں خالہ نے شکست میں ڈوبے ہوئے مجھے التجائی نظروں سے دیکھا۔

آپ سب سمجھتے کیوں نہیں ہیں۔ سحرش کے اوپر کوئی ایک نہیں بلکہ بدروحوں کا بسیرا ہے جن کا یہاں سے جانا ناممکن ہے مگر مجھے اپنے رب پر یقین ہے کہ جب تک آپ سب آس پاس رہیں گے اور ایک دوسرے سے رابطے میں رہیں گے تو کسی بھی نقصان سے بچے رہیں گے کسی بھی تنہائی سے اجتناب کریں اگر خدانخواستہ کچھ ہو تو خبر تو کر سکیں۔ چنانچہ میں نے صفحے پر لکھی آیتوں کو تعویذ کی طرح لپیٹ کر سب کپڑے میں باندھ کر سحرش کے گلے میں ڈال دیا تعویذ کا ڈالنا تھا کہ سحرش یکدم بے ہوش ہو گئی لالہ بھائی نے فوراً سحرش کو رسیوں سے باندھ دیا سحرش رسیوں میں جکڑی بے خبر نیند کی وادیوں میں پہنچ چکی تھی رات پرسکون گزرتی چلی گئی وقتاً فوقتاً ہم سبھی اس کے کمرے کا چکر کاٹتے رہے اسی طرح رات گزر گئی سحر میں فجر کی نماز کے بعد میں آج اس گھر کا وزٹ کرنے کے لیے باہر آنگن میں نکل پڑی عمارت کے اگلے حصے سے سیر کرتی ہوئی جب میں گھر کے پچھواڑے میں پہنچی تو وہاں لگے پودوں کی کیاریوں کی مٹی خون سے تھڑی ہوئی تھی اس پراسرار مٹی سے میں حیرت میں جا گڑی تھی اصل حقیقت کیا ہے ابھی تک نہیں میں جان پائی تھی مگر اس مٹی میں ایسا تو کچھ تھا جو مجھے یہ مٹی منفرد لگ رہی تھی میں نے اپنے چاروں سمت دم سے دائرہ لگایا پھر پاس پڑی ہوئی کھرپی سے مٹی کو کھودنا شروع کر دیا۔ جیسے جیسے میں کھودتی گئی ویسے ویسے ہی مٹی سے خون اُبلنے لگا میں اپنی کم عمری سے ہی بہت بھیانک اور خوفزدہ واقعات کو دیکھا تھا لیکن اس بار تو کچھ اور ہی قصہ لگ رہا تھا میں اللہ پر بھروسہ کرتی ہوئی اپنے کام میں لگی رہی حتیٰ کہ پانچ فٹ کی زمین کھودنے پر مجھے ایک کالے رنگ کا تھیلا ملا تھیلے کو جیسے ہی کھولا تو اس میں سے ایک بدی نما گڑیا برآمد ہوئی اس کی مشابہت سحرش سے ملتی جلتی تھی اتنی مماثلت پر میں حیران ہوئی اس گڑیا کے معائنہ کرنے کے بعد پتہ چلا کہ یہ کالے بکرے کی کھال سے بنائی گئی تھی جہاں سینے پر اس گڑیا کے ٹھیک حرام مغز میں ایک زنگ آلود کیل دبا تھا جیسے ہی کیل نکالا اس جگہ سے بجر کی طرح خون نکلنے لگا گڑیا پر پڑھ کر پھونک مارنے سے یکلخت گڑیا کو آگ لگ گئی جو دیکھتے ہی دیکھتے راکھ میں تبدیل ہو گئی جب سارا کام انجام پا ہو گیا تو میں دوبارہ گھر کے اندر داخل ہوئی خالہ دوڑتی ہوئی باہر ہی آ گئی۔

مریم۔۔۔مریم۔۔۔؟

جی خالہ جانی کیا ہوا آپ اتنی کانپ کیوں رہی ہیں کیا بات ہے۔

مریم وہ سحرش مر جائے گی خدا کے لیے اسے صرف تم ہی بچا سکتی ہو پتہ ہے مریم میں جس پیر کے پاس سحرش کو لے جاتی ہوں وہ یہ ہی کہتا ہے کہ تمہارے اپنے خاندان میں ہی ایک ایسی لڑکی نے جنم لیا ہے جو اسلامی تاریخ کی گیارہویں کو پیدا ہوئی ہو اس کی پیشانی پر اللہ کا پرنور محراب بنا ہوا ہو جو دراصل بزرگی کی علامت ہے میں تبھی سے تلاش میں لگ گئی لیکن مجھے کیا پتہ تھا کہ جس عورت کی بیٹی کو میں کالے جادو سے ختم کرنا چاہتی ہوں اسی عورت کی بیٹی سے مجھے سکون ملنا ہے۔ میں کیا کروں مریم۔

خالہ کی ابتر حالت پر مجھے خود رونا آ گیا کہ میں ہی وہ شخصیت ہوں جس سے آپ بری ہو سکتی تھیں

مگر خالہ میری روحانی طاقتوں کا علم آپ کو کیسے ملا۔ میں نے حیرانگی سے پوچھا۔

دراصل مریم ایک دن میں کالا یعنی سفلی علم کروا کر تمہارے گھر کی راہ لی تو وہاں جا کر میں جو میں نے دیکھا میری حیرت کی انتہا نہ رہی تمہاری والدہ

تمہارے بال بنا رہی تھی بس تبھی میں دیکھ پائی کہ تمہاری پیشانی پر ایک ستارہ جگمگا رہا ہے جو محراب کی نشانی ہے ایسے کم ہی بچے قسمت والے تمہارے پیدائش کے وقت بچتے ہیں تمہاری جگمگاتی قسمت کو دیکھ کر ہی میں حسد کی طرح جل پڑی میں تمہاری بربادی کا سامان لے کر جیسے ہی ایک قدم بڑھی کہ یکدم میرے پرس کو آگ لگ گئی میں چیخ مار کر اپنے پرس کو دور پھینک دینے پر مجبور ہوگئی بے حد افسوس سے میں رونے لگی کیونکہ اس میں تعویذ تھا وہ تمہاری بربادی کے لیے تھا کہ جیسے ہی سفلی علوم کا علم شروع ہو تو تم گھر سے کہیں دور وحشت میں پاگلوں کی طرح بھاگ جاؤ تمہاری ماں تمہاری یاد میں تڑپ کر مر جائے گی مگر میرے سارے وار الٹے ہو رہے تھے صرف تمہاری پیدائش روحانی طاقت سے یہ گھر بچتا رہا ہے میں گندے عمل تم پر کرتی گئی مگر تم اللہ کے کرم سے بچتی گئی پھر جب سحرش تیرا سال کی ہوئی تو ان سایوں میں جکڑ دی گئی بیس سال کی عمر تک میں پیروں کے دروں پر دھکے کھاتی رہی لیکن بے فیض رہی مگر ایک دن ایک فقیر آیا جس نے بتایا کہ صرف اور صرف تمہیں مریم ہی بچا سکتی ہے اور کوئی نہیں جس کے حلیے کے بتانے پر میں نے خالہ کو غور سے دیکھا۔

کیا خالہ اس فقیر کے ہاتھوں میں لوہے کی بیڑیاں تھیں۔

ہاں ہاں مریم۔ خالہ جھٹ سے بولیں لیکن تمہیں کیسے پتہ۔

بس ویسے ہی پوچھا تھا۔ میں خالہ کو نہیں بتانا چاہتی تھی کہ گوجرانوالہ کے سفر میں مجھے وہی فقیر ملا تھا جس نے خالہ کو میرا کہا تھا کہ تمہیں صرف وہ بچی ہی بچا سکتی ہے۔

بس مریم اللہ اور تمہاری ہی وجہ سے میری بیٹی بچ سکتی ہے کچھ کرو مریم۔ خالہ کے کہنے پر میں تسلی دیتی ہوئی بولی۔

اچھا خالہ چلیں سحرش کے پاس جلد ہی ہم سحرش کے کمرے میں تھے مگر یہ دیکھ کر مجھے حیرت نہ ہوئی کیونکہ میں جانتی تھی کہ سحرش کے سر پر پٹی بندھی ہوئی ہوگی۔ میرے پوچھنے سے پہلے ہی تمنا بتانے لگی۔

جیسے ہی میں واش روم سے فارغ ہو کر باہر آئی تو دیکھا کہ سحرش کا سارا تکیہ خون آلود ہوا ہے میرے چیخنے پر لالہ بھائی دوڑے آئے سحرش کو پٹی کر پٹی باندھ کر دوبارہ لٹا دیا سحرش کے ساتھ تمنا کے رونے پر میں نے اس کے کندھے پر تھپکی دیتے ہوئے دھارس بندھائی۔

کچھ نہیں ہوتا تمنا اللہ پر بھروسہ رکھو بس آج کا دن ہے اس کے بعد سکون ہی سکون ہوگا آج رات میں سحرش کے ساتھ سوؤں گی کھانے کی طلب نہیں ہے بس صرف ایک دودھ کا گلاس چاہیے وہ بھی عشاء کی نماز کے بعد۔

اچھا مریم میں لا دوں گی آپ کا بستر علیحدہ بچھاؤں کہ آپ سحرش کے ساتھ ہی بیڈ پر سو جائیں گی تمنا نے پوچھا۔

نہیں تمنا میں سحرش کے ساتھ ہی سوؤں گی تمنا یاد سے عشاء کی نماز کے بعد سحرش کو دودھ کا گلاس دے دینا اب جاؤ اور خالہ کو لالہ کو تسلی دی انہیں کھانے کے لیے کہو دو تمنا میرے امر پر جلد ہی فارغ ہو کر چلی گئی میں کمرے میں اپنے کیتی اثاثوں کو اٹھا لائی عشاء کی نماز سے فراغت پاتے ہی تلاوت قرآن پاک کے بعد وظیفہ کر کے میں سحرش کے پہلو میں لیٹ چکی تھی سحرش ابھی بھی مدہوشی میں تھی۔

یا خدا اس کی تقصیر معاف کر دے ماں کی غلطیوں کا ازالہ یہ بیچاری بھگت رہی ہے کرم کر میرے مولا آج جو شر اس پر حاوی ہونے کو آئے اسے فوراً جلا کر زائل کر دے آمین میں کروٹ لے کر لیٹ گئی تھی تمنا کب کمرے میں آئی اور کب دودھ کا گلاس سحرش کو پلا کر ٹیبل پر رکھ گئی تھی آج مجھے بہت غنودگی

چھائی ہوئی تھی میں تب ہڑبڑا کر اٹھی جب گلاس گول گول بہت زور سے گھوم رہا تھا میں ہوش وحواس کے دامن کو تھامتے ہوئے پھرتی سے اٹھی اور گھومتے ہوئے گلاس کو پکڑ کر جلد ہی ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئی گیارہ کی گیارہ بدروحیں آج سحرش کو موت کے گھاٹ اتارنے آئی تھیں جب سے سحرش کے گلے میں تعویذ ڈالا گیا تھا اور بنا ہوا پتلا مٹی سے نکلا تھا تبھی بدروحیں بھڑک اٹھی تھیں آج کا دن سحرش کا آخری دن تھا اب وہ بدروحیں گلاس کے اندر مقید تھیں میں نے پڑھ کر جیسے ہی گلاس پر پھونکا تھا گلاس کو آگ لگ گئی گلاس کو جلد ہی کھڑکی میں رکھا جس میں سے عجیب وغریب مخلوقات کی آوازیں آرہی تھیں جیسے بہت سے کتے مل کر غرارہے ہوں میں بھی بھی تھوڑی بہت یا اندازہ سحرش پر کنٹرول کا گمان سمجھ رہی تھی۔

صبح سحرش خود بخود باوضو ہوکر میرے ساتھ ہی جائے نماز پر فجر کی نماز نیت باندھ کر کھڑی تھی میں خدا کے حضور شکرانے کا سجدہ کررہی تھی صبح خالہ کو سب سے پہلے اٹھا کر سحرش کے سارے لباسوں کو سپرد خاک کیا پھر اس کے واش روم میں ٹھونکے گئے کیلوں کو نکلوایا کیلوں کے نکلنے کی دیر تھی کہ ہر سمت سکون چھا گئی سحرش صحت وتندرست ہونے کے بعد مکمل ٹھیک ہوگئی سحرش سے فارغ ہونے کے بعد تمنا کو اپنے کمرے میں بلایا۔

جی باجی۔ کیا کام ہے اب۔

کوئی کام نہیں ہے ادھر آؤ میرے پاس اپنے بالوں کی چٹیا کو کھولو اور جو بھی زیور ہیں ان کو اتار پھینکو اپنے جسم سے جلدی کرو وقت بہت کم ہے جیسے میں کہتی گئی تمنا کرتی گئی حتی کہ اب میں نے تمنا کو فرش پر بے سدھ سلادیا تھا جب تک میں اپنا کام کرتی رہی وہ مزے سے سوئی بنی رہی چلو تمنا اب اٹھی ہوجاؤ میں نے ہلا جلا کر اسے لٹادیا یکدم تمنا کے الٹے ہونے پر اس کے منہ سے کالا دھواں نکلا تھا جس سے تمنا کھانسنے لگی تھی اس کی کھانسی ایک نہ رکنے والی کھانسی تھی جو اس کی جان لے کر چھوڑے گی اسے فورا ہسپتال میں ایڈمٹ کیا گیا کینسر کا دوبارہ چیک اپ کیا مگر ڈاکٹر بے حد حیران وپریشان تھے کیونکہ تمنا سرے سے ہی ایسی کوئی بیماری میں مبتلا نہیں تھی سو خالہ کی اب کوئی پریشانی نہیں تھی میں آج اپنی والدہ کی خواہش کو پایہ تکمیل کرکے بے حد خوش تھی آج میری ماں کی روح بہت پرسکون ہوگئی میں نے خالہ سے اپنے آبائی گھر جانے کو کہا مگر وہ نہ مانی اور ہمیشہ کے لیے اپنی بیٹی بنا کر رکھ لیا دو سال کے بعد سحرش اور تمنا کی شادی ہوچکی تھی اسی طرح لال بھائی کے بھی دو بچے تھے احمد اور کمال بھی ہنسی خوشی رہ رہے تھے لیکن ایک دن سحرش کے کمرے کی ساری صفائی کروانے کے باوجود اس کے کمرے میں لگی ایک پینٹنگ میں آج مجھے دو سرخ آنکھیں نظر آئیں بلاشبہ کوئی ہوائی چیز کا گمان تھا سو آج کل میں اس روح کی سازشوں کو ختم کرنے کی کوشش کررہی ہوں۔ اور یقینا کامیاب ہوجاؤں گی۔ انشاء اللہ

غزل

اپنے دل کی حالت وہ کسی کو دکھاتا نہ تھا
اسے کیا غم تھا وہ کسی کو بتاتا نہ تھا
خزاں کا موسم جب سے اس کا نصیب ہی ٹھہرا
اسے تب سے کوئی اور موسم بھاتا نہ تھا
لوگوں کو ہنسانے کے واسطے زندگی بتا دی اس نے
کتنا عجیب تھا وہ شخص جو خود مسکراتا نہ تھا
جانے کس انتظار میں بیٹھا رہتا تھا وہ صبح شام
شکل صورت وہ پلکیں جھکاتا نہ تھا
آج رو رہا ہے وہ بہت یاد آیا ساحل
جو دعا دے کر رلاتا نہ تھا

☆ ---------- رئیس صدام حسین۔ مٹی خان بیلہ

خوفناک ڈائجسٹ کوپن

بہترین شعر اپنے پیاروں کے نام

جس کے لئے شعر لکھا گیا ہے اس کا نام و مقام

نام .... شہر ....

شعر ....

....

....

....

شعر بھیجنے والے کا نام .... شہر ....

خوفناک ڈائجسٹ — کوپن

یہ شعر مجھے پسند ہے

یہ کوپن کاٹ کر ہمیں ارسال کریں ہم آپ کا شعر "خوفناک ڈائجسٹ" میں شائع کریں گے۔

اس کوپن میں اپنا پسندیدہ شعر لکھ کر ہمیں ارسال کریں۔ شعر معیاری ہو غیر معیاری شعر شائع نہیں کیا جائے گا۔

نام ________ شہر ________ فون نمبر ________

میرا بہترین شعر

____

____

مکمل پتہ ________________________________

____

پھول اور کلیاں

تمنا تھی کہ کوئی ٹوٹ کر چاہتا ہمیں بھی عنصر
مگر ہم خود ہی ٹوٹ کر بکھر گئے کسی کی چاہت میں

ڈاکٹر عبدالرزاق عنصر۔ سیالاں

کوئی افسوس نہیں

پاکستان چیمپئن ٹرافی میں ہی فائنل نیوزی لینڈ سے ہار گیا جس کا افسوس ہوا بھی اور نہیں بھی ہوا۔ افسوس اس لئے نہیں ہوا کیونکہ ہم کو نیوزی لینڈ نے نہیں ہرایا ہم کو ایمپائر نے ہرایا۔ عمر اکمل ناٹ آؤٹ تھے انہوں نے آؤٹ قرار دے دیا۔ نیوزی لینڈ کے تین چار کھلاڑی ایل بی آؤٹ تھے لیکن ایمپائر کو نظر نہیں آیا۔ بہرحال ہم کو اپنی ٹیم سے کوئی گلہ کوئی شکایت نہیں انہوں نے بہت اچھا کھیل کھیلا۔ کچھ ہماری قسمت نے بھی اس دن ہماری ٹیم کا ساتھ نہیں دیا۔ خاص کر یونس نے اہم موقعہ پر کیچ چھوڑ دیا۔ بہرحال جب قسمت ساتھ نہ ہو تو اس طرح ہو جاتا ہے۔ بہرحال آئندہ ہماری دعائیں اپنی ٹیم کے ساتھ ہیں، خدا ایمپائر کو بھی ہدایت دے۔

یونس عبدالرحمن گجر۔ نیلی لاٹھی

عبدالحکیم

میں جب بھی تم سے جدا ہونے لگتا ہوں میرا دل دھڑکنے لگتا ہے، دل تڑپنے لگتا ہے، دل رونے لگتا ہے۔ یہ ظالم دنیا مجبور ہی اتنا کر دیتی ہے کہ مجھے تم سے جدا ہو کر دور جانا پڑتا ہے اور جب میں تم سے دور چلا جاتا ہوں تو ہر وقت تمہارے ہی خیالوں میں ڈوبا رہتا ہوں، تمہارے ہی گیت گنگناتا رہتا ہوں۔ اللہ نے تجھے اتنا حسن دیا ہے کہ میں تمہاری جتنی بھی تعریف کروں کم ہیں روشنیوں سے چمکتی ہوئی تیری گلیاں، وہ تیری خوبصورت سڑکیں، پھولوں سے بھی ہوئی دکانیں، میں کبھی نہیں بھول پاتا۔ تم سے جدا ہو کے دل کرتا

ہے کہ کاش میں اڑ کے تمہارے پاس پہنچ جاؤں۔ مجھے تمہاری یاد بہت آتی ہے۔ اے میرے پیارے شہر عبدالحکیم مجھے تمہاری یاد بہت آتی ہے۔

آتی ہے یاد تیری اچھا ہے لما تیرا
اے دل میں رہنے والے تجھ کو سلام میرا

محمد عرفان۔ چک 9 ب عبدالحکیم

لطائف

ایک سہیلی نے دوسری سے پوچھا: "لڈو پھوٹ رہے ہیں آخر بات کیا ہے؟" "میرے شوہر کو ٹی بی ہو گئی ہے اور سرکاری ڈاکٹر نے انہیں تو ریم مری جانے کا لکھ دیا ہے۔ لہٰذا ہم کل مری جا رہے ہیں۔ یوں میری مری دیکھنے کی دیرینہ آرزو پوری ہو جائے گی، وہاں خوب سیر کروں گی"۔

ایک شخص اپنی بیوی کے کردار پر ہمیشہ نکتہ چینی کرتا رہتا۔ اسے برا بھلا کہتا اور گھر کا ماحول اس وجہ سے خراب رہتا۔ ایک دن اس کے دوست نے اس کی وجہ پوچھی۔

یار کیا بتاؤں ایک دن دفتر کے کسی کام سے گھر کے سامنے سے گزرا اور گھر میں داخل ہو کر باورچی خانے میں کام کرتی بیگم کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔ اس پر وہ مڑے بغیر بولی۔ "ابھی تمہارا دل نہیں بھرا، چھوڑو اب ان کے آنے کا وقت ہو رہا ہے"۔

محمد اسحاق انجم۔ لکھن پور

سورۃ یٰسین پڑھنے کی برکتیں

★ بھوکا پڑھے گا تو سیر ہوگا۔
★ پیاسا پڑھے گا تو سیراب ہوگا۔
★ خوفزدہ پڑھے گا تو امن ملے گا۔
★ بیمار پڑھے گا تو صحت ملے گی۔
★ قیدی پڑھے گا تو آزادی ملے گی۔
★ مسافر پڑھے گا تو صحت ملے گی۔
★ مردہ پر پڑھا جائے تو عذاب تخفیف ہوگا۔
★ کسی گم شدہ کے لئے پڑھی جائے گی تو گم شدہ چیز مل جائے گی۔

حسنین عباس۔ شہباری سیداں

تورات کے پانچ جملے

حضرت امیر المومنین امام علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ تورات کے آخر میں پانچ جملے لکھے ہوئے ہیں اور میں ہر صبح ان کا مطالعہ کرنا چاہتا ہوں۔

1- جو عالم اپنے علم پر عمل نہیں کرتا وہ اور شیطان دونوں برابر ہیں۔

2- جو بادشاہ اپنی رعایا سے عدل نہیں کرتا وہ اور فرعون دونوں برابر ہیں۔

3- جو غریب کسی دولت مند کی دولت کے لالچ کی وجہ سے اس کی خوشامد کرتا ہے وہ اور کتا دونوں برابر ہیں۔

4- جو دولت مند اپنی دولت سے کنجوسی کے ذریعے فائدہ اٹھاتا ہے وہ اور حزدور برابر ہیں۔

5- جو عورت بلا ضرورت گھر سے نکلتی ہے وہ اور لونڈی دونوں برابر ہیں۔

حسنین عباس۔ شیخوپورہ، ضمبار کی سیداں

اتنی آسانی سے بھلا دو گے ہمیں؟
ہم تو آنکھوں میں ٹھہر جائیں گے آنسوؤں کی طرح

اس نے جان کہہ کر پکارا لرز گئی میرے دل کی زمین منصر
پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ مخاطب کسی اور سے تھی

ہم نے تو ان کو دیکھا تھا طرف نظر کی خاطر فرحد
ہمیں کیا معلوم تھا کہ ان کو آنکھوں سے دل میں اتر جانے کی عادت ہے

انوکھے رشتے

ڈاکٹر پاگل سے: تم پاگل کیوں ہوئے؟
پاگل: میں نے ایک بیوہ سے شادی کی ان کی جوان بیٹی سے میرے باپ نے شادی کی یوں میری وہ بیٹی میری ماں بن گئی۔ ان کے گھر بیٹی پیدا ہوئی تو وہ میری بہن بن گئی مگر میں اس کی نانی کا شوہر تھا اس لئے وہ میری نواسی بھی ہوئی۔ اس طرح میرا بیٹا اپنی دادی کا بھائی بن گیا اور میں پاگل ہو گیا۔

محمد آصف علی میر۔ موہلنکے چٹھہ

تواضع اور صدقہ کے ثمرات

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین کو تواضع اور انکساری کا درس دیتے ہوئے فرمایا: (ترجمہ) تواضع سے آدمی کو رفعت اور بلندی ہی ملتی ہے اس لئے تواضع اختیار کرو اللہ تمہیں رفعت و بلندی عطا کریں گے اور پھر ارشاد فرمایا کہ عفو و درگزر سے آدمی کو عزت ہی ملتی ہے اس لئے تم لوگوں کو معاف کر دیا کرو، اللہ تمہیں عزت عطا کریں گے۔ آگے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لب کشائی فرمائی کہ (ترجمہ) اور صدقہ خیرات کرنے سے مال بڑھتا ہی جاتا ہے۔ اس لئے تم صدقہ اور خیرات کرو اللہ تعالیٰ تمہیں اور زیادہ دیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (ترجمہ) صدقہ سے مال میں کچھ بھی کمی نہیں ہوتی اور اللہ پاک عفو و درگزر کرنے والے کو عزت و مقام عطا فرماتے ہیں اور جب بھی کوئی بندہ اللہ کے لئے تواضع اور انکساری اختیار کرتا ہے، اللہ کی ذات اُسے بلندی عطا کرتی ہے۔ (مسلم: 2588، اقتباس: "سنہرے اوراق")

مدثر عمران ساحل۔ سوہدرہ

مجھے محسوس کرو!

ضروری نہیں کہ دور رہنے سے عشق کمزور ہوتا ہے بلکہ اور بھی گہرا ہوتا ہے۔ یہ لوگوں کی غلط فہمی ہے وہ پیار ہی نہیں جو دور رہ کر پیار کو محسوس نہ کرے۔ یہ ایسی چیز ہے نہ ڈھونڈنے سے بھی مل جاتا ہے نہ کرتے ہوئے بھی ہو جاتا ہے۔ اس میں کوئی ذات پاک نہیں ہوتی کوئی چھوٹا بڑا نہیں ہوتا یہ انسان کے بس کی بات نہیں ہوتی یہ تو قدرت کی طرف سے ہوتا ہے۔

کوئی جانے یا نہ جانے کوئی سمجھے نہ سہی
کوئی مانے یا نہ مانے پر حقیقت ہے یہی

پیار ہوتا ہے تو ہوتا ہے یا ہوتا ہی نہیں

سچے پیار میں کوئی روپ کوئی رنگ نہیں ہوتا پیار بالکل سادہ اور بے رنگ ہوتا ہے۔ مزہ ضرور ہوتا ہے مگر پیار میں مزہ اس کو ادھورا چھوڑ دینا جھوٹا پیار کرنا جھوٹے وعدے کرنا سے پیار نہیں کہتے پیار اندھا ہوتا ہے۔ یہ بھی سچ ہے مگر پیار ایک جیسا نہیں ہوتا خاص کر کے آج کل کے پیار یہ رنگ رکھتے ہیں مگر جو میری نظر میں پیار ہے اس کا کوئی رنگ نہیں وہ تو ایک خوشبو کی طرح محسوس کیا جاتا ہے۔ مجھے محسوس کرو!

(محمد آصف علی میر۔ موہلنکے چٹھہ)

دوستی

زندگی کتنی خوبصورت کتنی پیاری لگتی ہے جب کوئی دوست بنتا ہے، دکھ بانٹتا ہے۔ خوشیوں میں شامل ہوتا ہے جینے کی راہ دکھاتا ہے۔ دوست تو بہت مل جاتے ہیں مگر ایسا دوست تو ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا جو اپنوں کی طرح چاہے گے کیونکہ دوستی تو خلوص پیار محبت اور اعتماد کی پیاس ہوتی ہے اور ایسی دوستی خوشیوں، روشنی اور اجالے کا نام ہے۔ دوست کا دل گلاب کی مانند ہوتا ہے لیکن جب کوئی دوستی کی آڑ میں کسی کو دھوکہ دے۔ دوست کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائے تو گلاب سا دل مرجھا جاتا ہے۔ خوشبو اڑ جاتی ہے اور انسان ٹوٹ کر بکھر جاتا ہے۔ جب تم کسی کو دوست بناؤ تو اس کے دکھ درد بانٹو اسے خوشیوں میں شامل کرو اتنا پیار دو کہ دوستی جیسے مقدس رشتے پر کوئی آنچ نہ آئے کیونکہ دوستی کا رشتہ خون کے رشتے سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔ وفادار دوست کے لئے جان تک دے دیں۔

وہ ملا بھی تو راہ میں یوں ملا
میں نظر ملا کے تڑپ گیا وہ نظر جھکا کر گزر گیا

محمد آصف علی مہر۔ سوہلنگے چنیوٹ

کل اور آج

- کل عورت نقاب خود کو ڈھانپنے کے لئے کرتی تھی۔
- آج عورت نقاب فیشن کے لئے کرتی ہے۔
- کل کے بچے پڑھائی کے پیچھے بھاگتے تھے۔
- آج کے بچے سکول سے بھاگتے ہیں۔
- کل کالج گرلز کے بیگ میں کتابیں ہوا کرتی تھیں۔
- آج کالج گرلز کے بیگ میں لپ سٹک اور لینز ہوتی ہے۔
- کل سڑکیں ٹریفک سسٹم کے لئے بنتی تھیں۔
- آج سڑکیں لوٹنے کے لئے بنتی ہیں۔
- کل کی عورت سادگی پر انحصار کرتی تھی۔
- آج کی عورت میک اپ پر انحصار کرتی ہے۔
- کل لوگ بس پر چڑھتے تھے۔
- آج بس لوگوں پر چڑھتی ہے۔

ظفران تبسم۔ ماڑی شریف

محبت

یہ اتنا میٹھا لفظ ہے اس کا اندازہ وہی کر سکتے ہیں جو محبت کرتے ہیں۔ یہ دو دلوں کا راز ہوتا ہے اور جو اپنا راز دوسروں کو بتاتے ہیں وہ محبت نہیں کرتے بلکہ ٹائم پاس کرتے ہیں۔ لفظ محبت بہت میٹھا ہے لیکن جن چار لفظوں کا یہ مجموعہ ہے اس کا مطلب ہے ......م سے موت......ح سے ہلاکت ......ب سے بربادی...... ت سے تباہی...... ان چار لفظوں سے مل کر بنتا ہے محبت۔ اگر ہر پیار کرنے والا ان لفظوں میں دو کر محبت کرے تو پھر وہ کبھی دھوکا نہ کرے یا محبت کرنی چھوڑ دے گا۔ (نامعلوم)

فرمانِ رسول اللہ ﷺ

سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آپ کی بیماری کے وقت حاضر ہوا۔ آپ کو سخت بخار تھا، میں نے عرض کیا کہ آپ کو تو بہت ہی سخت بخار ہے (شاید) اس لئے ہوگا کہ آپ کو دو اجر ملیں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں مسلمانوں کو کوئی تکلیف پہنچ پاتی کہ اللہ تعالیٰ اس کے عوض گناہ نہ جھاڑ دیتا ہو جس طرح خشک درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ (بخاری: کتاب المرض)

عبدالوحید ابرار۔ نو شہرہ

شہروں کو کیا کہتے ہیں؟

- مصر کا شہر قاہرہ...... بازاروں کا شہر۔
- جاپان کا شہر ٹوکیو...... بانس اور کاغذوں کا شہر۔
- ایران کا شہر شیراز...... بلبلوں اور پھولوں کا شہر۔
- پاکستان کا شہر حیدرآباد...... ہواؤں کا شہر۔
- بھارت کا شہر کلکتہ...... محلات کا شہر۔
- بھارت کا شہر براڑ...... روئی کا گھر۔
- سعودی عرب کا شہر مکہ...... اللہ کا گھر۔
- انگلینڈ کا شہر بریڈفورڈ...... منی پاکستان ہے
- پاکستان کا شہر فیصل آباد...... پاکستان کا مانچسٹر۔
- پاکستان کا شہر سرگودھا...... شاہینوں کا شہر۔
- بھارت کا شہر بنارس...... بندروں کا شہر۔
- اٹلی کا شہر وینس...... خاموش گذرگاہوں کا شہر۔
- ترکی کا شہر استنبول...... مسجدوں کا شہر۔

مہر قربان علی۔ حبیب آباد

مدد حسین اور الطاف حسین دکھی کے نام

مدد حسین! آپ کی مہربانی آپ نے مجھے ایک فراڈیے دوست سے آگاہ کیا اور الطاف آپ نے بھی اس دوست کی کہانی سنا کر مجھے ایک بہت بڑے فراڈیے سے بچایا ہے۔ الطاف بھائی! آپ کی بہت مہربانی آپ کی وجہ سے میں ایک فراڈیے سے بچ گیا ہوں۔

محمد آصف علی میر۔ موہلنکے چٹھہ

آلو بخارہ ہوگئے

ایک دن بیوی تنگ ہو کر خاوند سے بولی: آپ کچھ کام کیوں نہیں کرتے۔ بچے بھوک کی وجہ سے سوکھ کر چھوارے ہو گئے ہیں۔ خاوند بولا: اور کیا کروں، ایک دن ہم تربوز تھے اور اب آلو بخارہ ہو گئے ہیں۔

ملک طیب اعوان نگینہ۔ کھیری شریف

خیرات

ایک مولوی صاحب وعظ فرما رہے تھے، موضوع تھا "خیرات" وعظ سننے والوں میں ایک کنجوس امیر بھی تھا۔ مولوی نے وعظ ختم کیا اور دولت مند شخص سے پوچھا۔ "خیرات کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟" دولت مند بولا: "سبحان اللہ خیرات کی کیا برکات ہیں جی چاہتا ہے ابھی وقت جھولی پھیلا کر مانگنے لگوں"۔

ملک طیب اعوان نگینہ۔ کھیری شریف

کھیلوں کی معلومات

★ پاکستان کا قومی کھیل ہاکی ہے۔
★ پاکستان نے 3 بار اولمپک گولڈ میڈل جیتے تھے۔
★ ہاکی کھیل سب سے زیادہ تحصیل گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں مشہور اور مضبوط ہے۔
★ کھیلوں کا صنعتی شہر سیالکوٹ ہے۔
★ پاکستان میں سب سے زیادہ کھیلا جانے والا کھیل کرکٹ ہے۔
★ کرکٹر محمد یوسف نے 2006ء میں دو عالمی ریکارڈ ٹیسٹ کرکٹ میں سب سے زیادہ رنز اور نو سنچریاں بنائی تھیں۔
ون ڈے کرکٹ میں دس ہزار سے زیادہ رنز بنانے والے کھلاڑی سچن ٹنڈولکر، راہول ڈریوڈ، سارو گنگولی، انضمام الحق، سنتھ جے سوریا ہیں۔
★ ون ڈے کرکٹ میں تیز ترین سنچری بنانے والا کھلاڑی شاہد خان آفریدی ہے۔
★ ون ڈے اور ٹیسٹ کرکٹ میں ایک ہزار وکٹیں لینے والا کھلاڑی مرلی دھرن ہے۔
★ آئس ہاکی کی ابتدا کینیڈا سے ہوئی۔
★ اسکواش کی ابتدا انگلینڈ سے ہوئی۔
★ ٹیسٹ کرکٹ میں آٹھ ہزار رنز مکمل کرنے والے پاکستانی کھلاڑی جاوید میاں داد تھے۔

عبدالوحید ابرار۔ آواران نوندرہ

تل شخصیت کا آئینہ دار

گال پر تل: نہایت گہری مستقل مزاج شخصیت کی علامت ہے۔ ایسا شخص ہر معاملے میں میانہ روی کا قائل ہوتا ہے۔ اسے روپے پیسے کی زیادہ ہوس نہیں ہوتی اور ہر حال میں خوشی محسوس کرتا ہے اور مطمئن رہتا ہے۔

ٹھوڑی پر تل: کسی بھی جانب کیوں نہ ہو اچھی علامت ہے۔ اس تل کے حامل لوگ قابل رشک شخصیت کے مالک ہوتے ہیں۔ انہیں گھومنے پھرنے کا خوب شوق ہوتا ہے، دوسرے لوگوں کی خوبیوں کو اپنانے کا فن انہیں خوب آتا ہے۔

ہونٹوں پر تل: اس تل کے حامل لوگ فیاض شخصیت کے مالک ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ آسانی سے مقام بنا لیتے ہیں۔

ماتھے کے درمیان میں تل: یہ تل اعزاز منصب اور دولت اور خوشیوں کا باعث ہوتا ہے۔ ایسے لوگ آسانی سے مقام بنا لیتے ہیں۔

ہاتھ پر تل: بے حد باصلاحیت شخصیت کی پہچان ہے، ایسے شخص کو دولت، عزت، شہرت سب کچھ میسر آتا ہے۔

ناک پر تل: اس تل کے حامل لوگ مخلص دوست ہوتے ہیں، مگر ان کے مزاج میں تلون بہت ہوتا ہے۔ ایسے لوگ ہر وقت دولت کے چکر میں رہتے ہیں خواہ منصوبہ کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو۔

کلائی پر تل: ایسے لوگ کفایت شعار طبعاً خوش تدبیر اور ایجادات کے ماہر ہوتے ہیں۔

پیروں پر تل: ایسے افراد کو سخت محنت کر کے بچپن کی دشواریوں پر عبور حاصل کرنا ہوتا ہے۔

بازوؤں پر تل: اس تل کا مالک شخص محنتی خوش مزاج اچھے تعلقات رکھنے والا ہوتا ہے۔ اگر اس کا تل اس کی کہنی کے نزدیک ہو تو ایسے شخص کو اپنے مقاصد کے حصول کے لئے خاصی جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔

انتخاب: خلیل احمد ملک۔ شیدانی شریف

آنکھوں ہی آنکھوں میں

خواتین کی آنکھوں سے اُن کی شخصیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

- بھوری آنکھوں والی دوشیزائیں بہت ہی مغرور ہوتی ہیں۔
- نیلی آنکھوں والی خواتین تنہائی پسند واقع ہوتی ہیں۔
- کالی آنکھوں والی صنف نازک حاضر جوابی میں ماہر ہوتی ہیں۔
- شرابی آنکھوں والی خواتین کی حسِ مزاح بہت تیز ہوتی ہے۔
- گلابی آنکھوں والی مستورات شاطر ذہن کی مالک ہوتی ہیں۔
- متوالی آنکھیں رکھنے والی خواتین کو نت نئے کام انجام دینے اور گھومنے پھرنے کا شوق ہوتا ہے۔
- چمکیلی آنکھوں والی حوا کی بیٹیاں ذہین ہوتی ہیں۔
- شرمیلی آنکھوں والی بیبیاں گھریلو امور میں ماہر ہوتی ہیں۔
- رسیلی آنکھوں والی خواتین کو لکھنے کا بہت شوق ہوتا ہے۔
- نشیلی آنکھوں والی حسینائیں محفل کی جان ہوتی ہیں۔
- نکھری آنکھوں کی مالک صنف نازک منہ پھٹ ہوتی ہیں۔
- شکاری آنکھوں والی خواتین نایاب ہوتی ہیں۔ بڑی مشکل سے دستیاب ہوتی ہیں۔
- مستانی آنکھوں والی شیاروں کے دل میں دھڑکن کی جگہ شک وشبہ ہوتا ہے۔

خلیل احمد ملک۔ شیدانی شریف

ماں کیا ہے

- ماں نہ ہوتی تو خوشی کے پھول نہیں کھلتے۔
- ماں کی قدر وہ جانتا ہے جس کی ماں نہیں ہوتی۔
- ماں ایک ایسی خوشبو ہے جس سے سارا جہان مہک جاتا ہے۔
- ماں کے بغیر گھر ویران لگتا ہے۔
- ماں دنیا کا مقدس ترین رشتہ ہے۔
- ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔

محمد نعیم خان۔ سونا نوالی

آپ مانیں یا نہ مانیں

- ناک میں پودا: رومانیہ کے ایک چار سالہ بچے کے ناک میں پودا اُگ آیا تھا۔ جب وہ 2003ء میں معمول کے ایک چیک اپ کے لئے ڈاکٹروں کے پاس گیا تو انہوں نے دیکھا کہ اس کے ناک میں پودا اُگ رہا ہے۔ یہ بچہ ایک پہاڑی گاؤں میں رہتا تھا۔ پودا ہرگز وہ بار بھی لا رہا تھا۔
- اگست 2004ء میں نارتھ کیرولینا کے شہر "ان" میں زبردست موسلا دھار بارش ہوئی اس بارش سے بجائے لوگ سڑک سے بہنے والے بلبلوں کے ڈھیر سے محظوظ ہوئے جو ایک قریبی فیکٹری سے خارج ہونے والے کیمیائی مادے کے ساتھ آمیزش کے نتیجے میں جھاگ کے ساتھ بن رہے تھے۔ ان بڑے بڑے بلبلوں کی وجہ سے ٹریفک جام ہو گئی تھی۔
- انگریزی زبان میں کھیرے اور ککڑی دونوں کے لئے ایک لفظ Cucumber مستعمل ہے۔ اب تک جو سب سے لمبی ککڑی کاشت کی گئی۔ وہ فورٹ ورتھ ٹیکساس کے ولیم انگ ورتھ کے کھیت میں اُگائی گئی تھی جو 4 فٹ 11 انچ لمبی تھی۔
- چیک جمہوریہ سے تعلق رکھنے والے زیڈ نیک زیبر کانے جون 2004ء میں ایک نئے عالمی ریکارڈ کا دعویٰ کیا تھا یہ ریکارڈ ایک ککڑی کے تابوت میں غذا اور پانی کے بغیر دس دن تک زیر زمین گزارنے سے متعلق تھا۔ دس دن تک قبر میں رہنے کے دوران ان کا وزن 9 کلوگرام کم ہو گیا۔ باہر آ کر انہوں نے بتایا کہ تابوت میں انہوں نے زیادہ تر وقت سو کر گزارا تھا۔
- سائبیریا میں غربت کے ہاتھوں تنگ آ کر والدین نے اپنے تین ماہ کے بچے کو جنگل میں چھوڑ دیا تھا لیکن قدرت کو اس کی زندگی منظور تھی اس جنگل میں موجود ایک کتے نے سات سال تک اس بچے کی دیکھ بھال کی اور پرورش کی۔ اگست 2004ء میں اس بچے کو ڈھونڈ نکالا گیا تو وہ منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکال سکتا تھا۔ وہ کتے کی طرح دونوں ہاتھوں دونوں ٹانگوں کے سہارے چل رہا تھا اور کتے کی طرح بھونک کر احساسات وجذبات کا اظہار کر رہا تھا۔
- زرافے کے بارے میں یہ بات تقریباً ہر کوئی جانتا ہے کہ یہ دنیا کا سب سے طویل القامت جانور ہے۔ بعض اوقات اس کی اونچائی 18 فٹ سے بھی زیادہ دیکھی گئی ہے لیکن کیا آپ

جانتے ہیں کہ اس کی زبان بھی بہت زیادہ لمبی ہوتی ہے۔ زرافہ کی زبان ایک فٹ سے بھی زیادہ لمبی ہوتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی زبان سے اپنے کان چاٹ سکتا ہے۔

* 16 ویں صدی عیسوی میں ڈنمارک میں پنیر کرنسی کے طور استعمال ہوتی تھی اور پنیر کے بدلے کوئی بھی چیز خریدی جا سکتی تھی۔ 1956ء میں مہم جوؤں کی ایک ٹیم جب قطب جنوبی پہنچی تو انہیں وہاں ایک چیز ملی جو ایم چیز کا ٹن تھا جسے کیپٹن اسکاٹ اور ان کی ٹیم 1912ء میں وہاں چھوڑ کر واپس آ گئی تھی۔ یہ پنیر 40 سال سے زیادہ عرصے پہلے ٹن میں محفوظ کی گئی تھی۔ یہ پنیر اس وقت بھی کھانے کے قابل تھی۔

خلیل احمد ملک۔ شیدانی شریف

اقوالِ زریں

* کھانے کی ابتدا نمک سے کرو، اس سے ستر بیماریوں سے حفاظت ہوتی ہے۔
* کمزور پر حملہ کرنا بزدلی کی علامت ہے۔
* پھولوں کی دوستی سے پہلے کانٹوں سے دوستی کرو۔
* اس چیز کے لئے آنسو مت بہاؤ جو تمہارے لئے بنی ہی نہ ہو۔
* غم کو زندگی میں شامل نہ کرو کیونکہ وہ ایک عارضی چیز ہے۔
* ایک لمحہ بھر کی خوشی کے لئے دوسروں کی خوشیاں مت چھینو۔
* اگر دکھوں کا سمندر عبور کرنا چاہتے ہو تو آنسوؤں کو جذب کرنے کا حوصلہ پیدا کرو۔
* وہ شخص غریب ہے جس کا کوئی دوست نہیں۔

محمد شبیر خان۔ موتا نوالی

اقوالِ زریں حضرت حسن بصریؒ

خالی پیٹ شیطان کا قید خانہ اور بھرا پیٹ اس کا اکھاڑہ ہے۔ اگر خدا سے ڈرتا ہے تو اس کی تعریفات میں کلام مت کر۔

کہتے ہیں دس ایسی عمدہ خصلتیں ہیں کہ وہ ہر مومن کو اختیار کرنی چاہئیں۔ (1) وہ بھوکا رہتا ہے یہ آداب صالحین سے اور تھوڑی چیز پر قناعت کرتا ہے، یہ علامت صابرین کی ہے۔ (2) اس کا مکان نہیں ہوتا یہ علامت متوکلین سے ہے۔ (3) وہ رات کو کم سوتا ہے یہ صفات شب بیداروں اور علامات محسنین ہے۔ (4) جب مرتا ہے تو کوئی میراث نہیں چھوڑتا یہ صفات زاہدین کی ہے۔ (5) یہ اپنے مالک کو نہیں چھوڑتا گو وہ اس پر جفا کرے اور اس کو مارے یہ علامت مریدین صادقین ہے۔ (6) یہ ادنیٰ جگہ پر راضی ہو جاتا ہے، یہ علامت متواضعین ہے۔ (7) اس کی جائے رہائش پر کوئی غالب ہو جاتا ہے تو اس کو چھوڑ دیتا ہے اور دوسری جگہ چلا جاتا ہے، یہ نشانی راضین کی ہے۔ (8) اس کو ماریں اور پھر ٹکڑا ڈالیں تو فوراً آ جاتا ہے مار کا کینہ نہیں رکھتا یہ علامت خاشعین سے ہے۔ (9) کھانا سامنے رکھا ہوا دیکھتا ہے تو دور بیٹھا ہوا تکتا ہے یہ علامت مساکین سے ہے۔ (10) کسی مکان سے کوچ کر جاتا ہے تو پھر اس کی طرف التفات نہیں کرتا، یہ علامت محزونین سے ہے۔

اے عزیز قناعت کا سبق کتے سے حاصل کر تو نے اکثر دیکھا ہوگا کہ شکاری کتوں کو جب گلی کوچوں کے کتے دیکھتے ہیں تو ان پر بھونکتے ہیں اور کہتے ہیں اے مسکینو! جب تم نے عمدہ عمدہ اور لذیذ کھانوں کی طرف رغبت کی تو تم زنجیروں کے ساتھ قید ہو گئے اگر تم بھی گری پڑی اور روکھی سوکھی چیزوں پر قناعت کرتے تو ہماری طرح کھلے اور آزاد زندگی بسر کرتے۔

محمد عمران بٹ۔ ڈاھوک ڈل

معلوماتِ قرآن پاک

* قرآن پاک میں 700 سے زائد بار نماز کی تلقین کی گئی۔
* سورۃ یٰسین کو قرآن پاک کا دل کہا جاتا ہے۔
* قرآن پاک میں 6666 آیات ہیں۔
* سورۃ رحمٰن کو قرآن پاک کی دلہن کہا جاتا ہے۔
* قرآن پاک میں کل چودہ سجدے ہیں۔
* قرآن پاک رمضان المبارک میں نازل ہوا۔
* قرآن پاک رمضان المبارک میں نازل ہوا۔
* قرآن پاک میں کل تیس سپارے ہیں۔
* قرآن پاک کی سب سے لمبی سورۃ البقرہ ہے۔
* سورۃ توبہ ایک ایسی سورۃ ہے جس سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھی جاتی۔ قرآن پاک کی سب سے چھوٹی سورۃ کوثر ہے۔
* قرآن پاک میں کل سات منزلیں ہیں۔
* قرآن پاک میں کل ایک سو چودہ سورتیں ہیں۔
* قرآن مجید واحد کتاب ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے۔

مدثر سعید اداس۔ مانڈی

گلاب کی تاریخ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دانت مبارک سے لہو کے قطرے زمین پر گرنے لگے تو اللہ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ اس کے حبیب کا خون زمین پر گرے تو اللہ تعالیٰ نے احد کے میدان میں فوراً ایک گلاب کا پودا اگا دیا خون زمین پر گرنے کے بجائے گلاب پر گرا جس سے گلاب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون کی خوشبو آ گئی۔ یوں گلاب کا پھول وجود میں آیا۔

☆.....(محمد نعمان۔ ہربنس پورہ، لاہور)

دولت

ملیر کالونی کراچی شاہراہ لیاقت مارکیٹ نزد جناح سکوائر پر واقع سنڈا اور ہاؤس میں محمد عاطف حسین صدیقی نے اپنے چچا محمد گوہر علی صدیقی سے کہا۔ چچا جان! آپ آنکھیں بند کر لیں۔ گوہر چچا (حیرت سے) کیوں بھئی، کیا بات ہے؟ محمد عاطف حسین صدیقی۔ چچا گوہر! امی کہتی ہیں جب تمہارے چچا محمد گوہر علی صدیقی کی آنکھیں بند ہو جائیں تو ہمیں بہت ساری دولت جائیداد ملے گی۔

☆.....پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ کراچی

نمک

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی میرس روڈ پر واقع بنگلوں میں رہائش پذیر تین پروفیسران پروفیسر سید زاہد حسین نقوی، سید ساجد حسین نقوی اور پروفیسر سید واجد حسین نقوی سراج گھاٹ نروا سیر پر گئے ہوئے تھے تینوں مل کر کھانا پکا رہے تھے کہ نمک کم پڑ گیا۔ تینوں پروفیسران لڑ پڑے کہ بازار سے نمک کون لائے گا۔ پروفیسر سید زاہد حسین نقوی نے کہا کہ جو سب سے پہلے بولے گا وہی نمک لائے گا۔ تینوں خاموش ہو گئے۔ کئی دن گزر گئے لوگ سمجھے کہ شاید مر گئے کفن پہنانے کے بعد لوگ ان کو دفنا رہے تھے کہ پروفیسر سید واجد حسین نقوی بول اٹھا۔ میں زندہ ہوں۔ باقی دو پروفیسر سید زاہد حسین نقوی اور پروفیسر سید ساجد حسین نقوی بھی فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے اور پروفیسر سید واجد حسین نقوی سے بولے۔ جا نمک لا۔

☆.....پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ کراچی

لطائف

● چرسی قبرستان میں چرس پی رہا تھا۔ پولیس: کیا کر رہے ہو؟ چرسی: ابو کے لئے دعا۔ پولیس: یہ تو بچے کی قبر ہے۔ چرسی: ابو بچپن میں ہی مر گیا تھا۔

● ایک بوڑھی عورت میک اپ کر رہی تھی جس پر اس کے شوہر نے کہا۔ بیگم: اس عمر میں تجھے کون دیکھے گا؟ بوڑھی عورت شرما کے بولی: کوئی دیکھے نہ دیکھے جیرا تو ضرور دیکھے گا۔

● موٹی عورت نے چور پکڑا اور اس کے اوپر بیٹھ گئی۔ نوکر سے: جا پولیس کو بلا لا۔ نوکر: میری چپل کھو گئی ہے۔ چور: جا بھائی میری والی لے لے پر جلدی جا۔

☆.....فرحت ساجن۔ ضلع خوشاب

پانچ وقت کی نماز سے اللہ پاک کے پانچ وعدے

(1) رزق کی تنگی دور کر دوں گا۔ (2) قبر کا عذاب ٹال دوں گا۔ (3) اعمال نامہ سیدھے ہاتھ میں دوں گا۔ (4) پل صراط سے بجلی کی رفتار سے گزار دوں گا۔ (5) جنت میں بغیر حساب کے داخل کر دوں گا۔ سبحان اللہ!

☆.....فرحت ساجن۔ ضلع خوشاب

پڑھئے اور سوچئے سمجھئے!

● دوست: کسی دوست کو فضول مت سمجھو کیونکہ جو درخت پھل نہیں دیتے وہ سایہ ضرور دیتے ہیں۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ)

● تھوک: اے لوگو! تم کس دنیا پر فخر کرتے ہو جس کا بہترین مشروب مکھی کا تھوک (شہد) ہے اور بہترین کپڑا کیڑے کا تھوک (ریشم) ہے۔

☆.....(محمد شہباز اسول۔ بڑھوال)

درستگی نماز

اکثر غلطیاں جو نماز میں ہم سے ہو جاتی ہیں:

(1) جلدی جلدی نماز پڑھنا۔
(2) پاؤں اور انگلیاں قبلے رخ نہ ہونا۔
(3) ننگے سر نماز پڑھنا۔
(4) امام سے پہلے کسی رکن کو ادا کرنا۔
(5) نگاہیں ادھر ادھر گھمانا۔

شرط

ملیر کالونی ایف سائٹ نمبر نزد جناح اسکواڈ کراچی قبرستان کے قریب ایک شخص سید ناظر علی زیدی مقیم تھا۔ اس کی ایک آنکھ ٹھیک اور دوسری مصنوعی (پتھر کی) تھی۔ قرضیکہ وہ کانا تھا۔ اس نے اپنے ایک رشتے دار سید نیئر علی رضا سے شرط لگائی کہ میں تم سے زیادہ دیکھتا ہوں۔ جب شرط منظور ہوئی تو کانے سید ناظر علی زیدی نے کہا۔ میں جیت گیا ہوں کیونکہ میں تمہاری دونوں آنکھیں دیکھ رہا ہوں جبکہ تم میری صرف ایک ہی آنکھ دیکھ رہے ہو۔

چٹکلے

امید: ایک گدھا دوسرے گدھے سے۔ یار میرا مالک مجھے بھگاتا ہے۔ دوسرا گدھا تو بھاگ کیوں نہیں جاتا پہلا گدھا۔ میں بھاگ تو جاؤں لیکن مالک کی خوبصورت بیٹی جب کوئی شرارت کرتی ہے تو وہ اسے کہتا ہے کہ میں تیری شادی اس گدھے سے کر دوں گا۔ بس اسی امید پر رکا ہوں۔

قسمت: ایک شخص کو گوری رنگت بہت پسند تھی شومئی قسمت کہ اس کی ہونے والی بیوی کا رنگ بہت کالا تھا۔ شادی کے دن قریب آ رہے تھے اور اس شخص کی اداسی ہنوز برقرار تھی بلکہ اس کی اداسی میں روز بروز اضافہ ہی ہو رہا تھا۔ مذکورہ شخص کے دوست نے جو اسے یوں اداس اور چپ چپ دیکھا تو بولا۔ یار مجھے تو دال میں کچھ کالا لگتا ہے یہ تمہاری اداسی دیکھ کر۔ اپنی ایسی قسمت کہاں دوست یہاں تو ساری دال ہی کالی ہے۔ اس شخص نے جل کر کہا۔

پیغام اور پیغام رساں: میں نے اپنی محبوبہ کو خط لکھا اور جس میں اس بات پر خاص زور دیا کہ بہت سی باتیں ایسی ہیں جنہیں میں خط میں نہیں لکھ سکتا کیونکہ سنسر آفس خطوط کھول لیتا ہے۔ چوتھے دن مجھے سنسر آفس سے خط موصول ہوا جس میں لکھا تھا۔ ہم خط نہیں کھولا کرتے۔ یہ الزام غلط ہے۔

☆.....رابعہ۔ ملتان

یہ وقت بھی چلا جائے گا

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے وزیر سے کہا کہ تم میری انگوٹھی پر کچھ ایسا لکھ کر دو کہ اگر میں خوشی کے وقت اسے دیکھوں تو غمگین ہو جاؤں اور اگر اداسی میں دیکھوں تو خوش ہو جاؤں۔ وزیر نے کافی سوچ بچار کے بعد انگوٹھی پر لکھ دیا۔ "یہ وقت بھی چلا جائے گا"۔

☆.....عقیلہ عندلیب۔ علی پور چٹھہ

لفظ لفظ موتی

☆ میں نے تجربہ علم کو سیڑھی جو زرا ہے اس پر لکھا تھا کامیابی ان کے لئے ہے جو کوشش کرتے ہیں۔

☆ جو شخص تعلیم کی مشکلیں نہیں جھیلتا اسے ہمیشہ جہالت کی ذلتیں جھیلنا پڑتی ہیں۔

☆ سچ امید سے نہیں، علم اور خدا پر اعتماد سے حاصل ہوتی ہے۔

☆ عقلمند وہ ہے جو دوسروں سے عبرت حاصل کرے نہ کہ دوسروں کے لئے عبرت کا باعث بنے۔

☆ علم کی محبت اور استاد کی عزت کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

☆ اچھے سے خوشی اس طرح بڑھتی ہے جس طرح زمین میں بویا ہوا بیج فصل بنتا ہے۔

☆ انسان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ وہ اپنے دل اور زبان کو قابو میں رکھ سکے۔

☆ عافیت اور امن درکار ہے تو آنکھ و کان سے زیادہ کام لو اور زبان کو بند رکھو۔

☆ قناعت وہ سرمایہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔

☆ ہنسی ایک ایسی دوا ہے جسے خریدا نہیں جا سکتا۔

☆ دلوں میں اترنے کے لئے سیڑھی کی نہیں اخلاق کی ضرورت ہوتی ہے۔

☆ کوشش کرو کہ تم دنیا میں رہو، دنیا تم میں نہیں۔ کیونکہ کشتی جب پانی میں ہوتی ہے خوب تیرتی ہے لیکن جب پانی کشتی میں آ جاتا ہے تو وہ ڈوب جاتی ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی بہترین نعمت مخلص دوست ہے۔

☆ جو سفر در ہوتا ہے وہ ذہنی معذور ہوتا ہے۔

☆ زیادہ باتیں وہی لوگ کرتے ہیں جن کے پاس کہنے کو کچھ نہیں ہوتا۔

☆ جھوٹ گناہوں کی ماں ہے اور سچ ساری بیماریوں کا علاج۔

☆ زندگی میں دو باتیں بڑی تکلیف دیتی ہیں ایک وہ جس کو چاہو اس کا نہ ملنا اور دوسرا وہ جس کو نہ چاہو اس کا مل جانا۔

☆ اچھا دوست جتنی بار بھی روٹھے اسے منا لو، اس لئے کہ وہ جتنی بار بھی روٹھتا ہے اس کو پرونا پڑتا ہے۔

☆ جو خدا سے نہیں ڈرتا وہ سب سے ڈرتا ہے اور جو خدا سے

* دنیا کا سب سے اونچا ڈیم "ڈیم وڈ گن" ہے۔
* دنیا کا سب سے بڑا عجائب گھر "نیو یارک" میں ہے۔
* دنیا کا سب سے مصروف ترین ائرپورٹ "شکاگو" میں ہے۔
* دنیا کی سب سے بڑی جھیل "مصر" میں ہے۔
* آبادی کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا ملک چین ہے۔
* دنیا کا پہلا راکٹ میزائل (V-1) "جرمنی" نے بنایا۔
* دنیا کا سب سے بڑا ریلوے اسٹیشن سنٹرل "امریکہ" میں ہے۔

☆.....خضر حیات۔ روڑہ تھل

لطیفہ

ایک بچہ اپنے پوتے سے: ہمارے زمانے میں خون پینا مشکل ہوا کرتا تھا۔ پوتا وہ کیسے۔ دادا کیونکہ اس وقت عورتیں پورے کپڑے پہنا کرتی تھیں۔

☆.....محمد فاروق۔ رحیم یار خان

فالتو مٹی

ملیر کالونی نزد چوہدا جناح اسکوائر شاہراہ لیاقت مارکیٹ کراچی کے گھینہ محل کے لاؤنج میں مالک سید ساجد حسین نقوی نے اپنے ملازم علی حسن سے کہا۔ ایک گڑھا کھود کر یہ فالتو مٹی اس میں ڈال دو۔ نوکر علی حسن: تو پھر اس گڑھے کی مٹی کہاں جائے گی۔ مالک سید ساجد حسین نقوی: ارے احمق! ایک گڑھا اور کھود کر اس میں ڈال دینا۔

☆.....پروفیسر ڈاکٹر واجد گینوی۔ کراچی

تسلی

انڈیا کے صوبے یوپی کے مشہور تاریخی ضلع بجنور کی تحصیل نجیب آباد کے موضع حسین پور کے محلے پٹواریاں میں ایک پٹواری سید محمد خورشید علی نقوی بیمار ہو گیا اور سردی کے اثر سے اتنا سخت بیمار ہوا کہ اس کے بچنے کی کوئی امید نہ رہی۔ ڈاکٹر سید واجد حسین نقوی نے اسے دیکھ کر چلتے ہوئے تسلی دینے کی غرض سے کہا۔ ٹھیک ہے میں صبح تمہیں پھر دیکھوں گا۔ پٹواری سید محمد خورشید علی نقوی بولا: آپ تو دیکھیں گے۔ ڈاکٹر صاحب میں بھی آپ کو دیکھ سکوں گا یا نہیں؟

☆.....پروفیسر ڈاکٹر واجد گینوی۔ کراچی

کہکشاں

☆ ستارے آسمان کی اور تعلیم یافتہ افراد زمین کی زینت ہیں۔
☆ بخیل دولت کا مالک نہیں ہوتا بلکہ دولت اس کی مالک ہوتی ہے۔
☆ فقیر کا ایک درہم کا صدقہ غنی کے لاکھ درہم سے بہتر ہے۔
☆ علم کی پذیرائی اور سوچ کی گہرائی ہو تو کوئی سچا سوتی ذہن کے دریچوں میں تخلیق ہو جاتا ہے۔
☆ سڑک چاہے کتنی ہی خوبصورت کیوں نہ ہو لیکن پیدل چلنے والوں کو تھکا دیتی ہے۔
☆ اپنا حق لینے میں کبھی کوتاہی نہ کرو البتہ دوسروں کے غصب حق سے بچو۔
☆ گرمی سے قہر دور ہوتی ہے۔
☆ سچائی گلاب سے زیادہ مہکتی ہے۔
☆ حریص کی آنکھوں کو قبر کی مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔
☆ آگے بڑھنے کے لئے چلنا بہت ضروری ہوتا ہے۔
☆ وقت سے پہلے اور مقدر سے زیادہ نہیں ملتا۔
☆ رواداری انسانیت کی جان ہے۔
☆ آپ انسان سے سب کچھ چھین سکتے ہیں مگر اس کے جذبے نہیں۔
☆ انسان کی ہر خواہش کا پورا ہونا ضروری نہیں کیونکہ پھول کی کچھ پتیاں بکھر بھی جاتی ہیں۔

☆.....ایس امتیاز۔ کراچی

محبت کیا ہے؟

محبت ایک انوکھا جذبہ اور دلفریب احساس ہے۔ محبت اگر "بھائی" سے ہو جائے تو اخوت کی دیوار "بہن" سے ہو جائے تو حیا کی چادر "ماں" سے ہو جائے تو جنت کی ہوا اور "باپ" سے ہو جائے تو بازوؤں کی طاقت بن جائے اگر لڑکا یا لڑکی سے ہو جائے تو لیلیٰ مجنوں، "شوہر" سے ہو جائے تو سجدے کا رتبہ اور اگر "بیوی" سے ہو جائے تو شوہر کے لئے راحت روح بن جائے۔ محبت اگر ہمارے "پیارے آقا سرکار مدینہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم" سے ہو جائے تو دنیا و آخرت سنور جائے اور اگر یہی محبت "اللہ تعالیٰ" سے ہو جائے تو ساری محبتیں اس میں سما جائیں۔

☆.....ایس امتیاز احمد۔ کراچی

...ڈرتا ہے وہ کسی سے نہیں ڈرتا۔
☆ سب سے زیادہ محتاج وہ ہے جس نے قناعت نہیں کی۔
☆ علم بغیر عمل کے ایسا ہے جیسے جسم بغیر روح کے۔
☆ خدا ہر طائر کو خوراک دیتا ہے مگر گھونسلے میں نہیں۔
☆.....حنیفہ عندلیب۔علی پور چٹھہ

معلوماتِ پاکستان

☆ انسان کے ہاتھوں سے بویا ہوا دنیا کا سب سے بڑا جنگل "چھانگا مانگا" پاکستان میں ہے۔
☆ دنیا کا سب سے بڑا قلعہ رنی کوٹ (سندھ) پاکستان میں ہے۔
☆ دنیا کا سب سے بڑا نہری نظام پاکستان کا ہے اس کی لمبائی چالیس ہزار میل ہے۔
☆ دنیا کا سب سے لمبا پل "سکھر بیراج" پاکستان میں ہے۔ یہ دریا سندھ پر واقع ہے اس کی لمبائی تقریباً ایک میل ہے۔
☆ دنیا کا سب سے بڑا ڈیم "تربیلا ڈیم" ہے جو پاکستان میں ہے۔
☆ دنیا کی سب سے بڑی نمک کی کان کھیوڑہ (جہلم) پاکستان میں ہے۔
☆ دنیا کی دوسری بلند ترین چوٹی "کے ٹو" (سکردو شمالی علاقہ جات) پاکستان میں ہے۔ اس کی بلندی تقریباً 28250 فٹ ہے۔
☆.....حنیفہ عندلیب۔علی پور چٹھہ

مشکل سوال

انڈیا کے صوبے یو پی کے مشہور تاریخی ضلع بجنور کی تحصیل نگینہ ریلوے روڈ پر واقع مصطفیٰ میونسپل ہائر سیکنڈری اسکول کی کلاس ششم میں استاد سید ساجد حسین نقوی صاحب نے اپنے شاگرد سید واجد حسین نقوی سے پوچھا۔ اگر کسی کی عمر پچیس سال ہے تو پچیس سال کے بعد اس کی عمر کتنی ہو گی؟
شاگرد سید واجد حسین نقوی۔ یہ بہت مشکل سوال ہے۔ استاد سید ساجد حسین نقوی۔ اس میں مشکل والی کون سی بات ہے؟
شاگرد سید واجد حسین نقوی۔ آپ نے یہ بتایا نہیں کہ کس کی عمر پوچھی ہے عورت کی یا مرد کی؟
☆.....پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔کراچی

کلیاں

☆ کسی کو اتنا مت چاہو کہ اس کی جدائی برداشت نہ کر سکو۔
☆ ہر گمشدہ چیز اسی جگہ ملتی ہے جہاں گم ہوئی ہو سوائے محبت کے۔
☆ وہ غم اچھا جس کے بعد خوشی میسر ہو۔ وہ خوشی کس کام کی جس کے بعد غم ہو۔
☆ طاقت سے کسی کو حاصل کرنا آدھی فتح ہے اور محبت سے کسی کو حاصل کرنا مکمل فتح ہے۔
☆ زندگی ہمارے بس میں نہیں مگر دوسروں کو خوش رکھنا اختیار میں ہے۔
☆ کامیاب وہ معاشرہ ہے جس میں چپکے سے فرائض ادا ہوتے ہیں اور چپکے ہی سے حقوق ادا ہوتے ہیں۔
☆.....انعام علی۔جنڈ

غزل

میں جب بھی لکھتا ہوں اپنی داستاں شعروں کی صورت میں
ابھر آتا ہے آنکھوں میں جہاں اپنا شعروں کی صورت میں
بکھر جاؤں نہ میں ایک دن ہواؤں میں یوں ڈرتا ہوں
میں اپنے آپ کو رکھوں کہاں شعروں کی صورت میں
سرِ محشر اگر چاہوں تو پڑھ دینا ترنم سے ذرا
مجھے بھی ساتھ لے جانا وہاں شعروں کی صورت میں
میں شاعر ہوں، میں ہونٹوں پہ کہانی بن کے جیتوں گا
میں آنکھوں میں ملوں گا جو ان شعروں کی صورت میں
یہ مجھ سے ہو گئی سرزد طلسماتی لفظوں کا ری
حقیقت سے نکل آیا گماں شعروں کی صورت میں
وہ جب بھی چاہتا ہے پوچھ لیتا ہے کوئی مصرع
میرے دل میں ہے مہرباں شعروں کی صورت میں
جنوں تھا یہ سند کو اپنی غزل لکھنے واجد
یوں ناؤ پہ لگایا بادباں شعروں کی صورت میں
☆.....پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔کراچی

طلب کریں تو میں اپنی آنکھیں بھی ان کو دے دوں القدس
مگر یہ لوگ میری آنکھوں کے خواب مانگتے ہیں

داغ بن کر لگے تیری پیشانی پہ ہوا تو کیا
کوئی ایسا سجدہ ہم کر کہ زمین پہ نشان رہے
☆.....شاہد نواز اینڈ احسان علی

● اس دماغ کا جو اچھے کاموں کی ترغیب نہ دے۔
● ان کانوں کا جو چغلی سنیں۔
● اس علم کا جو اپنے تک محدود رہے۔
● اس دل کا جو دنیا کی رنگینیوں میں کھو جائے۔

☆.....انعام علی۔ جھنگ

انمول موتی

● اپنا راز ہمیشہ پوشیدہ ہی رکھو کیونکہ انسان کے کئی روپ ہیں۔
● والدین کی نافرمانی جہنم میں لے جانے کے مترادف ہے۔
● اپنے آپ کو حسن اخلاق اور علم کے زیور سے آراستہ کرنے کی ہمیشہ کوشش کرو۔
● سچائی سے کام لینے والے کبھی ذلیل نہیں ہوتے۔
● اس علم کا کوئی فائدہ نہیں جس پر عمل نہ کیا جائے۔
● آسمان پر نظر ضرور ڈالو مگر اپنے پاؤں زمین پر ہی رکھو۔
● اپنا زخم اسے مت دکھاؤ جس کے پاس مرہم نہ ہو۔
● خاموشی غصے کا بہترین علاج ہے۔
● کسی کو پانے کی تمنا مت کرو بلکہ خود اس قابل بن جاؤ کہ لوگ تمہیں پانے کی تمنا کریں۔

☆.....محمد نسیر مظہر حسنی۔ حسکیاں

قصیدہ

انڈیا کے صوبے یوپی کے مشہور ضلع بجنور کی تحصیل نجیب آباد کی ریاست حسین پور کے محلے پٹھان میں ایک دفعہ امیر شہر، حکمران نواب آف حسین پور سید زاہد حسین نقوی صاحب بہادر نے اپنا لکھا ہوا قصیدہ ملا اچھن کو سنایا اور رائے طلب کی۔ ملا اچھن نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ کچھ اچھا نہیں۔ امیر شہر حکمران نواب آف حسین پور سید زاہد حسین نقوی صاحب بہادر نے ملا اچھن کو قید خانے میں ڈال دیا۔ ملا اچھن دو دن بعد قید سے رہا ہو کر واپس آ گئے۔ ایک دفعہ پھر امیر حکمران نواب آف حسین پور صاحب بہادر نے قصیدہ لکھا اور ملا اچھن سے رائے طلب کی۔ پہلے تو ملا اچھن خاموش رہے پھر اٹھ کر چل دیے۔ امیر شہر حکمران نواب آف حسین پور سید زاہد حسین نقوی صاحب بہادر نے پوچھا۔ ملا اچھن جی! کدھر جا رہے ہو؟ ملا اچھن برا سا منہ بناتے ہوئے بگڑے موڈ میں اچانک بولے۔ قید خانے میں۔

☆.....پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ کراچی

جنت کی قیمت

صحاح ستہ میں شامل ایک کتاب سنن ابوداؤد کے جامع امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث مشہور محدث اور بزرگ تھے انہوں نے اپنی کتاب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پاک بھی ذکر کی ہے کہ جب کسی شخص کو چھینک آئے وہ "الحمدللہ" کہے اس کے پاس والے "یرحمک اللہ" کہیں اور پھر ان کو "یھدیکم اللہ و یصلح بالکم" جواب میں کہے۔ ایک بار امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث ایک کشتی میں سفر کر رہے تھے دریا کے کنارے ایک آدمی کو چھینکنے کے بعد الحمدللہ کہتے ہوئے سنا امام صاحب کی کشتی کافی آگے نکل چکی تھی تو آپ نے ایک چھوٹی کشتی کرائے پر لی اور ایک درہم کشتی والے کو دیا اور چھینکنے والے کے پاس آ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق "یرحمک اللہ" کہا۔ اس (چھینکنے والے) شخص نے جواب میں "یھدیکم اللہ و یصلح اللہ" کے الفاظ کہے یوں امام صاحب نے ایک درہم ادا کر کے سنت کی تکمیل کی اور واپس آ گئے ساتھیوں نے اس تکلف کی وجہ پوچھی تو آپ فرمانے لگے مجھے خیال ہوا کہ ہو سکتا ہے یہ شخص مستجاب الدعوات ہو اور اللہ کے یہاں اس کی دعا میں قبول ہوتی ہوں اور یہ میرے حق میں جب "یھدیکم اللہ" کہے تو اس کی یہ دعا میرے حق میں بھی قبول ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ جب سفر کرتے ہوئے رات کو سب مسافر سو گئے تو سب نے ہاتف غیبی کی یہ آواز سنی۔ کشتی والو! ابوداؤد نے ایک درہم کے عوض اللہ تعالیٰ سے جنت خرید لی؟

☆.....میر شوکت علی۔ بستی غلام والی

شناخت

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے میڈیکل کالج کے پروفیسر سید زاہد حسین نقوی صاحب نے لڑکوں سے پوچھا بتاؤ یہ انسانی کھوپڑی مرد کی ہے یا عورت کی؟ ایک ایم بی بی ایس کے طالب علم سید واجد حسین نقوی نے جواب دیا۔ عورت کی۔ پروفیسر سید زاہد حسین نقوی نے تعریفی لہجے میں کہا۔ شاباش لیکن آپ نے اتنی جلدی کیسے معلوم کر لیا؟ طالب علم سید واجد حسین نقوی سر اس کی ہڈی کے گھسے ہوئے جبڑے سے۔

☆.....پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی۔ کراچی

شوق

انڈیا کے صوبے یوپی کے مشہور جو تحصیل ضلع بجنور کی تحصیل نگینہ کے محلے بارہ دری ملاں کے رہائشی نگینہ سٹی چیئرمین سید محمد سبطین زیدی ایم اے ایل ایل بی (علیگ) کے صاحبزادے سید محمد اقبال سبطین متعلم نویں کلاس کی پرنسپل مصطفیٰ میونسپل کالج سید زاہد حسین نقوی صاحب نے شکایت کی۔ آپ کے بیٹے سید محمد اقبال سبطین کو پڑھنے لکھنے کا بالکل شوق نہیں ہے۔ باپ چیئرمین سید محمد سبطین زیدی صاحب نے جواب دیا۔ مصطفیٰ یہ بات نہیں ہے اگر میرے بیٹے کو پڑھنے کا شوق نہ ہوتا تو ہر کلاس میں تین تین سال کیوں لگاتا؟

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واحد نگینوی۔ کراچی

10 محرم الحرام کے اہم واقعات

اللہ تعالیٰ نے اسی روز حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی اسی روز جودی نامی پہاڑ پر ٹھہری تھی۔ اسی روز حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں خلیل بنایا اور اسی روز نمرود سے محفوظ رکھا۔ اسی روز حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکومت واپس ملی۔ عاشورہ کے روز ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سلامتی سے سمندر پار کرایا اور فرعون کو غرق کیا۔ اسی دن حضرت داؤد علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کی۔ اسی روز اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نجات فرمائی۔ اسی روز اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھالیا۔ اسی روز سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام قید سے آزاد ہوئے۔ اسی روز حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی واپس لوٹ آئی۔ اسی روز سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگروں پر غالب آئے۔

☆..... مختصر حیات۔ روڑہ تھل

آئینہ معلومات

- پاکستان کے شہر فیصل آباد کا پرانا نام "لائل پور" ہے۔
- پاکستان کے شہر ژوب کا پرانا نام فورٹ "سنڈیمن" تھا۔
- پاکستان کے شہر پشاور کا پرانا نام "پرش پور" تھا۔
- پاکستان کے شہر کوئٹہ کا پرانا نام "کورٹا اس" تھا۔
- پاکستان کے شہر جھنگ کا پرانا نام "جھنگ سیال" تھا۔
- پاکستان کے شہر ساہیوال کا پرانا نام "منٹگمری" تھا۔
- پاکستان کے شہر گوجرانوالہ کا پرانا نام "خان پور" تھا۔
- پاکستان کے شہر ہزارہ کا پرانا نام "ہوزار" تھا۔
- پاکستان کے شہر سوات کو پاکستانی "سوئٹزر لینڈ" تھا۔

☆..... مختصر حیات۔ روڑہ تھل

خوبصورت باتیں

- اس عقل کا کوئی فائدہ نہیں جو پچھتاوے کے ساتھ آئے۔
- کانٹوں سے بھری ٹہنی کو ایک پھول پرکشش بنادیتا ہے۔
- ذہانت پر تصور کے فتح کا نام محبت ہے۔
- محبت ایک کھیل ہے جس میں ہمیشہ عقل ہار جاتی ہے۔
- اخلاق جسمانی حسن کی کمی کو پورا کرتا ہے۔
- محبت کا تعلق جذبات سے ہوتا ہے اور جذبات کبھی پائیدار نہیں ہوتے۔
- دل ایک عجیب قوت ہے جو کبھی پتھر بن جاتا ہے اور کبھی موم۔
- تعلیم کا پہلا اصول یہی ہے کہ اپنی آواز نیچی رکھو اور اپنے لفظوں میں احترام پیدا کرو۔
- گناہ کسی نہ کسی صورت میں دل کو بےقرار رکھتا ہے۔
- بھوکا سو رہنا مقروض ہونے سے بہتر ہے۔
- غنی وہ ہے جو اللہ کی تقسیم پر راضی ہو۔
- دوسروں کے چراغ سے روشنی ڈھونڈنے والے ہمیشہ اندھیروں میں بھٹکتے ہیں۔
- نفسانی خواہشات کا جنون تھوڑی دیر تک رہتا ہے مگر اس کا پچھتاوا بہت دیر تک رہتا ہے۔

☆..... نعمان حسن۔ ڈیرہ اسماعیل خان

عالمی معلومات

- دنیا میں سب سے پہلے ماچس "برطانیہ" نے ایجاد کی۔
- دنیا کا سب سے غریب ملک "روانڈا" ہے۔
- دنیا کا سب سے خوبصورت شہر "پیرس" ہے۔
- دنیا کا سب سے بڑا محل "برونائی" کے سلطان کا ہے۔
- دنیا میں سب سے زیادہ جانور "جنوبی افریقہ" میں ہیں۔
- دنیا میں سب سے زیادہ "کیلے" بھارت میں ہیں۔
- دنیا میں سب سے بڑا جنگل "روس" میں ہے۔
- دنیا کا سب سے ٹھنڈا صحرا "صحرائے گوبی" ہے۔

مجھے یہ شعر پسند ہے

وہ تو تم سے محبت ہو گئی ورنہ ہادی
ہم وہ خود سر ہیں جنہیں اپنی بھی تمنا نہیں
✪ ....وقاص اکرم۔گوجرہ

سانسوں کے سلسلے کو وہ زندگی کا نام ہادی
جینے کے باوجود بھی کچھ لوگ مر جاتے ہیں
✪ ....حماد اینڈ عامر۔گوجرہ

چوٹ اگر لگ جائے تو کیا ہوتی ہے دل کی حالت حماد
ایک آئینے کو پتھر پر گرا کر تو دیکھو
✪ ....احسن ریاض۔قادرآباد

میرے دوستوں کی پہچان اتنی مشکل نہیں ہے فراز
وہ کھانا بھول جاتے ہیں مجھے ہوٹل میں دیکھ کر
✪ ....رابعہ عمر۔تھوتھال

آج ٹوٹ کر اس کی یاد آئی تو احساس ہوا ساگر
موبائل فون مانگ کر جو بھاگ جائیں وہ بھلائے نہیں جاتے
✪ ....رابعہ عمر۔تھوتھال

کیوں روتے ہو اس کی یاد میں عامر
آنسوؤں سے تقدیر بدلتی تو آج وہ میرا ہوتا
✪ ....حماد اینڈ مشر۔گوجرہ

ابھی جستجو میں ہوں اس کی تو اسے احساس نہیں ہے حماد
رو رو کے پکارے گا ذرا ہمیں مر تو جانے دو
✪ ....مبشر اینڈ عامر۔گوجرہ

جو مجھے مرضی ہو کہنا ساگر
مگر یہ مت کہنا کہ مجھے تم سے پیار نہیں
✪ ....حماد اینڈ عامر۔گوجرہ

صرف اتنا اسے بتا دینا، مجھے آتا نہیں بھلا دینا
میری باتیں صرف باتیں ہیں، یاد آئیں کبھی تو مسکرا دینا
✪ ....حماد اینڈ عامر۔گوجرہ

یہ جدائی بھی محبت کا امتحان لیتی ہے اکثر
کوئی ہنستا ہے اپنی وفاؤں پہ کوئی روتا ہے اپنی اداؤں پہ
✪ ....عامر شہزاد۔گوجرہ

جس پھول کی حفاظت میں عمر بھر کرتا رہا فراز
جب خوشبو کے قابل ہوا تو غیروں نے توڑ لیا
✪ ....نامعلوم

یہاں میں قسمت کی خطا ہے نہ زمانے کا قصور
ہم تو انسان کے جینے کی سزا ہوتے ہیں
✪ ....فیصل شہزاد۔فتح جنگ

وہ بھولتا ہے نہ دل میں اترتا ہے مجھے
ہمیشہ مار محبت کی مارتا ہے مجھے
✪ ....فیصل شہزاد۔فتح جنگ

جو چل سکو تو کوئی ایسی چال چل جانا
مجھے گماں بھی نہ ہو اور تم بدل جانا
✪ ....فیصل شہزاد۔فتح جنگ

ہوتا ہے میرے دل کا ہر روپ انوکھا
آتی ہے تیری یاد بڑے بھیس بدل کر
✪ ....ساول شبیر زکی۔گوجرہ

مجھے چھوڑنے کا فیصلہ تو ہر روز کرتا وہ شخص اسد
لیکن اس کا بس نہیں چلتا میری وفا کے سامنے
✪ ....اسد اینڈ واصف۔گوجرہ

کبھی ہمت تو کبھی حوصلہ سے ہار گئے
ہم بدنصیب تھے جو ہر کسی سے ہار گئے
جب کھیل کے میدان میں وہ دنیا اسد
ہم جیت سکتے تھے اس بار گئے
✪ ....اسد شہزاد۔گوجرہ

وہ اس دن سے میرے پیچھے لگ گیا ٹوکا لے کر
جس دن سے کہا دل چیر کے دیکھ تیرا نام ہوگا
✪ ....رضوان علی۔گوجرہ

آج کی شام بھی قیامت کی طرح گزری ساحل
نجانے کیا بات تھی کہ ہر بات پہ بس تم یاد آئے
✪ ....رئیس صدام حسین ساحل۔بستی خان بیلہ

اکیلا رات بھر تڑپتا رہا مریض شام غم مکاں ساحل
نہ تم آئے نہ نیند آئی نہ چین آیا اور نہ موت آئی
✪ ....رئیس صدام حسین ساحل۔بستی خان بیلہ

کہیں غم نہ چھلک جائے میری آنکھوں سے کہیں
مسکراتا ہوں یہی راز چھپانے کے لئے
✪ ....اسد اینڈ رضوان۔گوجرہ

جب دن کے سائے ڈھلتے ہیں، جب شام بے چاری آتی ہے
میرا دل چپکے چپکے روتا ہے جب یاد تمہاری آتی ہے
○.................. محمد اوسلان احمد رومی شائی۔ اوکاڑہ

نہ دو کسی کو اپنی زندگی کا اتنا حق بھی
کہ باقی کچھ نہ رہے اس کے روٹھ جانے سے
○.................. محمد عمر۔ کھوکی رشہ

ہم تو وہ انا پرست ہیں جو ہار کے بھی کہتے ہیں بازی
وہ منزل ہی کم بخت تھی جو ہمیں نہ پا سکی
○.................. حماد وحید مبشر۔ گوجرہ

ہمیں تو اپنوں نے مارا غیروں میں کیا دم تھا
ہماری کشتی وہاں ڈوبی جہاں پانی بھی کم تھا
○.................. عمر علی۔ حسن ابدال آباد

وہ کہیں جان نہ لے ریت کا ٹیلہ ہوں میں
میرے کاندھوں پہ ہے تعمیرات اس کی
○.................. محمد اسحاق انجم۔ کنگن پور

مسکراتے ہوئے چہروں کو غموں سے آزاد نہ سمجھو انعام
ہزاروں غم چھپے ہوتے ہیں کسی کی ہلکی سی مسکراہٹ میں
○.................. انعام علی۔ جھنگ

ہم نے خود میں تم کو پرو لیا ہے اک تسبیح کی طرح انعام
اگر ہم ٹوٹے تو بکھر تم بھی جاؤ گے
○.................. انعام علی۔ جھنگ

برسوں بعد بھی اس کی عادت نہ بدلی ضد کی محسن
کاش میں دوست نہیں اس کی عادت ہوتا
○.................. عطاء اللہ شاد۔ چوآنولہ

میں نے عشق کے سمندر میں جب غوطہ لگایا
پانی بہت ٹھنڈا تھا اپنی باہر نکل آیا
○.................. بدنصیب خورشید احمد۔ شیر پور خواجگان

گرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں
وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے
○.................. حیدر علی۔ چھوکی

شہیدوں کے لہو سے جو زمین سیراب ہوتی ہے
بڑی زرخیز ہوتی ہے بہت شاداب ہوتی ہے
○.................. حیدر علی۔ چھوکی

نیندیں میری چرا کے اور مسکرانے والے
رویا کرو گے تم بھی مجھ کو رلانے والے
○.................. نجمن زیب ساگر۔ مانسہرہ

رو رو نہ میری قبر پہ اس میں دبی ہیں حسرتیں
رکھنا قدم سنبھال کر دیکھو کچل نہ جائے دل
عاشق نامراد کی قبر پہ تھا لکھا ہوا
جس کو بھی ہو زندگی عزیز وہ نہ کہیں لگائے دل
○.................. نجمن زیب ساگر۔ مانسہرہ

غضب کیا تیری یاد نے آ ستایا مجھے نماز
میرے وہ سجدے بھی قضا ہوئے جو ادا کیے نماز میں
○.................. نجمن زیب ساگر۔ مانسہرہ

اک بار جسے اپنی نگاہوں سے گرا دیں
اس شخص کو پھر دل میں بسایا نہیں کرتے
کھیل محبت کا ہے پھر سوچ لو راہی
کھو دیتے ہیں سب کچھ یہاں پایا نہیں کرتے
○.................. راہی خان۔ پشاور

حالات ہی ایسے ہیں کہ اب یاد ہی تیری
پہلے تو ملا دیتی تھی اب کچھ نہیں ہوتا
محنت پہ یقین رکھ مگر اس بات کو مت بھول
چاہے تو نہ جب تک مرا رب کچھ نہیں ہوتا
○.................. راہی خان۔ پشاور

اللہ سے مانگنے والے کبھی مایوس نہیں ہوتے
بندوں سے مانگنے والے کبھی سیر نہیں ہوتے
○.................. محسن علی۔ راولپنڈی

نہیں وہ شخص مقدر میں پھر بھی اسے مانگتے ہیں غالب
بڑا پرلطف سا لگتا ہے مقدر کو سزا دینا
○.................. وارث آصف خان نیازی۔ واں بھچراں

طبیبوں سے کیا پوچھوں علاج درد دل کا محسن
مرض جب زندگی ہو تو دوا پھر کیسی
○.................. وارث آصف خان نیازی۔ واں بھچراں

جس شخص نے آنکھوں سے میری نیندیں اڑا دی یارو
آرام سے سویا تو کبھی وہ بھی نہ ہو گا
○.................. مبشر علی گوندل۔ گوجرہ

کتنے حسین لوگ تھے جو مل کے ایک بار یارو
آنکھوں میں جذب ہو گئے دل میں سما گئے
○.................. عامر شہزاد ملک گوجرہ

آنکھیں ہی بیاں کرتی ہیں سب دل کے چھپے راز یارو
کیوں یقین تجھے میری نگاہوں پہ آتا نہیں
○.................. مبشر علی قمر گوندل۔ گوجرہ

✪ .... حامد ظفر یادی - گوجرہ

ہے کتنا ذرا سی رنجش پہ نہ چھوڑو وفا کا دامن
عمریں بیت جاتی ہیں دل کا رشتہ بنانے میں

✪ .... محمد عرفان - ننکانہ صاحب

اک اجنبی شخص تھا جو پل بھر میں بچھڑ گیا
عمر بھر کی رفاقت کا اچھا صلہ دیا

✪ .... محمد واصف - واہ کینٹ

تقسیم کی بابت کے کیا کہنے گنتی کے چار دن ملے
آدھا جیون جلتے بیتا آدھا راکھ اڑانے میں

✪ .... محمد فیصل - تلہ گنگ

تجھے دوستی میں دھوکا تو ہم بھی دے سکتے ہیں اے دوست
مگر ہم ذات کے مغل کیانی ہیں ہمارے خون میں بے وفائی نہیں

✪ .... عدنان عاشق - گوجر خان

یوں وفا کے سلسلے مسلسل نہ رکھ کسی سے اسد
لوگ اک خطا کے بدلے ساری وفائیں بھول جاتے ہیں

✪ .... عدنان عاشق پریمی - گوجر خان

کتنے مجبور ہیں تقدیر کے ہاتھوں فیاض
نہ اسے پانے کی اوقات رکھتے ہیں نہ اسے کھونے کا حوصلہ

✪ .... فیاض احمد چانڈیو - مظفر گڑھ

وعدہ تھا ان کا رات کو آئیں گے خواب میں تجھ
اور ہم تھے کہ رات بھر خوشی سے سو نہ سکے

✪ .... تنویر احمد خان جونیہ - اسلام آباد

عشق والے تو آنکھوں کی زبان سمجھ لیتے ہیں
ملتے ہیں سپنوں میں تو ملاقات سمجھ لیتے ہیں
ارے روتا ہے آسمان بھی اپنے پیار کے لئے
جانے کیوں لوگ اسے برسات سمجھ لیتے ہیں

✪ .... واصف علی آرائیں - بھیریا معلا

معاف کرنا مجھے اے دل اس میں نہ ہے کوئی خطا میری
بے بخت تھی میں تنگ بن کے لی وہ مجھے سزا میری

✪ .... عابدہ رانی - گوجرانوالہ

سندر ہاتھ سنہری زلفیں کوئی تو ان کو چھوتا ہو گا
پھول سے ہونٹ جب کھلتے ہوں
کے قسمت والا ہو سکتا ہو گا

✪ .... عابد علی آرزو - سانگلہ ہل

جب یاد میری آئے تو ستاروں پہ نظر کرنا
ٹوٹ کے سنائیں گے داستاں میرے دل کی

✪ .... اورنگ زیب - جہلم

نہ آیا وہ میرے مرنے کی خبر سن کر بھی میرا حال پوچھنے ابھی
کہ شاید یہ بھی ملنے کا ایک نیا بہانہ ہے

✪ .... ریاست خان - میانوالی

پیار جھوٹا سہی دنیا کو دکھانے آ جا
تو کسی اور سے ملنے کے بہانے آ جا

✪ .... سلیمان - آسمان کوٹ

جب لوگ جذبوں کی توقیر نہیں کرتے
ہم بھی کوئی اپنا دکھ تحریر نہیں کرتے
دل چیرتا ہے اس کا رونا بیٹھا
کرتی ہے زباں وہ کچھ جو تیر نہیں کرتے

✪ .... محمد شہباز گل - گوجرانوالہ

شکستہ دل ہوں مگر ملتا ہوں ہر ایک سے ہنس کر
ابھی تو نئی ہے جو آئی ہے بہت کچھ کھو جانے کے بعد

✪ .... محمد عمیر مظہیر سنی - سکہاں

ہاتھوں کی لکیروں میں قسمت نہیں ہوتی
کے ہاتھوں کی بھی خدا تقدیر لکھتا ہے

✪ .... ساجد حسن - مظفر گڑھ

یہ دنیا تجھے اس موڑ پہ لے آئے گی تڑپ
ہنسنا تو بڑی بات ہے تم رو بھی نہ سکو گے

✪ .... ایم زیڈ اے گبول - کراچی

کاش میں کوئی پھول ہوتا تو تیرے ہاتھوں میں ہوتا
تو میری خوشبو سونگھتی میں تیرے ہونٹوں کو چومتا

✪ .... کالو پردیسی بھٹی - کراچی

نکلا لہو چمن کا آگ آفتاب سے
گھبرا گئی میری نظر کسی کے نقاب سے

✪ .... سید عارف شاہ - جہلم

مت سمجھنا کہ سو کر تجھے بھول جاتے ہیں
ہم تو سوتے ہیں صرف تمہیں دیکھنے کے لئے

✪ .... عبدالسلام - اٹک

ان کے لئے جب بھٹکنا چھوڑ دیا
یاد میں ان کی جب تڑپنا چھوڑ دیا
وہ روئے بہت آ کر تب ہمارے پاس
جب ہمارے دل نے دھڑکنا چھوڑ دیا

✪ .... شہباز مجید - میرپور ماتھیلو

◆❋◆

میری زندگی میں تیری ضرورت بہت ہے
تیرے لئے اس دل میں چاہت بہت ہے
تو چند لمحے اپنی حیات سے دے دے مجھ کو
تو میرے لئے تیری یہ رفاقت بہت ہے
.... فرزانہ یاسمین۔ نون ڈگر

غرور میں ہو گیا ان کو اپنی محبت پہ اتنا ساحل
کہ وہ اپنی قدر کی سوچ میں ہماری قیمت بھول گئے
.... رئیس صدام حسین ساحل۔ خان بیلہ

اس دل لگی کی آگ میں جلتا ہے کوئی کوئی
ہر غم کو سہنے والا ملتا ہے کوئی کوئی
مرنا تو سبھی نے ہے ایک دن کاوش
لیکن کسی کی خاطر مرتا ہے کوئی کوئی
.... رئیس ساجد کاوش۔ خان بیلہ

نہیں وہ شخص مقدر میں پھر بھی اس سے ملتے ہیں فراز
بڑا پرلطف لگتا ہے مقدر کو سزا دینا
.... ابرار احمد۔ منگو منڈی

کوئی منتظر ہے اس کا کتنی شدت سے ارشد
وہ جانتا ہے مگر انجان بنا رہتا ہے
.... رئیس ارشد۔ خان بیلہ

اداس لمحوں کا نہ کوئی ملال رکھنا
طوفان میں بھی اپنا وجود سنبھال رکھنا
کسی کے لئے شرط زندگی ہو تم ارشد
کسی کی خاطر ہی اپنا خیال رکھنا
.... رئیس ارشد۔ خان بیلہ

کسی کے نہ یاد کرنے سے سفر زندگی کٹ تو جاتا ہے
مگر اپنوں کا یوں بھلا دینا قیامت سے کم نہیں ہوتا
.... رئیس ساجد کاوش۔ خان بیلہ

اپنے دل کی مجبوری کو الزام نہ دے
مجھے یاد رکھ بے شک میرا نام نہ لے
تیرا وہم ہے کہ میں بھلا دوں گا تجھے
میری کوئی سانس ایسی نہیں جو تیرا نام نہ لے
.... رئیس ساجد کاوش۔ خان بیلہ

قیمت پانی کی نہیں پیاس کی ہوتی ہے
قیمت موت کی نہیں سانس کی ہوتی ہے
دوست تو بہت سے دنیا میں ہیں لیکن
قیمت دوستی کی نہیں اعتبار کی ہوتی ہے
.... لعل شاہ رخ خان۔ کرک

ٹوٹا ہوں کہ چھونے سے بکھر جاؤں گا
اب اگر اور آزماؤ گے تو مر جاؤں گا
ہاتھ پکڑو گے تو سایہ بن کے ساتھ رہوں گا
یہ شعر پڑھ کر بھی یاد نہ کیا ہمیشہ کے لئے بچھڑ جاؤں گا
.... لعل شاہ رخ خان۔ کرک

نہ کر کسی کو مجبور کہ وہ ٹوٹ جائے نہ وہ پیار
کسی کو کہ خود کو بھول جائے
.... حسن رضا۔ کالا باغ

یا اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں ایسی معافی جس کے بعد
گناہ نہ ہو ایسی ہدایت جس کے بعد گمراہی نہ ہو
.... حسن رضا۔ کالا باغ

وعدے کرتے ہیں قسمیں کھاتے ہیں
پھر بھی نجانے کیوں لوگ ساتھ چھوڑ جاتے ہیں
ہمیں تو تکلیف ہوتی ہے پھول توڑنے میں بھی
نہ جانے دل لوگ کیسے توڑ جاتے ہیں
.... سکان فاطمہ۔ کنگن پور

شاید یہ انا کا آخری ستم ہو مگر
یہ سوچ کر ہم ہر ستم سہہ گئے
.... محمد عمر۔ میاں چنوں

نہ شمع ہوتی نہ پروانے ہوتے
نہ تم اسکول آتی نہ ہم تیرے دیوانے ہوتے
.... ساگر گبول۔ گوٹھ ابراہیم شاہ

اتنا کہنا اداس ہے تیرے جانے سے
ہو سکے تو لوٹ آنا کسی بہانے سے
تو لاکھ خفا سہی ہم سے مگر اک بار
دیکھ کوئی ٹوٹ گیا ہے تیرے جانے سے
.... محمد اسحاق انجم۔ کنگن پور

محبت کرنا تیرے بس کی بات نہیں
جو دل محبت کرتا ہے وہ دل تیرے پاس نہیں
.... قمر افروز گوندل۔ گوجرہ

مجھے اپنے وجود سے نفرت نہیں تھی آفتاب
اگر وہ شخص بے وفا نہ ہوتا تو
.... آفتاب احمد۔ اقبال نگر

حسن والوں کی اداؤں پہ نہ مرنا یارو
عشق دھوکہ ہے عشق نہ کرنا یارو
.... عبادت کاظمی۔ ڈیرہ اسماعیل خان

○............ شعیب شیرازی۔ جوہرآباد

اے اس بستی کے رہنے والے آج دیکھو منہ موڑ کے
ہم پردیسی جا رہے ہیں بستی تیری چھوڑ کے

○............ عصمت اینڈ شہر۔ چک شاہل

حوادث سے الجھ کر مسکرانا میری عادت ہے
مجھے ناکامیوں کے بوجھ سے مرنا نہیں آتا

○............ محمد عمیر ظہیرحتی۔ ٹھکیاں

دے کر زخم وہ مرہم رکھتا تھا
بن رہا تھا یا واقعی وہ نادان تھا

○............ تحسین ساجد

تیری شراب کا نشہ تو صرف اک رات تک ہے ساقی
تو بھی مدہوش ہو جائے اگر دیکھ لے میرے یار کی آنکھیں

○............ عطاء اللہ شاد۔ اڈا اجسوآنہ بنگلہ

اشک بن کے میری چشم تر میں رہتا ہے
عجب شخص ہے پانی کے گھر میں رہتا ہے

○............ قمر اعجاز گوندل۔ گوجرہ

نہ پوچھو ہم سے کوئی بات کہ خوشی اک سوال بن کر رہ گئی ہے
درد اٹھے ہیں سینے میں کہ ہنسی اک خیال بن کر رہ گئی ہے

○............ بہادر عار ہانی۔ گھوٹکی

تجھے دوستی میں دھوکہ تو میں بھی دے سکتا ہوں
مگر میں انسان ہوں درد لیکن صفت کا میری ذات میں بے وفائی نہیں

○............ انعام علی۔ جھنگ

محفلوں میں جینے والے خوش نصیب ہیں
مانا کہ ہم ان سے دور ہیں لیکن پھر بھی بہت قریب ہیں

○............ اعجاز ساحل۔ کوٹ رادھا کشن

تو نے تو یہ کہا کہ مجھے محبت نہیں ملی چاہت
مجھ کو تو یہ بھی کہنے کی فرصت نہیں ملی

○............ رائے عیس ولی چاہت۔ اڈا اجسوآنہ بنگلہ

ہم کو مٹا سکے یہ زمانے میں دم نہیں
ہم سے زمانہ خود ہے زمانے سے ہم نہیں

○............ محمد احسان۔ رکن پٹی

ہم زمانے میں بدنام اس لئے ہیں کافی
کہ ہمیں لوگوں کی طرح بدل جانا نہیں آتا

○............ عبادت علی۔ ڈی آئی خان

ان سے کہو کہ میری تقدیر سے کھیلنا چھوڑ دے
ہم تو وہ بدنصیب ہیں جو اگر کفن کی دکان کو لیں تو لوگ مرنا ہی چھوڑ دیں گے

○............ ایم فاروق۔ رحیم یار خان

وعدہ نہ کرو اگر نبھا نہ سکو
چاہو نہ اسے جسے تم پا نہ سکو

○............ عصمت اینڈ صغریٰ۔ چک شاہل

یاد آتے ہو تو ہو جاتی ہیں پرنم آنکھیں
کیا تصور میں بھی ستانے کی قسم کھائی ہے

○............ شعیب شیرازی۔ جوہرآباد

کیوں درد ملتا ہے اکثر دل لگانے کے بعد
کیوں یاد آتے ہیں اکثر بچھڑ جانے کے بعد

○............ تحسین ساجد

کون رکھتا ہے اس زمانے میں محبت کا بھرم اے ساقی
ہم کو تو اپنوں نے رلانے کی قسم کھائی ہے

○............ بہادر عار ہانی۔ گھوٹکی

یہ آئینے تجھے تیری خبر کیا دیں گے چاہت
آ دیکھ میری آنکھوں میں کہ تو کتنا حسین ہے

○............ رائے عیس ولی چاہت۔ اڈا اجسوآنہ بنگلہ

مت کر اتنا غرور صورت پہ اے حسینہ
ہم تیری صورت پہ نہیں تیری سادگی پہ مرتے ہیں

○............ عبادت علی۔ ڈی آئی خان

چاند کو دیکھا تو یاد آ گئی صورت تیری
ہاتھ اٹھے ہیں مگر حرف دعا یاد نہیں

○............ عصمت اینڈ صغریٰ۔ چک شاہل

اب ان سے ملیں گے تو انہیں خوب رلائیں گے شیرازی
سنا ہے انہیں روتے ہوئے لپٹ جانے کی عادت ہے

○............ شعیب شیرازی۔ جوہرآباد

یہ نیند میں ڈوبی ہوئی آنکھیں مجھے سونے نہیں دیتیں
ذرا ٹھہرو مجھے بھی نیند آ جائے تو سو جانا

○............ تحسین ساجد

چہرہ دل سے دیکھا جاتا ہے خوبصورتی سے نہیں
پیار دوستوں سے کیا جاتا ہے دشمنوں سے نہیں

○............ بہادر عار ہانی۔ گھوٹکی

عشق کو محبت میں فنا کون کرے گا ...... یہ فرض ہوا میرے ادا کون کرے گا
ہاتھوں کی لکیروں کو ذرا دیکھ تو میری ...... یہ دیکھ میرے ساتھ وفا کون کرے گا

○............ شعیب شیرازی۔ جوہرآباد

ہر پل تمہارا ہی نام رہتا ہے
تم
میری ان آنکھوں کا اعتبار کرو
جو ہر پل
ہر پل تمہیں دیکھنے کیلئے بےچین رہتی ہیں
تم میری ان سانسوں کا اعتبار کرو
جن میں صرف تمہاری ہی خوشبو مہکتی ہے
تم میرے اس دل کا اعتبار کرو
جو
تمہارے بغیر کہیں بھی نہیں لگتا
تم میری اس دھڑکن کا اعتبار کرو
جو تمہارے ہی نام پر دھڑکتی ہے
تم میرا اعتبار کرو
جو تم کو اپنی زندگی مانتا ہے
اور جانتا ہے اور تم سے سچی اور پاکیزہ محبت
کرتا ہے انیس

ذیشان احمد، آزاد کشمیر

غزل

چاہت کا یہ دستور ہے
ملنے کا پتہ دے دو
ملتا ہے مگر تم سے چاہے جتنی سزا دے دو
مانا کہ حسین ہو تم
اتنا تو بتا دے دو
کیوں اور ستاتی ہو اب پیار سدا دے دو
اتفاق سے ہوتا ہے ملاپ
اس حسن کی سزا دے دو
چاہت کا یہ دستور ہے
ملنے کا پتہ دے دو
ملتا ہے مقدس تم سے چاہے جتنی سزا دے دو

☆☆☆

غزل

وہ پھول ہی کیا جس میں خوشبو نہیں
اس زندگی کا کیا فائدہ مقدس جس میں تو نہیں
اے کاش وفا کے نام پر ہوتی داستان
ہم بھی لکھتے محبت مدنی آب زم زم کی طرح
محبت کرنا جرم ہے اس زمانے کی نگاہوں میں
حقیقت میں یہ عبادت ہے خدا کی بارگاہوں میں
محبت نام ہے خوشی کا خوشی سے غم اٹھا لینا
مجھے محبت ہے مقدس تم سے کسی دن آزما لینا
اور وہ کر بھی تیری یادوں کو پوچھا میں نے
تو کہنا کہ مجھے آداب وفا دیا نہیں
محبت اک دریا ہے اگر کوئی رواں رکھے
تو ایک شہزادی ہے خدا تجھے جواں رکھے

غزل

کسی سے نالہ ہا تو ہم چھوڑا نہیں کرتے
جو لیں ہاتھ تو پھر عمر بھر چھوڑا نہیں کرتے
اگر ہم فیصلہ کر لیں صنم کہیں کوچ کرنے کا
تو پھر واپس بہاروں کو صنم کبھی موڑا نہیں کرتے
ہمیں تو معلوم ہی ہے کہ ہر جیت بالآخر ہماری ہی ہے
لیکن ہم ان وقتی شکستوں پہ دل توڑا نہیں کرتے
محبت کرنے والے اکثر صنم خود کو توڑ لیتے ہیں
محبت کرنے والے صنم دل توڑا نہیں کرتے
چھپکے چھپکے رات دن آنسو بہتے رہتے ہیں صنم
دنیا والوں نے کر دی ہے مظالم کی انتہا
اور ہم تجھے یاد کر کے روتے رہتے ہیں صنم

زاہد اعظم، سورگھی

اتنا معلوم ہے!

اپنے بستر پہ بہت دیر سے میں نیم دراز
سوچتی تھی کہ وہ اس وقت کہاں پر ہوگا
میں یہاں ہوں مگر اس کوچہ رنگ و بو میں

روز کی طرح سے وہ آج بھی آیا ہوگا
اور جب اس نے وہاں مجھ کو نہ پایا ہوگا
آپ کو معلوم ہے وہ آج نہیں آئی ہے
میری ہر دوست سے اس نے یہی پوچھا ہوگا
کیوں نہیں آئی وہ... کیا بات ہوئی ہے آخر
خود سے اس بات پہ سو بار وہ الجھا ہوگا
کل وہ آئے گی تو میں اس سے نہیں بولوں گا
آپ ہی آپ کئی بار وہ روٹھا ہوگا
وہ نہیں ہے تو بلندی کا سفر کتنا کٹھن
سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس نے یہ سوچا ہوگا
دلداری میں، ہرے لان میں، پھولوں کے قریب
اس نے ہر سمت مجھے آن کے ڈھونڈا ہوگا
نام بھولے سے جو میرا کہیں آیا ہوگا
غیر محسوس طریقے سے وہ چونکا ہوگا
ایک جملے کوئی بار سنایا ہوگا
بات کرتے ہوئے سو بار وہ بھولا ہوگا
یہ جو لڑکی نئی آئی ہے کہیں وہ تو نہیں
اس نے ہر چہرہ یہی سوچ کر دیکھا ہوگا
جان محفل ہے، مگر آج، فقط میرے بغیر
ہائے کس درجہ وہی بزم میں تنہا ہوگا
کبھی سناٹوں سے وحشت ہوئی ہوگی اسے
اس نے بے ساختہ پھر مجھے پکارا ہوگا
چلتے چلتے کوئی مانوس سی آہٹ پا کر
دوستوں کو بھی کسی عذر سے روکا ہوگا
یاد کر کے مجھے، نم ہوگئی ہوں گی پلکیں
آنکھ میں پڑ گیا کچھ، کہہ کے یہ ٹالا ہوگا
اور گھبرا کے کتابوں میں جولی ہوگی پناہ
ہر سطر میں میرا چہرہ ابھر آیا ہوگا
جب ملی ہوگی اسے میری علالت کی خبر
اس نے آہستہ سے دیوار کو تھاما ہوگا
سوچ کر یہ کہ بہل جائے پریشانی دل
یونہی بے وجہ، کسی شخص کو روکا ہوگا
اتفاقاً مجھے اس شام میری دوست ملی
میں نے پوچھا کہ سنو آئے تھے وہ؟ کیسے تھے؟
مجھ کو پوچھا تھا؟ مجھے ڈھونڈا تھا چاروں جانب؟
اس نے اک لمحے کو دیکھا مجھے اور پھر ہنس دی
اس ہنسی میں تو وہ تلخی تھی کہ اس سے آگے
کیا کہا اس نے مجھے یاد نہیں ..... لیکن
اتنا معلوم ہے ..... خوابوں کا بھرم ٹوٹ گیا

ارم الطاف خان، ملتان

غزل

کچھ کھلے تو سہی موسم کی یہ سازش کیا ہے
زندگی سر پہ میرے دھوپ ہے یا سایہ ہے
کوئی ٹوٹے ہوئے خوابوں کے لئے روتا ہے؟
اے برستی آنکھ تمہیں کیا سوجھا ہے
تم نے دیکھا ہے کسی کو اٹھاتے غم عشق
اب جو مجھ سے نہ اٹھا تو تعجب کیا ہے
میں نے جانا تھا تیرا درد بھی ہے رات کی رات
کٹ گئی رات مگر درد ٹھہرا وہیں ہے
لاؤ پھر جوڑ کے دیکھوں تو یہ ٹکڑے دل کے
میری جانب نگراں اب بھی کوئی چہرہ ہے
قافلہ عمر کا ٹھہرا تھا جہاں پہلے پہل
آج تک دل میں اسی دشت کا سناٹا ہے

ارم الطاف خان، ملتان

غزل

آج چمن کے ہوا کا جھونکا اک صدا آیا
ڈھونڈا ہے بہت اس کو لیکن وہ سارا دن نہ آیا
تڑپے تھے بہت تیرے پیار کی اک اک بوند کو
شاید ہماری قسمت میں نہ تھا جو تیرے پیار کا پیغام نہ
آیا
بدلے تو ہو تم بھی موسموں کی طرح اکثر
قسم سوچ کر آج تم پر سر راہ کیوں نیا الزام آیا
بابر میر داو کا زہ
چلی باد خزاں ایسی
گل رہا نہ بلبل رہا
کوئی رو رو کر کہہ رہا تھا

یہاں گل تھا یہاں گل تھا

بابر سمیں، اوکاڑہ

غزل

جب سر شام اس نے زلفوں کو سنوارا ہوگا
ہاتھ میں کنگن آنکھ میں کاجل آوارہ ہوگا
اس کے جوڑے پہ سجا وہ سفید گلاب
رات سوتے میں کسی نے تو اتارا ہوگا
عالم تنہائی میں شب بھر کروٹیں لے کر
کوئی تو ہوگا جس نے پکارا ہوگا
ہائے وہ نیند میں ڈوبی ہوئی مخمور آنکھیں
جس نے دیکھا وہ دل وہیں پہ ہارا ہوگا
اس کے بے تاب لرزتے ہوئے ہونٹوں پہ فراز
ہمیں یقین ہے مچلتا ہوا وہ نام ہمارا ہوگا

رانی عرفان حسن، خانیوال

غزل

بادل جو گرجتے ہیں برسا نہیں کرتے
حاتم کبھی احسان کا چرچا نہیں کرتے
آنکھوں میں بسا لیتے ہیں روٹھے ہوئے منظر
جاتے ہوئے لوگوں کو پکارا نہیں کرتے
کہتے ہیں کہ چپ چاپ سے رہتے ہیں اکثر
زلفیں بھی سنا ہے کہ سنوارا نہیں کرتے
ہم گوشہ تنہائی میں رو لیتے ہیں جی بھر کے
ہم شہر کی گلیوں میں تماشا نہیں کرتے

آر حاجی غلام حسین خواجہ،
ملتان

غزل

اسے چاہا بھی تو اظہار نہ کرنا آیا
عمر بیت گئی ہمیں پیار کرنا نہ آیا
اس نے مانگی بھی تو ہم سے جدائی مانگی
اسور ہم تھے کہ ہمیں انکار نہ کرنا آیا

آر حاجی غلام حسین خواجہ،
ملتان

غزل

بجا کہ آنکھ میں نیندوں کے سلسلے بھی نہیں
شکست خواب کے اب مجھ میں حوصلے بھی نہیں
نہیں نہیں! یہ خبر دشمنوں نے دی ہوگی
وہ آئے! آ کے چلے بھی گئے ملے بھی نہیں
یہ کون لوگ اندھیروں کی بات کرتے ہیں
ابھی تو چاند تیری یاد کے ڈھلے بھی نہیں
ابھی سے میرے رفوگر کے ہاتھ تھکنے لگے
ابھی تو چاک میرے زخم کے سلے بھی نہیں
خفا اگرچہ ہمیشہ ہوئے مگر اب کے
وہ برہمی ہے کہ ہم سے انہیں گلے بھی نہیں

زاہد اقبال سحر، سمندری

غزل

چھونے سے قبل رنگ کے پیکر پگھل گئے
مٹھی میں آنہ پائے کہ جگنو نکل گئے
پھیلے ہوئے تھے جاگتی نیندوں کے سلسلے
آنکھیں کھلیں تو رات کے منظر بدل گئے
کب مدت گلاب سے حرف آنے پائے گا
تتلی کے پر اڑان کی گرمی سے جل گئے
آگے تو ہر طرف ریت کے دریا دکھائی دیں
کن بستیوں کی سمت مسافر نکل گئے
پھر چاندنی کے دام میں آنے کو تھے گلاب
صد شکر نیند کھونے سے پہلے سنبھل گئے

زاہد اقبال سحر، سمندری

غزل

اپنی رسوائی ترے نام کا چرچا دیکھوں
اک ذرا شعر کہوں اور میں کیا کیا دیکھوں

نیند آ جائے تو کیا محفلیں برپا دیکھوں
آنکھ کھل جائے تو تنہائی کا صحرا دیکھوں
شام بھی ہو گئی دھندلا گئیں آنکھیں بھی مری
بھولنے والے میں کب تک تیرا رستا دیکھوں
ایک اک کر کے مجھے چھوڑ گئیں سب سکھیاں
آج میں خود کو تیری یاد میں تنہا دیکھوں
کاش صندل سے مری مانگ اجالے آ کر
اتنے غیروں میں وہی ہاتھ جو اپنا دیکھوں

زاہدہ اقبال سحر، سمندری

غزل

ہوا سے جنگ میں ہوں بے اماں ہوں
شکستہ کشتیوں پر بادباں ہوں
میں سورج کی طرح ہوں دھوپ اوڑھے
اور اپنے آپ پر خود سائباں ہوں
مجھے بارش کی چاہت نے ڈبویا
میں جلتے شہر کا کچا مکاں ہوں
خود اپنی چال الٹی چلنا چاہوں
میں اپنے واسطے خود آسماں ہوں
دعائیں دے رہی ہوں دشمنوں کو
اور اک ہمدرد پر نامہرباں ہوں
پرندوں کو سکھلا رہی ہوں
میں بستی چھوڑ، جنگل کی اڑاں ہوں
ابھی تصویر میری کیا بنے گی
ابھی تو کینوس پر اک نشاں ہوں

زاہدہ اقبال سحر، سمندری

نظم

شکن چپ ہے
بدن خاموش ہے
گالوں پہ دبکی تمتماہٹ بھی نہیں، لیکن
میں گھر سے کیسے نکلوں گی
ہوا، چنچل سہیلی کی طرح باہر کھڑی ہے

دیکھتے ہی مسکرائے گی!
مجھے چھو کر تیری ہر بات پا لے گی
تجھے مجھ سے چرا لے گی
زمانے بھر سے کہہ دے گی، میں تجھ سے مل
کے آئی ہوں
ہوا کی شوخیاں یہ
اور میرا بچپنا یہ
کہ اپنے آپ سے بھی میں
تری خوشبو چھپائے پھر رہی ہوں

زاہدہ اقبال سحر، سمندری

غزل

قریہ جاں میں کوئی پھول کھلانے آئے
وہ مرے دل پہ نیا زخم لگانے آئے
میرے ویران دریچوں میں بھی خوشبو جاگے
وہ مرے گھر کے در و بام سجانے آئے
اس سے اک بار تو روٹھوں میں اسی کی مانند
اور میری طرح سے وہ مجھ کو منانے آئے
اس کوچے میں کئی اس کے شناسا بھی تو ہیں
وہ کسی اور کے ملنے کے بہانے آئے
اب نہ پوچھوں گی میں کھوئے ہوئے خوابوں کا پتہ
وہ اگر آئے تو کچھ بھی نہ بتانے آئے

زاہدہ اقبال سحر، سمندری

نظم

ہرے لان میں
سرخ پھولوں کی چھاؤں میں بیٹھی ہوئی
میں تجھے سوچتی ہوں
میری انگلیاں
سبز پتوں کی چھوتی ہوئی
تیرے ہمراہ گزرے ہوئے موسموں کی مہک
چن رہی ہیں

اپنے پیاروں کے نام شعر

ندیم عباس ڈھکو کے نام

تیری وفا کو ہم نے بھلایا کب تھا
درد جدائی کا دل سے مٹایا کب تھا
لگ کر بھول جانا تیری عادت تھی
ہم نے تیرے سوا کسی اور کو دوست بنایا کب تھا
محمد وقاص ساگر۔ فیروزہ

صدا حسین صدا کے نام

رابطے ضروری ہیں اگر رشتے بچانے ہیں
لگ کر بھول جانے سے یہ پودے سوکھ جاتے ہیں
ایس ناز آزاد کشمیر

سب کے نام

زندگی میں اتنی غلطیاں نہ کرو
کہ پنسل سے پہلے ربڑ ختم ہو جائے
تنزیلہ حنیف۔ ملہ جوگیاں

غلام عباس ساغر کے نام

اے خدا میری ایک امانت رکھنا
اگر میں مر گیا تو میرے دوست کو سلامت رکھنا
سہیل جبار سرائے

کائنات کے نام

چلو دیکھتے ہیں خود کو برباد کر کے بھی
کہ بربادیوں میں کون ہمارا بنتا ہے
ہنا پھل کے درختوں کو کاٹ دیا جاتا ہے
کسی بے سہارا کا یہاں سہارا کون بنتا ہے
خلیل احمد ملک۔ شیدانی شریف

قارئین کے نام

زندگی میں جو چاہو حاصل کر لو مگر
اتنا خیال رکھنا کہ آپ کی منزل کا راستہ کبھی
لوگوں کو توڑتا ہوا نہ گزرے
وقار یونس ساگر۔ چیچہ وطنی

ایس کراچی کے نام

تم کو جان سے پیارا بنا لیا
دل کو سکون آنکھوں کا تارا بنا لیا
اب تم ساتھ دو یا نہ دو تمہاری مرضی
ہم نے تمہیں زندگی کا سہارا بنا لیا
غلام عباس ساغر۔ جمیل آباد

سلمان سندھو کے نام

پھول درخشندہ تو ہے دیکھنے میں مگر
سلمان بہت دکھ ہوا اسے برگ گل کی جدائی کا
ذیشان علی سمندری

فاطمہ طفیل طوفی کے نام

خدا سے سب کچھ مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اب اٹھتے نہیں ہاتھ اس دعا کی بعد
حکیم طفیل طوفی۔ الکویت

جمشید پشاوری کے نام

تجھ کو پانے کی تمنا تھی ہم نے
دل سے لیکن تیرے دیدار کی حسرت نہ گئی
فنکار شیر زمان پشاوری

کسی اپنے کے نام

لفظوں کی بناوٹ ہم کو نہیں آتی
کثرت سے یاد آتے ہو سیدھی سی بات ہے
تنزیلہ حنیف۔ٹلہ جوگیاں

اشفاق بٹ کے نام

زہر سے زیادہ خطرناک ہے یہ محبت
کہ اس میں انسان مر مر کے جیتا ہے
رانا بابر علی ناز۔لاہور

صدا حسین صدا کے نام

وہ جو روٹھا ہوا ہے مدت سے
کاش وہ آن ملے عید کے دن
عمران شہزاد لاہور

ایس کے نام

یہ ٹھیک ہے نہیں مرتا کوئی جدائی میں
خدا کسی کو کسی سے جدا نہ کرے
پرنس عبدالرحمن۔نین رانجھا

کسی اپنے کے نام

بے چین رہی ہے ہر دم میری نظر
ڈھونڈتی ہے تجھے ہر جگہ ادھر ادھر
نظر آئے تھے ہر گھڑی تو ہی تو
دیکھتی ہوں میں جدھر بھی جدھر
عابدہ رانی۔گوجرانوالہ

دوست کے نام

ہجر لازم ہے تو پھر وصل کا وعدہ کیا
یہ خزاں رت ہے بہاروں کا لبادہ کیا
زخم دے کر نہ تم درد کی شدت پوچھو
درد تو درد ہے کم کیا زیادہ کیا
آمنہ شہزادی۔جہانیاں

حماد ظفر کے نام

خدا نہ کرے آپ کو غم ملے
ملی خوشی آپ کو ہر دم ملے
جب بھی آئے کوئی بھی غم آپ کی طرف
دعا ہے کہ اس کو راستے میں ہم ملیں
قمر اعجاز عزیز بشیر۔ملکوال

سویٹ اے کے نام

نہ میری دعا نے سفر کیا
نہ میرے آنسوؤں نے اثر کیا
تجھے مانگ کے تھک گئے
میرے ہونٹ بھی میرے ہاتھ بھی
رائے اطہر مسعود کاش

ایس کے نام

بھلا دوں گا تمہیں بھی ذرا صبر کرو
رگ رگ میں ہے ہو کچھ وقت تو لگے گا
رانا نذر عباس۔منڈی بہاؤالدین

مجید کے نام

بعد مرنے کے بھی اس نے نہ چھوڑا دل جلانا محسن
اور ساتھ والی قبر پہ پھول پھینک جاتا ہے
محسن علی طاب ساہیوال

آپ کے خطوط

تمام قارئین کو اسلام میں بھی آہستہ آہستہ خوفناک میں داخل ہو رہی ہوں اور ڈر بھی لگتا ہے کوئی جن یا چڑیل مجھے اپنے جادو سے کوئی اور چیز ہی نہ بنا دیں خیر میں بھی چڑیل سے کم نہیں ہوں وہ مجھ سے معافی نہ مانگے تو کہنا لیکن ایک بات ہے میں نے ریاض احمد کی کہانیاں پڑھ پڑھ کے ڈرنا چھوڑ دیا ہے ڈروں بھی کیوں موت تو ایک دن ہی آنی ہے اگر کسی چڑیل نے مجھے زیادہ تنگ کیا تو میں بھی اپنے ابو کے ابو کے ابو کی چڑیلیں بلا لوں گی وہ بہت ہی زیادہ ہیں جو بچپن میں ہماری دوست تھیں مگر اب بھی کبھار آتی ہیں آپ یہ جان کر حیران ہونگے کہ یہ کیا کہہ رہی ہے مگر میں سچ کہہ رہی ہوں اور وہ ہمارے گھروں کی رکھوالی بھی کرتی ہیں انہوں نے آج تک کسی کو کوئی بھی تکلیف نہیں پہنچائی بس جس کو جی چاہا تھوڑا تنگ کیا اور چلی گئیں خیر میں ان ساری چڑیلوں سے مقابلہ کرنے کو تیار ہوں لو آ گئی ہوں خوفناک میں اگر ہمت ہے تو نکال کر دکھائیں میں نے کبھی پیچھے ہٹنا نہیں سیکھا جو ایک بار کہہ دوں وہ کر کے رہتی ہوں چاہے کچھ بھی ہو اور ہاں میں نے اس بار خوفناک نہیں لیا اس لیے میں کسی کی کہانی کی کیا تعریف کروں اگر کچھ غلط کہہ دیا تو آپ بہن بھائی ناراض ہو جائیں گے پہلے ہی بہت بہن بھائی خوفناک سے منہ موڑ گئے ہیں لیکن ان سے گزارش ہے کہ وہ واپس آ جائیں اور ہمارا مان رکھ لیں ہر خط میں ہی کہتی ہوں جو چھوڑ گئے ہیں واپس آ جائیں جتنا کرایا گئے گا ریاض صاحب دیں گے کیوں کہ ہم سب ان کی بزم میں ہی تو جمع ہوں گے اور پھر وہ بے شک ہمیں پانی کا نہ پوچھیں مسکرا کر ویلکم کہہ دیں ہم نے کرایہ بھی معاف کیا کیوں جی اگر برا لگے تو سوری باقی چھچھو کی والے میواتی گروپ بہن بھائیوں کو بھی سلام اور ان کا شکریہ جو یاد کیا مگر میواتی میں نہیں خیر اللہ سب کو لکھنے اور خوش رہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین آخر میں تمام سٹاف کو سلام خدا اس نگری کو ہمیشہ قائم رکھے۔

کشور کرن چھچھو کی..

اسلام علیکم۔ امید ہے خوفناک ڈائجسٹ کے سٹاف قارئین خیریت سے ہوں گے خوفناک کا دو سال سے خاموش قاری ہوں اس بار کچھ تحریریں ارسال کیں ہیں امید ہے کہ خوفناک کے سٹاف کو پسند آئیں گی اور امید ہے کہ خوفناک والے میری تحریروں کو ضرور جگہ دیں گے خوفناک ایک معیاری رسالہ ہے اور اس میں سب تحریریں مزے کی ہوتی ہیں لیکن ٹائٹل پر بڑا تصویر والا رواج ختم کر دیں اس کے بجائے خوفناک اور بدصورت کی تصویر شائع کیا کریں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس کو خریدیں اور اس میں لکھیں امید ہے سٹاف والے میری باتوں کو سمجھ گئے ہونگے اب اگر میری کہانی خوفناک میں شائع ہوتی ہے تو میں ایک اور قسط وار کہانی لکھونگا اب اجازت دیں اللہ حافظ...

کاشف عبید کاوش۔ بدموزی بگرام..

اسلام علیکم۔ مئی کا شمارہ ملا اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے مگر ہمارے پاس بھی پڑھنے کے لیے ٹائم نہیں

ہے کیوں کہ انگزام جو منہ کھولے دوڑے چلے آرہے ہیں پھر بھی زبردستی کئی سٹوریاں پڑھ لیتے ہیں جن میں سے ایک مردود جادوگر، دوسری شیطانی دیوتا جو کہ بہت ہی پسند آئی انکل ریاض صاحب لگتا ہے دوسرے کو کہتے کہتے اپنی سٹوری لکھنا بھول ہی گئے ہیں شاید ہو سکتا ہے وہ دوسرے رائٹر کو جگہ دے رہے ہوں ہم تو اچھا گمان ہی کرتے ہیں، بھائی خالد شاہان از گریٹ لگتا ہے آپ کی بات بھی سن گئی آسیبی جال لگتا ہے سب کو ہی جال میں پھنسا رہی ہے یہاں تک کہ انکل ریاض بھی ان کے چکر میں پھنس کر بار بار شائع کر رہے ہیں، سیاہ ہیولہ پتہ تو کسی کی پسند ہے تو ہم کیا کہیں مصباح جو ہے اس کے بارے میں کہنے کو، انجان مسافر، قاتل حسینہ بیقرار روح، اور باقی شمارہ بھی فائن ہے انکل جان کیا بات ہے ہم جب بھی آپ کو اپنی سٹوری کے بارے میں کہتے ہیں آپ کہتے ہیں اگلے ماہ آرہی ہے مگر جب شمارہ لیتے ہیں تو اس میں نام و نشان بھی نہیں ہوتا پلیز آپ ایسا مت کیا کریں بے شک نہیں شائع ہوتی تو نہ سہی مگر اس طرح لالچ تو نہ دیں ہم اپنے تمام دوستوں کو بتا دیتے ہیں مگر شمارے میں سٹوری نہ پا کر دوستوں میں شرمندہ ہوتے ہیں ہم نے ایک بار بھا کال پہ نہیں کہا کہ شائع کریں بس پوچھتے ہیں کہ کیا بنا ٹھیک بھی ہے کہ نہیں آخر میں سلام

محمد ندیم عباس میوانی چھوکی..

اسلام علیکم۔ خوفناک میں میرا پہلا خط ہے اگر حوصلہ افزائی ہوئی تو ضرور بضرور آپ کی محفل میں حاضر ہوتا رہوں گا مجھے خوفناک میں متعارف کروانے والے میرے بھائی ابو ہریرہ ہیں میں ان کا بہت ہی شکر گزار ہوں انہوں نے مجھے اتنے اچھے رسالے سے متعارف کروایا ہے اب انشاء اللہ ہو ماہ پڑھا کروں گا ماشاء اللہ خوفناک ڈائجسٹ بہت اچھا جا رہا ہے اس میں شامل بہتریں اور عمدہ کہانیاں اس کی عمدگی کا منہ بولتا ثبوت ہیں اور دعا ہے کہ یہ ہمیشہ ایسے ہی ترقی کرتا رہے اور خدا سے نظر بد سے بچائے آمین۔ ڈائجسٹ میں تمام رائٹر اچھا لکھ رہے ہیں خاص کر کے انکل ریاض احمد ان کی تو کیا ہی بات ہے پڑھ کر مزہ آجاتا خدا ان کی عمر دراز کرے آمین آخر میں تمام رائٹرز اور سٹاف کو میری طرف سے سلام پلیز انکل میرا خط ضرور شائع کر دینا میں نے دل سے لکھا ہے ۔میری طرف سے سب کو سلام

محمد ابوذر غفاری بلوچ بہاونگر..

مئی کا رسالہ ستائیس اپریل کو ہی مل گیا سرورق بہت ہی بھیانک تھا سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا پڑھ کر ایمان تازہ ہو گیا اس کے بعد خطوط کی طرف گئے تو اپنا خط دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا خط شائع کرنے کا بہت بہت شکریہ انکل ریاض جی کی سٹوری نہ پا کر دل کو بہت دکھ ہوا پتہ نہیں ان کی کہانی کیوں شائع نہیں ہوئی پلیز انکل جی کہانیاں لکھتے رہا کریں آپ کی کہانی کے بغیر یہ ڈائجسٹ پھیکا پھیکا سا لگتا ہے اس کے بعد بھائی خالد شاہان کی بھید قسط نمبر ۳ پسند آئی اگلی قسط کا بے صبری سے انتظار ہے، پھر قم نشاد صاحب کی کہانی سیاہ ہیولہ قسط نمبر ۲ پڑھی پڑھ کر مزہ آیا اس کے بعد اسد شہزاد صاحب کی آسیبی جال پسند آئی، جادوگر اور قاتل حسینہ بھی اچھی تھی لیکن انکل جی رائٹر کا نام نہیں لکھا غزلیں اور اشعار بھی اچھے تھے پلیز انکل جی ہمارے خط بھی شائع کر دیا کریں ہم بڑے دل سے لکھتے ہیں تمام قارئین کو میری طرف سے سلام۔

اپنوں کی چاہتوں سے ملے اس قدر فریب۔ روتے رہے لپٹ کے ہر اجنبی کے ساتھ

محمد ابو ہریرہ بلوچ، بہاونگر..

اسلام علیکم۔ ہم سب خیریت سے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ آپ سب بھی اللہ کے فضل و کرم سے ٹھیک ہوں

گے اپنی غزل اور خط دیکھ کر خوشی ہوئی باقی ان رائٹرز کا بہت شکریہ جو ہماری برتھ ڈے پر تشریف لائے اور ان کا بھی شکریہ جو خود تو نہ آسکے مگر ان کے گفٹ ہمیں مل گئے ہیں جو نہیں آسکے ان سے شکوہ نہیں ہے سوائے ایک شخص کے وہ کون ہے میرا خط پڑھ کر جان گیا ہوگا مئی کا شمارہ میرے ہاتھوں میں ہے اس حال میں کہ پڑھنے کا وقت میرے پاس نہیں ہے کیوں کہ بھائی جان کراچی چلے گئے ہیں اور فیکٹری کا سارا کام مجھے سنبھالنا پڑتا ہے اور پھر انیس مئی کو ایگزام بھی آرہے ہیں یہ کیا انکل جان آسیبی جال تیسری بار شائع ہوگئی ہے کیا اور سٹوریاں ختم ہوگئی ہیں جو بار بار ایک ہی سٹوری آرہی ہے جبکہ ہماری سٹوریاں ایک بار بھی آپ نے شائع نہیں کیں اور دوسری بات اسد بھائی واہ کیا بات ہے ہم لوگ آپ کو راز پر مبارک باد دیتے ہیں آپ نے وہ سٹوری کہیں سے چوری کر کے لگائی ہے پر شرم کی کمی ہے لوگوں میں جو ایسا کرتے ہیں، سیاہ ہیولہ آپی قمر قمر نشاد گریٹ قسط نمبر ۳ کیوں انکل ریاض صاحب آپ کی قسط تلاش عشق کہاں غائب ہوگئی پلیز جلدی اگلی قسط روانہ کریں سب قارئین اور رائٹرز کو سلام اور ایڈوانس میں رمضان المبارک انکل جان آپ نے ہمارے خط کے بارے میں کچھ بھی نہیں جو ہم نے آپ کو لکھا تھا ویسے آپ کی مرضی کی بات ہے اگر آپ ایک بار کال کر دو تو کیا حرج ہے

..................مصباح کریم میواتی چترکی

اسلام علیکم۔ امید کرتی ہوں کہ آپ سب خیریت سے ہونگے فروری کا شمارہ میری سالگرہ والے دن اٹھارہ فروری کو ملا دونوں خوشیاں اکٹھی ملیں سارہ شمارہ بہت ہی زبردست تھا کہانیوں میں جو کہ میں ابھی پڑھی ہیں دسمبر قمر قمر نشاد، فتح جنگ، پر اسرار کوبرا قیصر جمیل پراونہ یاسوں کا مجن، طلسمی بیگس صداقت عالم بخاری محبوب شاہ۔ اور راز اسد شہزاد کو جو سب سے بہترین کہانیاں تھیں مبارک قبول کیجئے باقی ابھی پیپر کی مصروفیت کی وجہ سے نہیں پڑھ سکی مگر خالد شاہان اور شہاب شیخ کی کہانیاں پڑھے بغیر دل میں کہہ سکتی ہوں کہ وہ زبردست ہونگی اسد شہزاد کا راز جاننے کے لیے تو مجھے اب بھی بے چینی ہو رہی ہے اور قمر نشاد آپ کے دسمبر نے تو مجھے مضطر ادیا دوستوں کی جدائی پہ مجھے بہت دکھ ہوا اشعار میں عثمان دوگی شکلین پور، سرفراز خوشاب، عائشہ رحمن کبیر والا، لقمان حسن، عابدہ رانی، عدنان عاشق، ہو قاس اور اسد شہزاد کے شعر بہترین تھے غزلوں میں مجھے شکیل احمد کراچی، اور زاہد اقبال، بحر سمندری، میڈم فضا آلہ آبادی کی غزلیں بہت پسند آئیں خطوط کی محفل میں کافی امن رہا خود کو روکنے کے باوجود بھی میں نے تقریباً سارا شمارہ پڑھ لیا تین مارچ کو میرا پہلا پیپر ہے امید ہے کہ سب دعا کریں گے کیوں کہ دعا تو میں خود بھی کر رہی ہوں میں نے ایک کہانی مکمل کر کے رکھی ہے پیپر کے بعد بھیجوں گی اپنے اشعار دیکھ کر خوشی ہوئی انشاءاللہ پھر ملیں گے فرصت سے ابھی آپ سے اس شعر کے ساتھ اجازت چاہوں گی

رکھو رابطہ جب تک ہم زندہ ہیں اے دوست۔ پھر مت کہنا چلے گئے دل میں یادیں بسا کر

..................رابعہ ارشد رانی۔ منڈی بہاؤالدین

مئی کا ڈائجسٹ ملا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی اقراء آپی کا انتظار ہے بہت خوشی ہو رہی ہے کہ ڈائجسٹ میں پرانے ساتھی واپس آرہے ہیں قمر قمر نشاد کی قسط وار کہانی بہت اچھی تھی میں خط کے ہمراہ ایک کہانی بھی بھیج رہا ہوں امید ہے ضرور شائع کریں گے آسیبی کھوپڑی، اور ایک تھی ناگن آپ کے پاس ہیں ان پر نظر ثانی کریں آخر میں دعا ہے خوفناک ڈائجسٹ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین۔

..................محمد قاسم رحمان۔ ہری پور

اسلام علیکم کیسے ہیں آپ سب۔ جی میں بھی آپ کی دعاؤں سے خوش ہوں ایک مشکل پیش آگئی ہے قارئین

مارچ 2014 کا شمارہ نہیں مل رہا پورا ہری پور میں نے چھان مارا ہے مگر مجھے نہیں ملا اگر آپ میں سے کسی کے پاس ہو تو برائے کرم اس پتہ پر بھیج دیں ڈاکخانہ خاص گاؤں ڈھوک سہارن تحصیل وضلع منڈی بہاؤالدین میں پڑھنے کے بعد واپس کر دوں گی اپنا جوابی پتہ بھی لکھ دیجئے گا پلیز اگر آپ کے پاس مارچ کا خوفناک ہو تو مجھے جواب دیں میں چند دنوں میں واپس کر دوں گی فروری کا پڑھ لیا ہے مگر اپریل کا ابھی ویسے کا ویسا ہی پڑا ہے جب تک مارچ کا نہیں ملا میں کوئی بھی نہیں پڑھوں گی اس لیے برائے کرم یہ خط ملتے ہی مجھے مارچ کا رسالہ بھیج دیں میں آپ کی بے حد مشکور رہوں گی اس شعر کے ساتھ اجازت چاہوں گی اللہ حافظ۔

دیکھ زندگی اس طرح نہ رلا مجھے۔ ہم خفا ہو گئے تو چھوڑ جائیں گے تجھے

..........................رابعہ ارشد۔ منڈی بہاؤالدین

اسلام علیکم۔ میں بالکل خیریت سے ہوں امید کرتی ہوں کہ آپ بھی خیریت سے ہوں گے ماہ اپریل کا خوفناک اٹھائیس مارچ کو ہی مل گیا ٹائٹل بہت اچھا تھا سب سے پہلے حسب معمول خطوط کی طرف گئی اس کے بعد اگلی صفحہ پڑھا جو بہت وپسند آیا اس ماہ جو سٹوریاں اچھی تھیں ان میں خونی ریگستان، بند مکان کا راز شفقت علی سمندری، بھیانک تعبیر پرنس کریم پشاور، چڑیل کا انجام محمد بلاول حافظ آباد، عاشق یا قاتل بھائی ملک زاہد صاحب کی، اور سیا ہیولہ آپی قمر نشاد صاحب کی شامل ہیں باقی کہانیاں بھی اچھی تھیں غزلیں اور اشعار بھی اچھے تھے آخر میں خوفناک ڈائجسٹ کے لیے دعا گو ہوں کہ یہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین اور رسالے کے تمام رائٹروں کو میرا اسلام۔

..........................فرخندہ جبیں، بہاولپور

اسلام علیکم۔ میں خوفناک اور جواب عرض کی پوری ٹیم کی شکر گزار ہوں جنہوں نے میری تحریر شائع کر کے میری حوصلہ افزائی کی اور مجھ میں مزید ہمت پیدا کی کہ میں لکھوں اور میں لکھتی بھی تھی پہلے جواب عرض میں پھر خوفناک میں پھر دکھی کہانیوں میں شہزادہ التمش اور بھائی ریاض احمد آج آپ کی وجہ سے میں دوسرے رسالوں میں بھی لکھ رہی ہوں ایک آپ ہی تھے اور قارئین جنہوں نے میری کہانیوں کو پسند کیا ورنہ میرے اپنے نے تو میرا مذاق بنایا اور مجھے پاگل نفسیاتی اور جانے کیا کیا لقب دیتے رہے ایک طرف میں اپنی تحریروں کو دیکھ کر خوش ہوتی ہوں تو دوسری طرف میرے اپنے میرا مذاق بناتے ہیں اور میری خوشی غم میں بدل جاتی ہے اور پھر مجھ میں ہمت پیدا ہوتی ہے ریاض بھائی آپ کی وجہ سے میری مایوسی امید میں تبدیل ہو جاتی ہے میں آپ کی تہہ دل سے شکر گزار ہوں بھائی اگر کوئی بات بری لگی ہو تو معاف کرنا خدا حافظ۔

..........................ریحانہ محمود قریشی، میرپور

اسلام علیکم۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میری عمر نو یا دس سال کی تھی تو میں نے خوفناک پڑھنا شروع کیا چونکہ میں ایک ڈرپوک لڑکی تو اسی وجہ سے شروع شروع میں بہت ڈرتی تھی جب لائٹ چلی جاتی تو میں بستر میں ہی دبک جاتی مجھے ہر طرف کھوپڑیاں ہی نظر آتی جو اس وقت کی کہانیوں کی ہیرو ہوتی تھیں۔ جی ہاں کھوپڑی ہی ہیرو تھی خیر ایسی کہانیاں جو مجھے اب بھی یاد ہیں جیسے خونی کنکز انازمین، وغیرہ وغیرہ ان کے قلم میں بھی ایک سحر ہوتا تھا جو اس وقت کہانیاں لکھتے تھے اور میری دیوانگی کا یہ عالم ہوتا تھا کہ میں رات کے آٹھ یا نو بجے ڈائجسٹ لے کر بیٹھ جاتی تھی اور تین یا چار بجے تک پڑھتے رہتی تھی وقت کا احساس صبح اذان سے ہوتا تھا اب ویسی کہانیاں یا تو خالد شاہان صاحب لکھ رہے ہیں یا انکل ریاض شاہان بھائی آپ کو بہت بہت سلام اور انکل ریاض جی آپ کو بھی

بہت ساری دعاؤں کے ساتھ سلام قبول ہو آج میں میٹرک بھی دو سال سے کر چکی ہوں اور جبکہ میں ڈائجسٹ تیسری کلاس سے پڑھ رہی ہوں مجھے نہیں علم یہ خط شائع ہوگا یا نہیں مگر یہ تو علم ہے کہ میرا کسی بھی ڈائجسٹ میں پہلا خط ہے اس کے علاوہ میں خواتین اور شعاع اور سسپنس بھی پڑھتی ہوں مگر لکھنے کی جسارت آج کی ہے بہت ...تمیں ہوگئی آخر میں قارئین کو بہت بہت سلام قارئین اشعار لکھنے سے پہلے غور کر لیا کریں کہ ہم جو اشعار لکھ رہے ...وہ کہیں کفریا کلمات کے ساتھ تو نہیں ہیں کیوں کہ میں نے ایک شعر نہیں بلکہ کئی شعر پڑھے خوفناک میں میری ...ت پر غور کیجئے گا اللہ تمام قارئین کو ایمان اور صحت کی بہترین حالت میں رکھے آمین۔

فاطمہ کومل۔صادق آباد..

میری طرف سے تمام قارئین خوفناک کو سلام امید ہے سب خیریت سے ہونگے میں نے مارچ کا شمارہ ...جا پڑھ کر بہت مزہ آیا بھائی ریاض احمد کی کہانی تلاش عشق مجھ سے چھوٹ گئی ہے امید ہے وہ بہت ہی اچھی ہو ...گی کیوں کہ آپ خوفناک کے کنگ ہیں آپ سے بات کر کے بہت اچھا لگا مجھے آپ بہت اچھے انسان ہیں ماہ نو کھا ...ر بلقیس خان آپ کی کہانی اچھی تھی، منحوس لمحے عثمان غنی آپ کی کہانی بھی اچھی تھی ایسے ہی مزید لکھتے رہیں ...شاءاللہ کامیابیاں ملیں گیں میری دعائیں آپ کے ساتھ میں ڈریم گرل سائرہ ارم آپ کی کہانی بالکل بے معنی ...ور بچوں جیسی تھی آپ کو بہت ہی محنت کرنا ہوگی سریلی بانسری روا جمیل آپ کی کہانی پڑھ کر میں نے خوفناک خرید ...لیا تھا اسد شہزاد آپ کی کہانی کا آخری حصہ تھا اس لیے پڑھ نہ سکی کیوں کہ میں نے خوفناک دوسری بار خریدا ہے پہلی بار نومبر میں خریدا تھا خوف قمر قم نشاد آپ کی کہانی اچھی تھی باطل کی پرستار بالکل پھیکا نہ تھی محمد قاسم آپ کو محنت کی ضرورت ہے خونی پتھر ساحل دعا بخاری آپ کی کہانی کی پہلی قسط اچھی تھی جید خالد شابان آپ کی کہانی قسط وار تھی نہ پڑھ سکی اسد شہزاد آپ کی کہانی ایم اے راحت کی کہانی بھی ...دی بستی کی نکلی تھی اپریل کا شمارہ جلد ہی مل گیا اس بار اپریل کا شمارہ بہت ہی مزیدار تھا تلاش عشق جید تو ایک طرف سیا ہو لو قمر نشاد کہانی کی قسطیں پوری کر کے پڑھوں گا خونی پتھر ساحل دعا بخاری ان کی دوسری قسط نہیں تھی مددگار روحوں کا دیس محمد قاسم رحمانی آپ کی کہانی زبردست تھی اپریل کے شمارے میں میری بھی کہانی تھی اس کے بارے میں دوسرے لوگ بہتر جانتے ہیں جادوگر اور معصوم مخلوق رینا محمود آپ کی کہانی بھی اچھی تھی شیطانی پنجہ احسن علی بخاری زبردست کہانی تھی خونی ریگستان محمد نادر شاہ آپ نے بارہ سال کی عمر میں ہی اتنی اچھی کہانی لکھ کر کمال کر دیا آپ مجھ سے تین سال چھوٹے ہو یعنی میرے چھوٹے بھائی ہوئے اسی طرح لکھتے رہیں گے تو کامیاب ہو جائیں گے چڑیل کا انجام محمد بلال آپ کی کہانی بھی زبردست تھی چند مکان کا راز شفقت علی، بھیانک تعبیر پرنس کریم آپ دونوں کی کہانیاں پڑھ کر تو جان ہی نکل گئی خوف کے مارے رات کو نیند ہی اڑ گئی آپ دونوں کی تحریری واقعات آنکھوں کے سامنے گھومنے لگتے ہیں ریاض انکل بہت شکریہ میری کہانی شائع کرنے کا میں آپ کی شکر گزار ہوں بہت جلد ایک نئی کہانی عجیب کھیل کے حاضر ہونگی پلیز جب دل چاہے شائع کر دیجئے گا شکر گزار رہوں گی۔

فلک زاہد۔لاہور..

اسلام علیکم۔میں بھی سب کی طرح ہی خوفناک ڈائجسٹ کا دیوانہ ہوں میں بھی ہر ماہ نئے رسالے کی امید میں ہوتا ہوں کہ جیسے ہی ڈائجسٹ آئے دوسرے دوستوں سے پہلے لوں اور ان کو بتاؤں کہ میں نے خرید لیا ہے اور میں کافی دیر بعد خط لکھ رہا ہوں کہ بھائی ندیم عباس میواتی نے مجھے مخاطب کر کہا ہے کہ طالب حسین ...انی تو بھائی صاحب میں میواتی نہیں ہوں ہم پنجابی ہیں اور اور آج کل میں بھی ایگزام کی فل تیاری میں ... بعد ہم

سب کو کامیاب کرے آپ نے یاد کیا آپ کا بہت ہی شکریہ میں ہر بار آپ کا خط پڑھتا ہوں مگر لکھنے کا ٹائم نہیں ملتا آخر میں ساری ٹیم کو سلام

حافظ طالب حسین۔ چونگی..

اسلام علیکم۔ امید کرتی ہوں کہ آپ سب خیریت سے ہو نگے فروری کا شمارہ ملا سارہ شمارہ بہت ہی زبردست تھا کہانیوں میں جو کہ میں ابھی پڑھی ہیں دسمبر قمر قمر نشاد، فتح جنگ، پراسرار کو برا قیصر جمیل پراونہ ماموں کانجن، طلسی میکلس صداقت عالم بخاری محبوب شاہ۔ اور راز اسد شہزاد گوجرہ سب سے بہترین کہانیاں تھیں مبارک قبول کیجئے باقی ابھی پیپر کی مصروفیت کی وجہ سے نہیں پڑھ سکی مگر خالد شاہان اور شہاب شیخ کی کہانیاں پڑھے بغیر ہی میں کہہ سکتی ہوں کہ وہ زبردست ہونگی اسد شہزاد کا راز جاننے کے لیے تو مجھے اب بھی بے چینی ہو رہی ہے اور قمر نشاد آپ کے دسمبر نے تو مجھے مظفر آباد دوستوں کی جدائی پہ مجھے بہت دکھ ہوا اشعار میں عثمان دگھی ننگلن پور، سرفراز خوشاب، عائشہ رحمٰن کبیر والا، لقمان حسن، عابدہ رانی، عدنان عاشق، وقاص اور اسد شہزاد کے شعر بہترین تھے غزلوں میں مجھے شکیل احمد کراچی، اور زاہد اقبال، سحر سمندری، میڈم فضا ماہ آبادی، کی غزلیں بہت پسند آئیں خطوط کی محفل میں کافی اسن رہا خود کو روکنے کے باوجود بھی میں نے تقریباً سارا شمارہ پڑھ لیا ہے۔ میں جلد اپنی قسط کا دوسرا حصہ روانہ کر دوں گی آپ خوفناک کی طرف دھیان دیں ہمیں خوفناک بہت ہی پسند ہے اور امید ہے کہ آپ ہماری رائے کو ضرور شامل کریں گے۔ مجھے ریاض بھائی سے شکوہ ہے کہ انہیں جو میں کہتی ہوں وہ کرتے ہیں میں نے ان کو کہتی ہوں کہ خوفناک میں ہر چیز فریش شائع کیا کریں لیکن اس کے باوجود بھی کچھ چیزیں وہی ہوتی ہیں جو ہم پہلے سے پڑھ چکے ہیں امید ہے کہ اب کی بار ایسا نہیں ہوگا۔ باقی میری طرف سے سب کو خلوص بھرا سلام۔

ساحل دعا بخاری۔ بصیر پور۔----------------------------------

خوفناک میں ایک بار پھر انٹری دے رہا ہوں امید ہے کہ آپ پہلے کی طرح میری تحریروں پر توجہ دیں گے میں خوفناک سے بہت ہی پیار کرتا ہوں اس کی وجہ سے میرا خوف بہت ہی کم ہو کر رہ گیا ہے۔ امید ہے کہ آپ اس کو یونہی شائع کرتے رہیں گے اور اس میں سب رائٹر حضرات بہت ہی اچھا لکھتے ہیں مجھے سب رائٹروں کی تحریریں ہی بہت پسند ہیں امید ہے کہ وہ لکھتے ہی رہیں گے۔ اور ہم اس کو پڑھتے ہی رہیں گے۔ میری طرف سے سب کو خلوص بھرا سلام۔

محمد شاہد، چونگی۔----------------------------------

میرا حال دل سن کر تم کیا کرو گے
میری آگ میں تم بھی ناحق جلو گے
میں کہتا ہوں اب بھی تمہیں لوٹ جاؤ
میرے ساتھ آخر کہاں تک چلو گے
جو لوٹا ہے تم نے اداؤں سے اپنی
محبت کی بازی میں اک دن ہرو گے

یہ چہرے کی زردی اداسی یہ تنہائی
بتاؤ یہ الزام کس کے دھرو گے
میں جلتا ہوں جس آگ آج تنہا
اس آگ میں تم تنہا جلو گے
جب یاد آئیں گی تم تصور کی وادی میں
اکیلے میں چھپ چھپ کے رویا کرو گے

سید تصور شاہ۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ

ماہنامہ
خوفناک ڈائجسٹ
J
Digest.pk
ماہنامہ جواب عرض میں باقاعدگی سے پڑھتی ہوں
آپ بھی اسے فوراً خریدیں